گلبانگ حرم
زائر حرم
حمید صدیقی لکھنوی
Hasan
LKO 64

یہ بھی لطفِ شہِ لولاک سمجھتا ہوں حمیدؔ
ورنہ میں، اور نوا سنجِ گلستانِ حرم

زائرِ حرم
حمید صدیقی
لکھنوی

ناشر

ادارۂ "فروغ اردو" لکھنؤ

آٹھواں ایڈیشن
مع اضافۂ جدید و عکسی تصاویر حرمین الشریفین

قیمت مجلّد: پانچ روپیہ (صہ/)

طابع
محمد عطاء اللہ القاسمی غفرلہٗ

نامی پریس لکھنؤ

۱۳۸۴ھ

فہرست

زائرِ حرم

آسمان کے ستاروں کے نام اور اُن کے اقسام و اثرات تو ہیئت داں یا مُنجّم ہی جانتے ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ انھیں میں کوئی ستارہ ایسا ضرور ہے کہ اگر اس تنگنائے عالم میں کسی پر چمک جائے تو اُس کی بلند اختری کا ٹھکانا نہیں رہتا۔

اس قسم کے واقعات میں "ایک دوست بیتی" رشک انگیز حد تک دلکش اور سبق آموز ہے، اور جبتک ایسا ہی اتفاق پھر پیش نہ آئے یہی کہا جائے گا کہ یہ نجم سعادت انسان کی عمر میں شاید ایک ہی مرتبہ چمکتا ہے ——— یہ واقعہ اور اسکے تدریجی مراحل بہت ہی دلچسپ ہیں، اور نتیجہ خیز۔

جمعہ کا مُبارک دن تھا، میں نماز کے لئے اپنے دوست حمید صاحب کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، جناب حاجی محمد مصطفٰے خاں صاحب[1] کی روانگیِ حجاز کی اطلاع اسی دن ملی تھی۔ راستے میں مجھے ابتک تعجب ہے کہ اس الہامی تحریک کے یہ الفاظ میرے مُنھ سے کیونکر نکلے تھے کہ:- حمید صاحب بڑا نادر موقع ہے، خاں صاحب کے ساتھ آپ بھی عزمِ بیتُ اللہ کیوں نہیں کرتے؟"

ان الفاظ کا سُننا تھا کہ میرے دوست کا چہرہ مُضطرب آرزو و بیتاب تمنّا کا پردہ دَر بن گیا، ان کی ساری ہستی سمٹ کر آنکھوں میں آگئی، اور انھوں نے حیرت سے میری طرف دیکھا، جیسے بچہ پہلی مرتبہ کسی بازیگر کا کوئی شعبدہ دیکھے اور حیران رہ جائے۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اُلوفِ احترام نے

---

[1] مالک کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ۔

یا اس خوف سے کہ وہ اس سفر اور اس فریضے کے مستطیع نہیں ہیں، ان کا کلیجہ کانپ رہا ہے اور صنوفِ اشتیاق کہ کاش حریم رسالت (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کی زیارت کا شرف نصیب ہو جائے، اُن کا دل بھر آیا ہے ان کی پُر کیف، بیتاب و پُر خلجان خاموشی، میری بات کا پُر معنی جواب تھی۔ لیکن یہ کسے خبر تھی کہ ان الفاظ پر فرشتے "آمین" کہہ چکے ہیں، اور اُن کی رُوح "لبّیک" اور قدرت کا فیصلہ نویس قلم، یہ نعمتِ عظیم یہ عطائے بیکراں اُن کی تقدیر میں لکھ چکا ہے۔

کئی دن تک یہی سلسلہ جاری رہا کہ صبح سے گفتگو شروع ہو کر شام تک جاری رہتی، مختصر یہ کہ جب میرا اصرار، اور اُن کا اضطرار بڑھتا ہی چلا گیا، تو "لسانُ الغیب" سے تفاول کی ٹھہری، سرِ ورق پر جو شعر نکلا وہ ایک بشارتِ کُبریٰ تھی، گویا دیوانِ حافظؒ میں پوشیدہ۔ ے

بہیچ در نہ رَوم بعد ازیں زحضرتِ دوست
چو کعبہ یافتنم آیم، زبُت پرستی باز

آفتابِ اُمید کی یہ ہلکی سی کرن تھی، جس نے تذبذب، بے بضاعتی، تہی مائگی کے کہر کو کچھ دھندلا دھندلا چمکا دیا، خود میری یہ حالت تھی کہ میں برابر کہے چلا گیا کہ یہ سعادتِ ازلی آپ کے مقدر میں ہے، اور بتوفیقِ الٰہی ضرور نصیب ہو گی میرے بار بار یہی کہنے سے اُن کی رُوح اور قلب کی ساری کیفیتیں اُن کے بشرہ سے نمایاں ہو جاتیں، اور وہ ایک فخریہ عجز و اُفتادگی سے اپنی گردن جھکا لیتے۔ شاید خدا کو اُن کی یہی بات پسند آگئی۔

القصہ اس کوشش میں میں اور میرا اصرار بہیم، اکبر اور اُن کی خاموش طبیعت، احمد اور اُنکی پریشاں گوئی، اعظم اور اُن کی سیمابیت، یہ سب ایک طرف تھیں اور حمید صاحب مع اپنی محترز و اندیشہ پسند طبیعت کے دوسری طرف۔ خانصاحب کی روانگی کا وقت جتنا قریب سے قریب تر ہو رہا تھا، اُتنی ہی اس بندۂ خدا کی زبان اظہارِ مدّعا میں خشک ہوتی جا رہی تھی لیکن اس نرم طبع و خوددار شخص کے جھجکنے سے

ہوتا ہی کیا، کیونکہ خدا کے کام "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کے اصول سے انجام پایا کرتے ہیں۔ یقیناً مجھ سے پہلے میرے عزیز اور جگت بھائی سید فضل حسین صاحب نے اس بخت وری کی اطلاع خانصاحب کو دے دی ہوگی، کیونکہ جونہی موقع پاکر میں نے حمید صاحب کی اس آرزو کو اُن کے سامنے پیش کیا، تو اُنھوں نے اپنی آمادگی کا اِس فراخ حوصلگی و کشادہ دلی سے اظہار فرمایا، گویا وہ پہلے سے اس کے لئے تیار تھے۔ اب کیا تھا اِس کوہِ گراں کا درمیان سے ہٹنا تھا کہ ہمارے دوست کے دل میں اُمید و بیم کی تاریکی انوارِ یقیں سے بدل گئی، اور اِس خوش خبری سے اُن کی آنکھوں میں وہ آنسو ڈبڈبا آئے، کہ جو بے پایاں مسرت کے جزو لاینفک ہیں۔

اگرچہ اِس خود غرضی کے زمانے اور مطلب پرستی کی دُنیا میں کون کس کا ہوتا ہے، مگر نہیں اسی دُنیا میں کوئی کسی کا ہوتا ضرور ہے۔ چنانچہ خانصاحب کی اقبال مندی کی پناہ میں آجانے کے بعد اُنکے ارادہ کی ساری ابتدائی دشواریاں جامۂ کہن کی طرح تار تار ہو گئیں، اور خود بخود پیدا ہو جانے والی آسانیاں اُن کے شاندار مستقبل کا پتہ دینے لگیں۔ احساسات کے وفور و شوق و اضطراب کی کثرت نے ہر تلخی کو شیرینی میں تبدیل کرنا شروع کر دیا، اور اسباب سعادت نے اُن کے عزم و ارادے کی تکمیل کرادی۔

اب باقی تھی بزرگوں کی اجازت، ذاتی معاملات کی یکسوئی، اسباب سفر کی یکجائی، اور اِس تھوڑے سے وقت میں سید فضل حسین صاحب کی "شگفتہ" کوششوں سے پروانۂ راہداری کا حصول، مگر یہ سب مرحلے اِس طرح طے ہو گئے، کہ دیکھنے و سُننے والوں کو بجز حیرت و تعجب کے، اور کوئی زحمت نہ اُٹھانا پڑی۔

یکم مارچ کو "بستۂ دوست" حمید اس عُمر میں جبکہ نگاہیں زیادہ تیز، دماغ زیادہ حاضر، اور دل زیادہ حساس ہوتا ہے، اِس سفرِ نیاز کے لئے روانہ ہو گئے، اور شبانہ روز کی سوزش و شورش کے ساتھ یہ بُعدِ عظیم طے کر کے احاطۂ قرب میں فائز المرام۔

"ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"

ارضِ مُقدّس میں انھوں نے جو کچھ دیکھا اُس کو تو اُن کا دل ہی خوب جانتا ہوگا، لیکن جو کچھ پایا، وہ محبّت نظر آنکھ کے سامنے ہے۔ وحدت کدۂ ابراہیمی کی زیارت (جسے دیکھ کر جوشِ احترام سے چیخنے کو دل چاہتا ہے) طوفِ حرم، سعی صفا و مروہ، قیامِ منیٰ، میدانِ عرفات، اور تمام مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد محبّت و انبساط کا یہ نادر مجموعہ نافِ عالم کو خیرباد کہتا ہوا قلبِ کائنات کی جانب والہانہ شوریدگی و سرمستی کے ساتھ "فرق فرسا" ہوا۔ کاش! اس راہ میں حمیدِ سرمست کا یہ بینوا دوست بھی اُن کے ہمراہ ہوتا، اور سوز و گداز کی سرشاریوں سے مملو دل والے حمید کو اُس خطۂ پاک کی طرف، جسے دیکھ کر فرطِ مسرت سے رونے کو جی چاہتا ہے، اور جس کی معطّر صباحت، معنبر ملاحت، صبح و شام کا تموّجِ نور، اور اسکی زیبائی و رعنائی، عقل و ادراک تو ایک طرف رہے، قلب کی گرفت سے بھی باہر ہے، بڑھتے ہوئے دیکھتا۔۔۔ اقبالؒ نے خوب کہا ہے۔ ؎

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

مگر میں کہتا ہوں کہ کہنے والے نے پھر بھی کم کہا۔ کرّۂ زمین کا یہی تنہا فخر ہے کہ اسبق الموجودات، اکمل المخلوقات شہنشاہِ کونین و سلطان فی الدّارین کا جسدِ اطہر و مطہر اُسکے قلب کے اندر امانت ہے، امانتِ خداوندِ ذی الجمال۔

خوشا نصیب اُنکے کہ عنایاتِ الٰہی و الطافِ نامتناہی کے طفیل وہ اس عمر میں دُنیا کی مزخرفات سے اپنا دل بچا کر مدینۂ منوّرہ کی حاضری و زیارت سے بہرہ مند ہو گئے، اور "حضرتِ دوست" کی نوازش کارانہ توجہ کی بدولت وہاں پہونچ گئے، کہ جس کی تمنا میں بہتوں کے بال سفید ہو گئے، اور پھر بھی محروم رہ گئے۔ خانصاحب کا احسان و کرم، ایثار و لُطف، اُن کی پُرخلوص محبّت، اور دلکش معیت، حمید صاحب کی سہولتوں کی کفیل ہو گئی، اور حضرتِ دوست" کی ہمّتِ عالی نے ان کو ہند کی مسموم جانگسل سے نکال کر

وادیِ بطحا و طیبہ کی نسیم جان و ایمان پرور میں پہونچا۔ ؎

اجرش دہد خدائے کہ گردست یاوری

باآں کساں کہ ناصر و یاور نداشتند

تین ماہ سے زائد سفر و قیام حجاز کے بعد خیالات و جذبات کا یہ ہم آہنگ اتحاد جب بخیر وطن پہونچا اور حمید صاحب کو میں نے ریل سے اُترتے دیکھا، تو اُن کی آنکھیں و دل دونوں لبریز تھے، اس فرق کے ساتھ کہ لب آسا ہنستا ہوا جانے والا حمید، لب چشم آسا روتا ہوا آیا، اب یا تو کوئی چوٹ انھوں نے دل پر کھائی تھی یا اُن کے قلب و رُوح میں کوئی مست کیفیت تھی، کہ جس کا خمار اُن کی آنکھوں میں اب تک نمایاں تھا، اور چہرہ حرمین کی برکتوں کی فراوانی سے رُوشن۔

اس موقع پر حضرتِ نکہت شاہجہانپوری نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنی ایک رُباعی میں حمید صاحب کی جن کیفیات اور وارداتِ قلبی سے متاثر ہوکر اپنے حُسنِ خیال کا اظہار کیا ہے، وہ اُن کے جذبۂ محبت اور اضطرابِ شوق کی آئینہ دار ہے۔ خوب فرمایا ہے۔ ؎

اے آنکہ مشرف شدی از سیرِ حجاز

رفتی بہ حریم کعبہ سرگرمِ نیاز

با سرِ حقیقت آشنا آمدہٗ

صد کعبۂ عشق را شوی برگ و ساز

بعد کی فرصتوں میں جب میں نے حمید صاحب کے جذبات دیکھے، تو یہ ثابت ہوگیا کہ وہ خدا پرستی کی نیکیاں اپنے ساتھ لائے ہیں، اور جب اُن کا نعتیہ کلام سُنا، تو یقین ہوگیا کہ وہ اپنا دل مدینۂ منورہ کی آرزوؤں میں تبدیل کر آئے ہیں، اور اُن کی رُوح میں ایک خوش آیند لے پیدا ہوگئی ہے، جس کو قائم رکھنے کی اگر انھوں نے کوشش جاری رکھی، اور رُوح کی تمناؤں، دماغ کی تخئیل، اور دل کی حسرتوں کو اس نقطۂ اصل

ہے آوارہ نہ ہونے دیا، تو ان کی صفتِ قلبی و ضمیرِ عاشقی کا پڑھایا ہوا یہ سبق اُن کی زندگی کو مُرتب کردے گا اور مُزیّن، اور جب انھوں نے اپنے آپ کو ایسا بنالیا ہے تو رحمتِ الٰہی اُن کے ساتھ، اور مشکوٰۃِ نبوت سے پائی ہوئی ضیا اُن کی مشعلِ راہ۔

آجکل کے حیرت انگیز ذرائعِ سفر کے سامنے نہ تو بعید سے بعید مسافت کوئی چیز ہے، اور نہ دُنیا کی کوئی شے امکان کے دائرے سے خارج، تو کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ اشتیاق و اضطراب پھر اُن کو سرورِ عالم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاکیزہ شہر میں، کہ جہاں امام مالکؒ نے انتہائی ادب سے جوتہ ہی نہ پہنا، حضرتِ جامیؒ نے سر کے بل بھی حرم منوّر میں داخل ہونے کی جرأت نہ کی، جہاں کی آستاں بوسی کو تاجدارانِ عالم اپنی نجات سمجھتے ہیں، جہاں ماہتاب اپنے نور کو فرش بوسی کے شرف سے جبتک مُشرّف نہیں کرلیتا اُس میں خنکی و لطافت پیدا ہی نہیں ہوتی، جہاں آفتاب کی شعاعِ زرّیں جس وقت تک گنبدِ خضرا کو بوسے نہیں دے لیتی دُنیا میں اُجالا ہی نہیں ہوتا، اور جہاں جبرئیلِ امینؑ ملائکۂ مقربین کے پَروں کے ساتھ اب بھی ہر صُبح سلام کو حاضر ہوتے ہیں، ہمارا یہ جوانِ صالح مدّاحِ دیارِ حبیبِ اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پھر نہ پہونچ جائے۔ اور کیا یہ کہنا بیجا ہوگا کہ اُن کا ہندوستان آنا اُن کے حجاز جانے سے بہتر ہے، کیونکہ وہ حجاز گئے تھے ہندوستان آنے کے لئے، اور اب ہندوستان آئے ہیں حجاز جانے کے لئے۔ خدا سے دُعا ہے۔ ع

"کہ ایں آوارۂ ارضِ حرم آوارہ تر بادا"

میری دلی تمنّا ہے کہ اب وہ اپنے حرارت بھرے سینے کے محفوظ الفاظ رقصِ صوتی و توازن و ترنّم، تخئیل کی بلندی و طرفگی اور اس لطیف حس کو اُس کی اصلی لطافت کے ساتھ جو روضۂ مطہرہ کی زیارت کے باعث پیدا ہوگئی ہے صرف مدحِ رسولِ انام علیہ السلام میں صرف کریں، اور اپنی اس ارضی زبان میں وہ سماوی تخئیل بھریں کہ محسنؒ کی بلندی تک پہونچنے میں اُن کو مایوسی نہ ہو، کیونکہ حمد و نعت شاعری کا اعلیٰ علّیین ہے، اور موجودہ شعر گوئی عام طور سے حماقتِ منظوم اور شاعری اسفل السافلین۔

جو چیز بیقرار ہو کر ڈھونڈھی اور پھر پائی جاتی ہے اُس کی خوشی کا کیا اُن کو اندازہ نہیں؟ اِسلئے
میری دُعا ہے اور دل سے کہ اُن کا یہ جوش، یہ التہاب، اُن کو ہر چیز سے بیگانہ کر دے۔ اِس مئے دانش رُبا
کا خمار کبھی کم نہ ہو، اور خوش نصیب زائرِ حرم اعمالِ صالح کے لئے آگے بڑھنے میں اس عہدِ زریں کے
صالحین کی تقلید کے واسطے پیچھے نہ ہٹے، اور خدا کرے کہ اُن کا وہ لُطف و دردِ سرمدی مسرت جو وہاں سے
اپنے دل میں لائے ہیں کبھی کم نہ ہو۔ حریمِ نبوت کے مناروں سے آنیوالی اذانوں کی کانپتی ہوئی صدائیں
اُن کے گوشِ دل میں ہمیشہ گونجتی رہیں، اُن کی آنکھوں کی وہ تابناکی جو روضۂ اقدس کی زیارت سے پیدا
ہوئی ہے کبھی ماند نہ ہو، اور حرمِ کعبہ کے مرعوب کر دینے والے حُسن کے بعد حرمِ نبوت کے مغلوب کر دینے والے
جمال میں فنا ہو کر وہ حیاتِ جاوداں پائیں، اور ہوائے مدینۂ منورہ کا یہ شوق اِس طائرِ بے پرواز کو
پھر ایک دفعہ وہیں لے اُڑے، اور اپنے ساتھ مجھے بھی۔ ؎

دولتم ایں بس کہ بعد از محنت و رنجِ دراز
بر حریمِ آستانت می نہم روئے نیاز

اسیرِ فراقِ دوست

"عبد الحی"
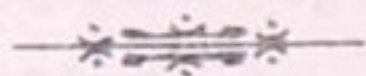
پیش لفظ

(از:- علامۂ عصر مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی بی، اے)

حمید صاحب لکھنوی "زائرِ حرم" کے نام سے مشہور ہیں، یہ لقب اُن کے حق میں اسم بامُسمّٰی ہے، زیارتِ حرم اُن کی رگ رگ میں بس گئی ہے۔ "قال" سے گزر کر "حال" بن چکی ہے۔

کلام ان کا اکثر شائع ہوتا رہتا ہے، کہیں کہیں ان سطور کے راقم کی بھی نظر سے گزرا، یہ ممکن نہ ہوا کہ جب کبھی نظر پڑی کلام کو بے پڑھے چھوڑ دیا ہو، کشش ہی کچھ ایسی ہے۔

بحریں عموماً رواں و شگفتہ، زبان صاف و سادہ، مضامین اغراق و غلو سے پاک، کلام جاندار اتنا کہ گویا صفحۂ کاغذ پر چھپا ہوا نہیں، زندہ و ذی رُوح شاعر کی زبان سے ترنّم کے لہجے میں ادا ہو رہا ہے، اور دل کا شوق و نیاز ہے کہ اُبلا پڑتا ہے۔

نعت گو اردو میں بھی بہتیرے ہوئے ہیں اور ہیں، کم ایسے ہیں جو ایسا مذاقِ سلیم رکھتے ہوں، اور اتنے ادب شناس دربارِ نبوّت کے ہوں! یہاں نہ دوسرے انبیاءِ کرامؑ سے تقابل ملے گا، نہ ان حضرات کیلئے شائبۂ توہین کہیں سے نکلے گا، نہ دُنیا کے اُس سب سے بڑے مُعلّم، مزکّی، مُتقّی، ہادیؐ کے حق میں کوئی مدحیہ کلمہ رکیک یا بازاری انداز کا ملے گا، اور نہ (نعوذ باللہ) استخفاف و سوءِ ادب کا کوئی نشان کعبۃ اللہ و شعائرِ دین کے حق میں پایا جائے گا، یہ وصف عام نہیں خاص ہے، معمولی نہیں غیر معمولی ہے۔

حُبِ نبیؐ و عشقِ رسُولؐ کے دعویداروں کے لئے خدا کرے یہ کلام نمونہ، معیار، اور دلیلِ راہ کا کام دے۔
محبّت نام بے قیدی کا نہیں، اور پیغمبر کیساتھ عشق تو اصلاً مُترادف ہے اُنکے پیام کے ساتھ عشق کا۔

عبدالماجد
دریاباد ـــــ بارہ بنکی

۲۷ فروری ۱۹۴۱ء
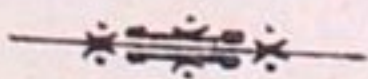
تقریظ

(از حضرت العلامہ سید سلیمان صاحب ندوی)

"گلبانگِ حرم" کے مطالعہ سے آنکھیں روشن ہوئیں، نعت کی راہ شاعری کی سخت ترین راہوں میں سے ہے، اور تمام اصنافِ شاعری سے مشکل ہے۔ بقولِ عرفی :- ع

"آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را"

اس کے لئے اوّل قلب کا عشق بندی سے معمور ہونا شرط ہے، پھر تعبیر و اظہار پر قدرت، اور پھر فصاحت و بلاغت اور شاعری کے جملہ اصول و لوازم کی رعایت! شعراء میں سے امیر خسروؒ اور مولانا جامیؒ کو یہ دولت ملی تھی، زائرِ حرم مُبارکباد کے قابل ہیں کہ اُن کا کلام ان سب معیاروں پر پورا ہے۔

ماشاءاللہ سوزِ دل ہے، عشق و محبّت سے قلب معمور ہے، شاعری کے جُملہ محاسن پر قدرت ہے اور جُملہ لوازمِ شاعری کی بالکلیہ رعایت ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالٰی اس فیض سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔ والسّلام

سید سُلیمان

۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

(بھوپال)

تقریظ
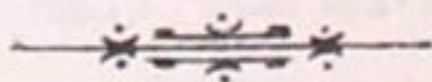
(از۔ حضرت العلاّمہ مولانا سیّد مناظر احسن صاحب گیلانیؒ)

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

"حدیث" "بات یا سخن" کے ہندی و فارسی الفاظ کا عربی ترجمہ ہے، انھیں کی بات صرف بات، اور انھیں کا سخن صرف سخن ہے، شاید اسی کا اظہار مقصود تھا کہ "حدیث" صرف انھیں کی باتوں کا نام تھا جنکی باتوں میں سارے جہان کی سچی باتیں سمائی ہوئی تھیں، مگر ملفوظاتِ طیبہ علیٰ صاحبہا الف سلام وتحیۃ کے ساتھ ساتھ بتدریج ان افعال کو بھی اسی لفظِ حدیث کے نیچے درج کرلیا گیا، جو اگلوں کے نمونوں کی نمائندگی کرتے ہوئے پچھلوں کے لئے رہتی دنیا تک "اسوۂ جامعہ" کی آسمانی سند کے استناد سے ممتاز ہیں، پھر دائرے میں وسعت پیدا ہوئی، اور حدیث کا اطلاق ان چیزوں پر بھی ہونے لگا جنھیں دیکھنے والے نے دیکھا، اور دیکھنے کے بعد یہ فرمایا کہ آئندہ انھیں نہ دکھایا جائے، اصطلاحاً اسی کا نام "تقریر" ہے ـــــــ بس دیکھا گیا تھا کہ :۔ ؎

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

متیم اثرھا لم یفد مکبول

کی تشبیب کے ساتھ سنانے والا قصیدہ سنا رہا ہے اور اُٹھانے والا اُسے چادر اُڑھا رہا ہے جو العٰلمین پر ارحم الراحمین کی رحمت کی چادر بن کر چھایا ہوا ہے۔

کہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ تقریر سے بھی، فعل سے بھی، قول سے بھی، اگر شاعری کے کسی حصہ کی "مسنونیت" ثابت ہوچکی ہے تو یہ وہی حصہ ہے جسے "گلبانگِ حرم" کے نام سے آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

حضرتِ "زائرِ حرم" کی جسمانی زیارت سے محروم ہوں اور رُوحانی ائتلاف کا شرف بھی ان دیباچوں کے پڑھنے سے پہلے حاصل نہ ہوا تھا جو اِسی "گلبانگِ حرم" کے ساتھ شریک ہیں۔ ان میں رفیق العرفات حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی، اور حُبّی فی الدُّنیا والآخرہ حضرتِ اَمجد کے قلم کی گلکاریوں کے ساتھ "والہانہ تعارف نامہ" ہمارے برادرِ عزیز الحاج مولوی عبد الحی خاں صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اُن کے تعارف کے الفاظ کو یہ جاننے سے پہلے کہ یہ الفاظ کس کے ہیں، ہر ہر سطر پر دل شہادت دے رہا تھا کہ یہ کسی جانے پہچانے کے جذبات ہیں، لکھنے والے کے نام پر آخر میں نظر پڑی، اور دل کی شہادت درست تھی، اس کی تصدیق سے مسرّت ہوئی۔

"زائرِ حرم" اب میرے لئے بھی جانے پہچانے ہو چکے ہیں، میں نے اُن کو پہچان لیا، اور انشاءاللہ وہ بھی مجھے نہ بھولیں گے، اُن حالات میں نہ بھولیں گے جو اُن کے آگے پیش آنے والے ہیں، پہلا قصیدہ جب سُنایا گیا تھا تو سُنانے والے کو "بردِ یمانی" سے سرفرازی بخشی گئی تھی، جس سے خدا ہی جانتا ہے کتنے سلاطین اور خلفاء سر بلندی حاصل کرتے رہے۔

مجھے اُمید ہے کہ اس راہ کے راہرو کے لئے انشاءاللہ یہ "سُنّت" قائم ہو چکی ہے، یہ اُنکی سُنّت ہے جن کی سُنّت خدا کی سُنّت ہے۔

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا

"زائرِ حرم" کو اُمیدوار رہنا چاہیئے، اس سُنّتِ قائمۂ جاریہ سے خدا نے چاہا تو ان کو بھی حصّہ ملے گا۔

کیا بیسویں صدی کے "رئیس المتغزلین" کے مدحی اعترافات میں ان کو اپنے مدحی قصائد اور غزلوں کے صِلے کی جھلک نظر نہیں آتی، میرے خیال میں حضرتِ جگر مرادآبادی کے توصیفی و توثیقی کلمات نے "زائرِ حرم" کی "شعریت" پر مُہرِ شہادت ثبت کر دی ہے۔

صاحبدلوں کے لئے "زائرِ حرم" کا سارا کلام اُن کے دلوں کا ترجمان ہے۔ پہلی نظر میں نظر نے

بعض اشعار کو چُن لیا مثلاً۔ ؎

دیکھے تو چشمِ خاص سے اُنکی طرف کوئی ؛ کیا چیز ہے نگاہِ محبت لئے ہوئے

خود حقیقت بھی ہے اسیر اسکی ؛ اللہ اللہ مجاز کا عالم

دَرِ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حضوری کا یہ تجربہ جو "زائرِ حرم" کو ہوا، شاید ہی اِس تجربے سے کوئی حاضر ہونے والا محروم رہا ہو۔ ؎

دَرِ حضور پہ دل تھا کچھ اِس طرح سے غنی ؛ کہ جیسے قبضے میں کونین کا خزانہ تھا

اربابِ بصیرت نے "زائرِ حرم" کے کلام کی جس خصوصیت کا تذکرہ کیا ہے، خود بھی جس کا اظہار اُنھوں نے اپنے اِس شعر میں کیا ہے کہ۔ ؎

رہے پاسِ آداب اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

بلاشبہ اُن کے کلام کی یہ بڑی خصوصیت ہے، اوّل سے آخر تک باوجود انتہائی وارفتگی کے "دین باختگی" سے اُن کا دامن بچا رہا ہے۔

مناظر احسن گیلانی

۹ فروری ۱۹۴۷ء

تقریظ
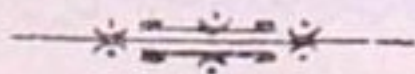
از۔جناب پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی بی،اے (علیگ)

نعت کہنا آسان نہیں ہے، یہ نعت کی خوش نصیبی ہے، نعت گویوں کو سراہنے والے بہت مل جاتے ہیں یہ نعت کی بد نصیبی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عام شعراء جس عقیدت کا اظہار کرتے ہیں وہ رسمی یا مذہبی زیادہ ہوتی ہے، شخصی بہت کم۔ نعت ہی نہیں دوسری اصنافِ سخن کا بھی یہی حال ہے، اس لئے ہمارے ہاں کی شاعری زیادہ تر ڈھرّے کی شاعری ہو کر رہ گئی ہے۔

آج سے پہلے حمد و نعت میں کچھ نہ کچھ کہنا ہر شاعر کے لئے ضروری ہوتا تھا، ظاہر ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا، خدا ہو، رسولؐ ہوں، کوئی ہو، جب تک شاعر کو اُس سے شخصی شغف نہ ہو گا، بات نہ بنے گی کبھی بہت زیادہ اَب بہت کم! نعتیہ شاعری پر وجد یا رقص کرنا بعضوں کے نزدیک عبادت، ورنہ خوش اطواری یا وضعداری سمجھی جاتی تھی۔ سماع کی محفلوں میں آپ نے کیسے کیسے بے سُرو با گانوں یا اشعار پر لوگوں کو "دست افشاں و پائے کوباں" دیکھا ہو گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نغمہ یا نعت کا اثر نہیں ہوتا، میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ لا یعنی اشعار یا گانے پر سر دھننا کوئی سلیقہ کی بات نہیں ہے، خواہ وہ اشعار یا نغمے خدا ہی کے سامنے کیوں نہ پڑھے یا گائے جائیں۔ میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ گھٹیا شعر بڑھیا سے بڑھیا گانے کو چوپٹ کر دیتا ہے۔ ایسے اشعار یا گانے پر بھی اگر کوئی رقص یا وجد کرے اور یہ بتائے کہ یہ عبادت ہے تو پھر میں کچھ نہ کہوں گا سوا اس کے کہ عبادت کا میں بھی قائل ہوں، لیکن اس پر تیار نہیں ہوں کہ عبادت آپ یہ

اور خوں بہا میں اُدا کروں۔

اُردو نعت میں مَیں چند بزرگوں کا قائل ہوں، مثلاً:۔ حالی مرحوم، اصغر گونڈوی مرحوم، اور حضرت اقبال مغفور کا۔ جہاں تک شاعرانہ حُسن آفرینی و حُسن کاری کا تعلق ہے مَیں مُحسن کاکوروی مرحومؒ کے کمال کا بھی مُعترف ہوں کیسی پُرخار و پُرخطر راہوں سے کس لُطف و مشاقی سے یہ گزرے ہیں کہ بے اختیار دل سے تحسین نکلتی ہے لیکن مُحسن کے ہاں صنّاعی ہے، سپردگی نہیں۔ تخئیل کی رعنائی ہے، رُوح کی وارفتگی نہیں۔ سُخن ہے، شغف نہیں۔

اصغر مرحوم کی شاعری میں نُزہت و نور کی جو فضا ہے وہ اُن کی شخصی تأثّرات سے مِل جُل کر نعت میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ غالباً ایک ہی نعت کہی ہے، اور خوب کہی ہے۔

حالی مُجسّم انسانیت تھے، پھر رحمتِ عالمؐ کے حضور میں!۔ اُردو نعت میں آج تک نظم کہی گئی ہو یا نثر حالی کی نعت کا جواب نہ ہوا۔ ایک سے ایک سحر طراز آئے، لیکن حالی سے آگے نہ بڑھ سکے، نہ روگرداں ہو سکے مُستفید سبھی ہوئے۔

اقبال کو رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو شخصی والہانہ عقیدت تھی، وہ طرح طرح سے اُن کے کلام میں جلوہ گر ہے۔ مجھے اکثر یہ محسوس ہوا ہے کہ اقبال کے کلام کا وزن و وقار اور حُسن و جمالِ رسُولِ عربیؐ ہی کی گرانمایہ شخصیت کے مِحور پر گردش کرتا ہے، اور یہی وہ قوت ہے جو اُن کے کلام میں کبھی کہیں سے ڈھیلا پن نہیں آنے دیتی۔ اقبال کے بعض نکتہ چیں یہ کہتے ہیں کہ اقبال پر مذہب کی گرفت ہے، یہ اعتراض سطحی اور اصطلاحی ہے۔ دراصل اقبال پر سب سے بڑے انسان کی گرفت ہے، سب سے بڑے مذہب کی نہیں، اور اقبال کا یہ تنا بڑا امتیاز ہے جو صرف بہت ہی بڑے اشخاص یا شعراء کے حصّے میں آیا ہے!۔

نعتیہ کلام کی محرومی یہ رہی کہ ہمارے بیشتر شعراء نے اسے ایک مُقدس رسم سمجھ کر اختیار کی، اور سُننے والوں نے ثواب کی خاطر آہ یا داہ کر لی۔ اِس طرح کے کلام، اِس طرح کے شعراء، اور اِس طرح کے

مقاصد نے مِل جُل کر نعت کو شریفوں یا شاعروں کا شیوہ نہیں، مراثیوں کا پیشہ بنا دیا ہے۔

حمید صاحب کے "گلبانگِ حرم" میں آپ کو کمالاتِ شاعری کے نمونے نہ ملیں گے، کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شاعری مقصود بھی نہیں۔ خوبصورت ترکیبیں، تشبیہ و استعارات کے نوادر، زبان و بیان کے کرشمے بھی نظر نہ آئینگے۔ حمید صاحب غالباً اِس قسم کی باتوں کے کچھ زیادہ قائل بھی نہیں ہیں۔ اُن کے کلام اور شخصیت دونوں میں جو بات ممتاز نظر آتی ہے، وہ اُنکی رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے شخصی اور مخلصانہ عقیدت ہے (مولویانہ نہیں)۔ اُن کو دیارِ حرم کے چپّہ چپّہ اور ذرّہ ذرّہ سے عشق ہے، جس کو وہ بڑے معصومانہ اور شریفانہ انداز سے بیان کرتے ہیں۔ اخلاص و محبّت سے زیادہ سرشت کو سنوارنے والی شاید ہی کوئی اور چیز ہوتی ہو۔ میں غیر شخصی محبّت کا بھی احترام کرتا ہوں مثلاً کسی کو مذہب سے محبت ہو، وطن سے محبّت ہو، غریبوں، یتیموں، غلاموں سے اُلفت ہو، لیکن میرے نزدیک سب سے کاری محبّت وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کے واسطہ سے نشو و نما پا کر عالم پر محُیط ہو جائے! شاعری میں یہی حقیقت جلوہ گر ہوتی ہے، تو شاعری کی بعض کوتاہیوں کو بھی دل آویز بنا دیتی ہے۔

"گلبانگِ حرم" میں پاکیزگی اور معصومیت ملتی ہے، پڑھنے والے پر اس کا اثر پڑتا ہے اور ہم شاعر اور اُسکے موضوع دونوں سے محبّت کرنے لگتے ہیں۔ جگر صاحب کے ہمراہ حمید صاحب سے "حنا بلڈنگ" میں صرف ایک بار ملاقات ہوئی۔ جگر صاحب کا پہلے سے قائل تھا، اب حنا بلڈنگ" کا بھی قائل ہوں۔

رشید احمد صدّیقی

یونیورسٹی علی گڈھ ــــــ ۱۵ر جولائی ۱۹۴۸ء
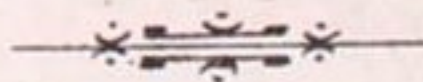
تقریظ

(از - رئیس المتغزلین حضرتِ جگر مُرادآبادی)

بُنیادی طور پر دُنیا میں نہ کوئی نیا جذبہ ہے اور نہ کوئی نیا خیال، محض شاعر کی انفرادیت اندازِ بیان کے ساتھ ساتھ جذبہ و خیال کو بھی نئی صورت میں پیش کر دیتی ہے۔ اگر شاعر نے تنہا اپنی جہت سے کہا ہے تو شعر میں اُس کی صوری یکتائی کی طرح اُسکے باطنی تأثرات کا ہونا بھی لازمی ہے، بہ صورتِ دیگر محض مشق و مہارات اور قافیہ و ردیف کی مدد سے اگر دوسروں کے خیالات و جذبات کو نظم کر دیا گیا ہے وہ کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو شعر کہلائے جانے کا مُستحق نہ ہوگا، بلکہ اگر کچھ کہا جا سکتا ہے تو صرف ایک کامیاب نقالی۔

شاعر کے شعر و ادب میں اُسکی زندگی کا پایا جانا بھی لازمی ہے، اُسکے علاوہ شاعر کی ذہنیت اور اُسکی استعداد کو بھی پاکیزہ اور بلند ہونا چاہیئے، اِسلئے کہ اگر شاعر نے اپنی انفرادیت کا حق ادا کیا ہے تو اُسکے کلام میں اُسی کی ذہنیت و استعداد کا پرتو ہوگا، اس صورت میں اگر شاعر پاکیزہ نفس، وسیع النظر ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع معلومات بھی رکھتا ہے تو اُسکے کلام میں اُسکی تمام مزاجی خصوصیات کی جھلک نمایاں طور پر موجود ہوگی۔

حمید صاحب کو قدرت نے شاعر پیدا کیا ہے، وہ استعدادِ عشق و جمال کے ماتحت شدید الاحساس انسان ہیں صادق اور پاکیزہ اخلاق و جذبات کے مالک ہیں اُنکی ہستی سُراپا خلوص و محبت اور مُجسّم سوز و گداز ہے۔

موصوف سے میرے تعلقات بیحد مخلصانہ ہیں، میں نے انھیں خلوت وجلوت میں دیکھا ہے، ایک زمانہ تک کے تجربے اور مشاہدے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اسکے متعلق اشارہ کر چکا ہوں، اور اسی قدر کافی ہے۔

یہی تمام انکی مزاجی خصوصیات انکے کلام میں پائی جاتی ہیں، صداقت و واقعیت اور سوز و گداز کے ساتھ ساتھ انکے کلام میں بیحد سادگی پائی جاتی ہے، ایسی سادگی جس پر ہزار ہا رنگینیاں نثار کیجا سکیں۔ سب سے اہم بات جو مجھے محسوس ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ موصوف کی زندگی اور انکے کلام میں تضاد مطلق نہیں پایا جاتا، بہ الفاظ دیگر گویا انکی زندگی انکی شاعری ہے اور انکی شاعری انکی زندگی!۔

جناب حمید مجاز میں بھی کہتے ہیں اور حمد و نعت میں بھی لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس درجہ کا سوز و گداز اور درد و اثر انکے نعتیہ کلام میں پایا جاتا ہے اُن کی عشقیہ شاعری میں اُس حد تک اس کی افراط نہیں، اور ایسا ہونا بھی چاہیے۔

جناب حمید صحیح طور پر مذہبی انسان ہیں، اور میں ذاتی واقفیت کی بنا پر انکی یہ جامع اور اشرف تعریف کر سکتا ہوں کہ وہ بڑی حد تک سچے مسلمان ہیں، اور ایک مسلمان کو جو استغراق اور شیفتگی و فریفتگی سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا چاہیئے وہ اُن میں دقیع درجے تک موجود ہے، اگر اس استغراق اور جذب کا درجہ بلند نہ ہوتا تو انکی دنیاوی بے سر و سامانی اور اسکی مجبوریاں انکو اسکی ہرگز اجازت نہ دے سکتی تھیں کہ وہ ایک ہی بار نہیں، بلکہ گیارہ بار اُس ارض پاک پر جا کر سجدے کر سکتے جس پر عرش و کرسی کو بجا طور سے رشک آتا ہے، اور جس ارض پاک کو سر بلند کرنیوالے کی ذات اقدس کو عرصۂ شہود میں لانے پر خود خالق و مالک ارض و سما فخر کرتا ہے۔

حمید صاحب کے کلام میں جو خلوص و محبت اور کیف و تاثیر موجود ہے اُس سے اِس بات کا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ نہ صرف درک حقیقت سے بہرہ مند ہیں بلکہ اپنی ذات میں گمشدہ حقیقت ہونے تک کا امکان رکھتے ہیں۔ انکی روح حسن حقیقی کی تلاش میں سرگرم کار رہتی ہے، اور اُن کا دل نشۂ عشق میں سرشار! اور اب

اُن کی حاضری بھی حاضری ہے، اور غیر حاضری بھی حاضری بن چکی ہے ۔

موصوف کو دیارِ حبیبؐ سے حد درجہ عشق ہے، بارگاہِ مدینۃُ الرسولؐ کی یاد، اور گنبدِ خضرا کا تصوُّر اُنکی زندگی کا سہارا ہے، ذکرِ حریمِ رسالتؐ اُن کے لئے خلاصۂ ایمان و باعثِ حیاتِ جسم و جان ہے لیکن اُنکی فطرتِ صالحہ "با محمدؐ ہوشیار" کی رازدار ہے، اِسلئے اُنکے پورے کلام میں ایک شعر بھی ایسا نہیں مِل سکے گا جس میں حُدودِ ادب کا پوری طرح احترام ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔

مجھے مکمّل یقین ہے کہ ناظرین حضرتِ حمیدؔ کے کلام کو سندِ قبولیت عطا فرمائینگے، اور بڑی سی بڑی حد تک میری رائے کی تصدیق کرینگے ۔

دُعا کرتا ہوں کہ خدائے عزّ و جل موصوف کے افکار کو دائمی زندگی عطا فرمائے، اور اُنھیں بھی تادیر زندہ و سلامت، بامُراد و مُسرور رکھے ۔ آمین یا ربّ العالمین!۔

مُخلص:۔

جگرؔ عفی عنہٗ

تقریظ
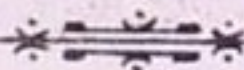
(از جناب الحاج مولانا احمد حسن صاحب امجد حیدر آبادی)

"مدینہ کی گلیوں والے" حمید صاحب سے ابتداءً خط و کتابت کی مُلاقات تھی، اُسکے بعد لکھنؤ کے چوک "حنا بلڈنگ" میں صورتاً بھی نیاز حاصل ہوا، اُن کے کلام کا پہلے ہی مُعترف تھا، اُنکی شریفانہ صورت، خلوص و محبّت اور اخلاقِ حمیدہ اور بھی قولِ شارح ہو گئے ــــ جس طرح دُنیا کی ہر چیز کی دو ۲ قسمیں ہیں، اُسی طرح شاعری کی بھی دو ۲ قسمیں ہیں :-

۱۔ **محمود!** جیسے حمید صاحب کی شاعری، جو حمدِ الٰہی اور نعتِ رسالت پناہی کا مجموعہ اور سرمایۂ نجاتِ دُنیا و آخرت ہے۔

۲۔ **مذموم!** جس کی مثالیں بہت عام ہیں، جس سے "یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ" کے تحت ضلالت کی ہدایت ہوتی ہے۔

حمید صاحب کی یہ نظمیں ہر طرح محمود ہیں، کلام میں ایک خاص کیفیت اور والہانہ انداز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کسی کی محبّت میں وارفتہ اور دُنیا و مافیہا سے بیخبر ہو کر دل کے اسرار زبان پر لا رہا ہے۔

فقیر الی اللہ

احمد حسن امجد

درویش منزل ــــ حیدر آباد دکن

اربابِ صحافت کے تبصرے

مُدیر "صدقِ جدید" :————

زیارتِ حرم سے مُشرّف ہونیوالے ہندی مُسلمان ہر سال ماشاءاللہ ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں لیکن "زائرِ حرم" کا لقب صرف "حمید لکھنوی" کے حصّے میں آیا ———— محض قسمت و نصیب سے نہیں، ایک حد تک حق و استحقاق کی بناء پر بھی ———— "گلبانگِ حرم" کا چوتھا ایڈیشن پیشِ نظر ہے، ماشاءاللہ خوب پھیلا، بار بار کا چھپا ہوا۔ بعض اہلِ قلم نے کلام کو پرکھا ہے، جانچا ہے، تولا ہے، اور بعض نے شاعر کے حق میں "نذرِ عقیدت" پیش کردی ہے۔ بعض دیباچے ان میں سے خود اِس قابل ہیں کہ مزے لے لے کر پڑھے جائیں۔ قصیدے، خود قصیدہ گو کی شان ہیں ———— کلام کی داد اِس سے قبل دیجا چکی ہے، اور پھر یہ تو نقشِ ثانی بھی نہیں، نقشِ ثالث بھی نہیں، نقشِ رابع ہے۔ کمیت و کیفیت حجم و نوعیت، دونوں میں پہلے ایڈیشن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ———— بحریں عموماً سُبک و شگفتہ، کلام بے تکلّف و بیساختہ، پڑھتے جائیے اور جھُومتے جائیے ———— حمید دیوانے ہیں، مگر دیوانگی میں بھی "بکارِ خویش ہُشیار"، خود لوٹتے ہیں، تڑپتے ہیں، دوسروں کو لُٹاتے ہیں تڑپاتے ہیں، لیکن اتنا ہر حال میں یاد رکھتے ہیں کہ محبوب ہے کون؟ وہی جو آقا و سردار بھی ہے، بُزرگوں کا بُزرگ اور بڑوں کا بڑا ———— مستی و سرشاری کے ساتھ اتنا فرقِ مراتب، اور پاسِ ادب، کمتر ہی کسی کے حصّے میں آتا ہے، اور حمید انھیں "کمتروں" میں ہیں ———— خود بھی تو کہہ گئے ہیں۔ ؎

رہے پاسِ آداب اے دل ہمیشہ ؞ ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

اِس تازہ ایڈیشن میں کوئی ۴۸ صفحے کتاب کے اِس موضوع سے الگ شاعر کی غزلیات اور نظموں وغیرہ کی نذرِ نظر آتے ہیں۔ یہ سارا کلام بھی رنگینی، لطافت، شادابی سے خالی نہیں، عطریت معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے تارِ نفس میں سرایت کئے ہوئے ہے، اور نفاست و پاکیزگی، خوش سلیقگی جیسے کلام حمید کا جُزو بن گئی ہے۔

"صدقِ جدید"

مدیر "معارف":۔

"گلبانگِ حرم" زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی کی پُرکیف نعتیہ نظموں کا ایک دلکش مجموعہ ہے جن میں بڑی روانی، شگفتگی اور ادب شناسی کے ساتھ کمال سرشاری و سرمستی سے بارگاہِ نبوتؐ میں عقیدت و محبت سے لبریز جذبات کی نذر پیش کی گئی ہے۔

زائرِ حرم جناب حمید صدیقی کی نعتوں کی شہرت تعارف سے مُستغنی ہے، انکی مقبولیت کا یہ ثبوت ہے کہ چند برسوں کے اندر انکی نعتوں کے مجموعہ "گلبانگِ حرم" کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، اب کا چوتھا ایڈیشن شائع ہوا ہے، جس میں نئی نعتیں بھی شامل ہیں۔

تمام اصنافِ سخن میں نعت گوئی بہت مشکل ہے، اس کے لئے اخلاص و محبت کے جذبے کیساتھ جس اعتدال توازن اور حدود شناسی کی ضرورت ہے، وہ کم شعراء میں پائی جاتی ہے، اِسلئے اُردو میں اچھے نعت گو بھی بہت کم ہیں، اس زمانے میں اچھے نعت گو صرف دو کہے جاسکتے ہیں، ایک اقبال سہیل مرحوم، دوسرے حمید صدیقی صاحب۔ حمید صاحب کی نعتیں ظاہری اور معنوی محاسن سے آراستہ اور نعت کا صحیح نمونہ ہیں، ان میں کوثر و تسنیم کی طہارت و پاکیزگی اور شرابِ طہور کا کیف و سُرور ہے، مگر جذب و مستی میں بھی ان کا قدم جادۂ مستقیم سے نہیں ہٹتا، زبان و بیان کی سلاست و روانی میں سہلِ ممتنع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ غزل گو بھی ہیں اور ان کا تغزل بھی بڑا ستھرا اور پاکیزہ ہے، لیکن ابھوں نے اس فرسودہ داستان کو چھوڑ کر اپنی شاعری کو ممدوح و محبوبِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کے لئے وقف کردیا ہے، اور انکی یہ عقیدت بارگاہِ رسالتؐ میں اتنی مقبول ہوئی کہ "زائرِ حرم" ان کا لقب ہوگیا، اور حمید صدیقی اور نعت ایسے لازم و ملزوم بن گئے ہیں کہ ایک کے تصور سے دوسرے کا تصور جُدا نہیں ہوسکتا۔

ارباب ذوق بھی کوثر و تسنیم کے ان لطیف جرعوں سے لُطف اندوز ہوں۔

"معارف" اعظم گڈھ

مُدیر "دارالعلوم":

حضرتِ حمید صدیقی کا ایک شاعر کی حیثیت سے تعارف کرانا در حقیقت اُنکی شخصی عظمت اُنکے قلبی احوال اور اُنکے کمالات کی انفرادیت کا ایک طرح سے انکار کرنا ہے۔ حمید صاحب کا صحیح تعارف یہ ہے کہ وہ ایک سچے محبِ رسولؐ، خانوادۂ نبوتؐ کے ایک جانثار عاشق، گلزارِ رسالتؐ کے ایک عندلیبِ خوش نوا صحرائے عرب کے قیس عامری، اور مقاماتِ مُقدّسہ کے ایک ایسے چاہنے والے ہیں کہ وہاں کے ہر جلوے کو وہ اپنی آنکھوں میں چھُپا لینا چاہتے ہیں، وہاں کے ہر منظر پر جان دیتے ہیں، اور ہر بام و در سے اُنھیں والہانہ عشق ہے۔

حمید صاحب کی شاعری میں زبان، اُدب، خوش آہنگی، ترنّم، بیساختگی، موزونیت اور لطافت سب کچھ ہے، لیکن اسکے باوجود اُنکی شاعری مُروّجہ شاعری سے بالکل الگ ہے —— حمید کا مقام عام شعراء سے بہت اونچا ہے۔ عشقِ نبویؐ کا جو سوز و گداز اور اُنس، روضۂ اطہر کا جو کیف و نیاز اُنھیں حاصل ہے وہ محض بارگاہِ الٰہی کا ایک عطیۂ کریمانہ ہے، ذوقِ سخن سازی اور مشقِ خیال آرائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اُنھیں آستانِ رسولؐ پر راز و نیاز کی یکسوئی، شرکت و حضوری کی سعادت اور عرض و معروض کی اجازت حاصل ہے، اور صحنِ حرم میں لعل و نگیں کی طرح دمکتے ہوئے سنگ پارے، اور "گنبدِ خضرا" کے اِرد گرد چکر کاٹتے ہوئے معصوم کبوتروں سے مانوس ہیں۔ انھوں نے "چشمۂ زم زم" کی روانی سے اپنے کلام میں روانی مُستعار لی ہے۔ "میزابِ رحمت" کا تقدس اُنکے کلام میں جھلکتا ہے۔ "مُلتزم شریف" کی بزرگیاں اُن کے دل و دماغ میں ایک کیفیتِ لازوال بن کر بس گئی ہیں۔ "صفا و مروہ" کی تاریخی عظمت اُنکی شاعری کا ایک وقار، "میدانِ عرفات" کی دلدوز چیخیں اور خدا کے نیک بندوں کی پشیمان نگاہیاں اُنکی زندگی کی ایک دولتِ بیدار بنکر رہ گئی ہیں اور یہ دولتیں اور نعمتیں وہ ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اُن پر رشک کریں تو بجا ہے —— حمید صاحب کے نعتیہ کلام کا یہ مجموعہ محبانِ رسولؐ کے لئے ایک تحفہ ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اہلِ ذوق حضرات "گلبانگِ حرم" کے مُطالعہ سے خود کو محروم نہیں رکھیں گے، اور زائرِ حرم کے اِن تبرکات کی قدر کرینگے۔

"دارالعلوم" دیوبند

مدیر "ہمدم" : ______________

کم ہیں وہ شاعر جنھیں بزم ہائے ادبی اور مشاعروں میں چمکنے کی آرزو نہیں ہوئی، مگر زائرِ حرم حمید صدیقی کو عام بزم ہائے ادبی سے زیادہ اُس بزمِ ادبی کی صفِ آخر میں جگہ حاصل کرنے کی فکر ہوئی، جہاں حسّان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ صفِ اوّل میں، جامیؒ و سعدیؒ ایک امتیازی حیثیت میں اور شہیدیؒ و مولانا محسن کاکورویؒ ایک خاص شانِ پذیرائی کے ساتھ حاضر ہونگے، اور انھوں نے اپنی تمام ادبی قابلیتوں اور مضمون آفرینی کی تمام صلاحیتوں کو اُس کی مدح میں صرف کر دیا جس کی مدح سرمایۂ آخرت ہے۔

مسلمانوں کا معمول ہے کہ وہ زیارتِ حرمین شریفین کے بعد اپنے دوستوں کے لئے وہاں کے تبرکات لاتے ہیں۔ زمزم ہو یا کھجور، جانمازیں ہوں یا تسبیحیں دو چار مہینے حد یہ ہے کہ دو چار برس سرمایۂ برکات رہ سکتی ہیں مگر ہمارے دوست حمید صاحب حرمین سے جو تبرکات لائے ہیں وہ ہمیشہ تازہ ہی رہیں گے اور برسوں محفوظ بھی رہ سکتے ہیں، ان ہی تبرکاتِ حرمین کا نام "گلبانگِ حرم" ہے۔ جو دیدہ زیب اور خوش منظر اداؤں اور غیر فانی رُوح نوازیوں کے ساتھ ہمارے سامنے ایک کتابی شکل میں رکھی ہوئی ہے یعنی "گلبانگِ حرم" اس خوش نصیب زائر کے نعتیہ کلام کا ایک دلنواز مجموعہ نہیں، بلکہ سچ یہ ہے کہ حرمین کا البم اور دیارِ قدس کا ایک عقیدت آفریں سفرنامہ ہے۔ اس البم میں آپ کو جدّہ کا ساحل بھی نظر آئے گا اور اللہ کا گھر بھی، جلوہ بیت الحرام بھی اور حریمِ قدس بھی، مدینہ کی صبح بھی اور شام بھی، پیارے طیبہ کی گلیاں بھی اور جلوہ گاہِ رسالتؐ بھی آستانۂ حبیبؐ بھی اور جمالِ گنبدِ خضرا بھی، جوشِ تمنا بھی اور فراقِ مدینہ میں تڑپتے ہوئے حمید بھی، رُوح پرور سلام بھی اور اُنسا زِ مدینہ کو پیغامات بھی۔

اُمید ہے کہ اہلِ ذوق کے حلقہ میں یہ مجموعہ مقبول ہو گا۔

"ہمدم"، لکھنؤ

اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ
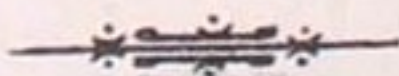
(آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ نے ۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو "گلبانگِ حرم" پر جو تبصرہ نشر کیا تھا اُس کے کچھ اجزا یہ ہیں)

حضرتِ حمید اُن صاحبانِ ایمان میں سے ہیں جنکے قلوب بادۂ ولائے رسولؐ سے لبریز رہتے ہیں، بڑی بات یہ ہے کہ وہ زیارتِ حرمین شریفین سے بھی شرف یاب ہو چکے ہیں، اور اس لذّتِ دیدار نے انکے نعتیہ کلام میں خلوص و صداقت، جوش و اضطراب کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔

حضرتِ حمید نے نعتیہ اشعار رسمی طور پر یا وقتی جذبات کے ماتحت نہیں کہے ہیں، بلکہ وہ خود اپنے قول کے مطابق اسی دُنیا میں گم رہتے ہیں۔ ردیف و قوافی کی شگفتگی، بحور کی رنگینی و ترنّم آفرینی اور فنی پختگی کے علاوہ اُنکے اشعار میں بلا کی جاذبیت و نشتریت ہے جو اُنکے صداقتِ جذبات اور خلوصِ نیّت کی آئینہ دار ہے، وہ ارضِ حرم میں جاکر بادلِ ناخواستہ واپس آئے ہیں، اسلئے اُنکی شاعری کہیں ایک کامیاب دید کا نعرۂ مسرّت اور کہیں کسی عاشقِ مہجور کا نالۂ فراق معلوم ہوتی ہے۔ درد و خلش، شیفتگی و فریفتگی ہر جگہ نمایاں ہے۔ تخیّل لطیف ہے، اور اُسکے استعمال میں اعتدال خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے ——— عرفی شیرازی بڑے پتے کی بات کہہ گیا تھا۔ ؎

عرفی مشتاب این رہِ نعت است نہ صحرا ست
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

حمید صاحب نے اِس نکتہ کو برابر پیشِ نظر رکھا ہے۔ شدّتِ جذبات کے باوجود منزلِ ادب شناسی سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا ہے۔ ہر بات جچی تلی، رکاکت سے بری اور حقیقت پر مبنی ہے۔ پڑھتے وقت کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اُن کے ساتھ طیبہ و بطحا کی فضائیں دیکھ رہے ہیں۔

ایک باعظمت داد

از حضرت الحاج مولانا محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری (فرنگی محلی)

۱۳۹۶ھ کی ۶ رذی الحجہ تھی، اور اقطارِ عالم سے عازمینِ حرمین کو لانے والے سب ہی جہاز جدہ آچکے تھے، کہ شام کو سعودی ریڈیو نے جدہ پہنچ جانے والے خوش نصیبوں کی تخمینی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے اُن احرام بندانِ حریمِ قدس میں چند ممتاز لوگوں کے ناموں کا بھی اعلان کیا۔ ان قابلِ ذکر و درخورِ اعلان حضرات میں مختلف ممالک سے آنے والے علماء، روسا، زعماء اور اربابِ وجاہت کے نام تھے۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب اُن ہی ناموں میں ایک اُس خوش بخت کا نام بھی سُنا، جو نہ تو عالم تھا نہ رئیس، نہ زعیم تھا، نہ کسی وجاہتِ دُنیاوی کا مالک، یہ ایک غریب فقیر تھا جس کا نام "زائرِ حرم جناب حمید صدیقی لکھنوی" بتایا گیا تھا۔

اللہ اللہ! ایک فقیر خانہ نشین اس قدر مُستحقِ ذکر، اس قدر سزاوارِ اعلان، اور اتنا مُمتاز کہ اللہ اور اسکے رسُولؐ کے خاص مہمانوں میں اُس کا بھی نام، اور پھر اس انداز سے، جیسے وہ "حرم" میں بھی اسی طرح روشناس ہے جس طرح "حل" میں۔ اور جس طرح "عجم" کے اُردو داں اربابِ ذوق کی انجمنوں میں وہ قابلِ ذکر ہے اسی طرح "عرب" کی اس دُنیا میں بھی گمنام نہیں، جو اُردو نعت و منقبتِ رسُولؐ کا ذوقِ سلیم رکھتی ہے۔

مگر یہ تعجب کیوں تھا؟ جس کا ممدوح اور مرکزِ ستائش "محمد صلی اللہ علیہ وسلم"، یعنی سراپا حمد ہو، جس کا منتہائے ذکر "ورفعنا لک ذکرک" کا مخاطب ہو، جس کا منتہائے تخیل محمود ملائکہ اور

الحمد رب العالمین ہو، اور جس کی شاعرانہ فکروں کی آخری حد وہ ہے جس کا ذکر توریت و انجیل، زبور او دیگر صحف آسمانی کا "شہ پارہ" ہو۔ اگر وہ خود ممدوح ہو جائے، اگر اُس کا ذکر خود بلند ہو جائے، اگر وہ خود سزاوار داد و آفریں ہو جائے، اور اگر اُسکے چرچے دنیاوی صحیفوں اور روزناموں میں ہونے لگیں تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ کیا اس دنیا میں اُن لوگوں کی کمی ہے جو بڑوں پر لکھتے لکھتے، اعاظمِ عالم پر ریسرچ کرتے کرتے، اور قابلِ ذکر ہستیوں پر تالیفات نہیں، مقالے قلمبند کرتے کرتے خود بڑے عظیم اور قابلِ ذکر ہستی نہیں ہو گئے ہیں؟۔

حدیثوں میں حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کئے ہوئے دُرودوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ملتی ہے کہ خوش نصیب لبوں سے نکلنے والا دُرود بحر و بر، شجر و حجر اور آبادی و صحرا پر سے گزرتے ہوئے اعلان کرتا جاتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں کا دُرود ہوں۔ اِس اعلان کو سُننے والا ہر ایک اسکے بعد اُس فلاں بن فلاں کے لئے دُعاہائے مغفرت و فوز و فلاح کرتا ہے، تو اس ماثور بلکہ مفروض ذکر و دُعائے رسُولؐ پر نظر ڈالتے ہوئے ایک "سوختہ جان و رواں" اپنے مدرک و معیار اور اپنے ذوق و ماحول کے مطابق ذکرِ رسُولؐ کرے تو کیا بحر و بر اور شجر و حجر کی دُعائیں نہ لے گا؟۔

بیشک ایک گڈریا "کلیم طور" کی طرح صحیح اور شایانِ شان ذکرِ رب نہیں کر سکتا تھا، مگر اُسکے ذکر و فکر کو "ذرہ نواز" نے کیا قابلِ التفات نہیں فرمایا؟ اور اس میں کیا شک ہے کہ جس طرح "نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" کہنے والوں سے لیکے ایک عامی و بدوی کی اپنے معیار سے تحمید و تقدیس و تسبیح و تمجید و ذکر کے باوجود اُس کا صحیح ذکر اُس کی "کما ھُوَ" ستائش نہیں ہوئی؟ اور جس کو سب سے زیادہ جاننے والے اور جس کے کامیاب ترین روشناس کرانے والے نے فرمادیا: "مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ" اِسی طرح اُسکے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم (بے اندازہ تعریف کردہ) کے اَبدی و اَزلی "صاحب" سب سے زیادہ عزیز و مزاج شناس "ناعت" اور اس کی نکتہ سنج اور دن اور اُس سے زیادہ راتوں میں بھی اُن کے ساتھ

"عِیْشَةٍ رَّاضِیَه" بسر کرنے والی بھی صحیح مدح و حقیقی ستائش اور کما حقہٗ نعت کب کر سکی ہیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں کہ میرا اشارہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضؓ، حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ، اور اُمّ المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضؓ (اللہ ان سب سے راضی ہو) کی طرف ہے۔

مگر اپنے ادراک و ظرف و استطاعت کے مُطابق نعت گویانِ رسولؐ اور مداحینِ ممدوحِ ربّ العالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) صِلہ و اَجر پاتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:- "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا"۔ ایمان و عملِ صالح کا ایک دُنیاوی ثمرہ "وُدّ" اور محبوبیت و شہرت و ذکرِ خوب بھی ہے، تو اگر رسولؐ عین ایمان ہے، اور اگر ستائش خاتم النّبیّینؐ بے شبہ ہمزبانیِ صاحبِ عرش ہے اور حضورؐ کی خدمت میں دُرود و سلام پیش کرنا "یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" کے مرجعہائے ضمیر سے اتنی مُمانسبت پیدا کر دیتا ہے جو بلند مرتبہ خریدارانِ یوسفؑ سے ایک سُوت کی گتھی لانے والی بڑھیا کو تھی، تو ہر ناعت و ذاکر و مداحِ رسولؐ کی غیر فانی شہرت، قابلِ رشک عظمت، اور بلندیِ ذکر کا قیاس کر لو۔

ہمارے حمید صاحب کی اس قابلِ رشک بلندی پر اسلئے کہ میں اُن کا دوست ہوں اور اسلئے کہ میں تا قیامت اُن کا اِسلئے ممنون رہوں گا کہ انھوں نے میرے لئے وہاں دُعائیں کی ہیں، جہاں کی ہوئی دُعاؤں کیلئے ہر وقت بابِ اجابت کھلا رہتا ہے، مجھے بڑی خوشی بھی ہوئی اور رشک بھی آیا۔

اس کے بعد میرا اُن کا ساتھ رہا، اور خوش نصیبی سے طابہ اور طیبہ کے عزم پر ہم دونوں کو ایک ساتھ رفعتیں اور بلند پروازیاں حاصل ہوئیں، پھر حاضریوں میں، نمازوں میں، مُواجہ اقدس میں، آستانِ رسولؐ پر، اور اُن کے اُس دوست کے گھر میں بھی جو دیارِ قُدس کے لئے اُن کا "گائڈ" بادشرطہ اور میر سامان ہی نہیں صاحبِ اصطفائے اعظم (اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ) کا آستاں بوسِ کریمینہ ہے جس کے متعلق اُسکے پہچاننے والے دوست اس بار اُسے مدینۂ منوّرہ میں پا کے کہہ رہے تھے:- "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"۔

یہ "رفاقت" الحمد للہ اُس دن بھی تھی جب میں اور یہ "زائرِ حرم" اور اگر زیادہ لطیف کہوں تو یہ "شاعرِ حرم" جناب حاجی محمد مصطفا خاں صاحب کے مکان (دولتکدہ نہ کہوں گا، مدینہ میں کیا دُنیا بھر میں ہم غریبوں کے لئے تو دولتکدہ ایک ہی ہے، یعنی وہی جہاں دُنیا جہان کا "اَن داتا"، اور ابُوالقاسم وقاسم آج بھی کھلی ہوئی فیض بخشیاں فرما رہا ہے) پر حاضر تھے مُعتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ محافلِ میلاد شریف کا انعقاد اب مدینۂ مُنورہ میں قانوناً جائز نہیں ہے، اور اس قسم کی تقریباتِ مُقدّسہ کے لئے بھی حکومت کی اجازت ضروری ہے، مگر اس شیفتۂ رسُولؐ اس شیدائے ذکرِ نبیؐ کی طرف سے محفلِ میلاد شریف کا اہتمام تھا، اور مرتے دقت تک میں حاجی محمد مصطفا خاں صاحب کے اس احسان کو نہ بھولوں گا کہ اُن کی بدولت مجھے اُس سرزمین میں ذکر و مدحِ رسُولؐ کا شرف حاصل ہوا، جہاں میری خوش نصیب وادیوں نے ان ہی کوچہ و بازار میں دف بجا بجا کے دارین کے سب سے بڑے محبوبؐ جہان کا استقبال کرتے ہوئے اس کی غیر فانی منقبت و ستائش کی تھی۔

میرے ذکرِ رسُولؐ سے مُشرف ہونے کے بعد اس "شاعرِ حرم" نے حسبِ معمول سلام پڑھا، اور حضرت الحاج مولانا محمد عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مہاجر مدنی کے اصرار پر چند اور نظمیں بھی سُنائیں۔ اُردو دانوں اور محفل کے سُخن سنجوں نے اسکی کما حقہٗ داد و ستائش ابھی ختم نہیں کی تھی کہ ایک مدنی بزرگ (اور مدینہ میں کون ہے جو بزرگ اور مُستحقِ احترام نہیں ہے) نے مجھ سے عربی میں فرمایا کہ: "میں بھی حمید صاحب کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں تم سامعینِ کرام کو میری طرف مخاطب کردو، اور میرے ہر شعر کا اُردو میں ترجمہ بھی سُناتے جاؤ" یہ فرما کے انھوں نے جو کچھ سامعین کو ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ کو "مصطفا منزل" (وہ عالیشان عمارت جسے حاجی محمد مصطفا خاں صاحب نے زائرینِ حرم کے لئے وقف کر دیا ہے) میں سُنایا، مَیں اُس کا ترجمہ کرتا گیا۔

میرے لئے عربی سے اُردو میں ترجمہ کوئی نئی چیز تو نہ تھی، مگر ترجمہ کا نام سُنتے ہی مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، یہ کیفیت میرے اوپر اسلئے تھی کہ وہ سرزمین جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے لیکے ہر زبان اور ہر انداز سے صرف ایک محبوبؐ کی تعریف کیگئی ہے، اُسی سرزمین میں اُسی کے

حرم کے سامنے، اُسی کے مواجہِ اقدس سے صرف چند گز کی دُوری پر، اُس گلی سے بالکل قریب (جسمیں ناقۂ اقدس کے دُرود پر انصار مرد و زن نے نظم و نثر میں بے مثال نذرِ عقیدت پیش کی تھی) ہمارے مخدوم مولانا عبدالرحمٰن عثمان صاحب مدنی (مُدرّس مدرسۂ علوم شرعیہ) ایک غریب مدّاحِ رسولؐ اور شاعرِ حرم کی شان میں قصیدہ خوانی کر کے گویا فرما رہے ہیں ؎

رُتبہ شہیدِ عشق کا گر جان جایئے
قُربان ہونے والے کے قُربان جایئے

میرے خیال میں مدینے والے کے صدیقی مدّاح کیلئے دُنیاوی شرف و امتیاز کی یہ آخری حد تھی کہ خود مدینہ میں وہ حمید (قابلِ ستائش) ہو رہے تھے، اور پھر اعیانِ مدینہ میں سے ایک بُزرگ و محترم عالم کی زبان سے۔

اختتامِ محفل پر سب سے پہلے میں نے ہی حمید صاحب سے عرض کیا کہ اِس نظم کو "گلبانگِ حرم" میں اسلئے بھی شائع ہو جانا چاہیئے کہ ہمارے خوش گو نوجوانوں کو نعت گوئی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے، اور انھیں معلوم ہو کہ ان کے پاس ایسے موتی بھی ہیں جن کو عدن والے دستِ قبول سے لیتے ہیں، ان کے پاس ایسے لعل بھی ہیں جو یمن والوں کے نزدیک سرمایۂ یُمن و سعادت ہیں، اور کنعاں میں بیرونی حُسن کی بھی قدر ہوتی ہے میں ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے مشورے کو قبول فرماتے ہوئے ان اشعار کو اپنے مایۂ نازش دیوان کی تازہ اشاعت کا ایک نمایاں جزو بنایا، اور اِسلئے بھی مشکور رہوں کہ ان عربی اشعار کے ساتھ حضرت العلاّمہ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کی چند مزید سطریں (وہ ترجمہ کی شکل ہی سہی) ہماری نظروں کے سامنے آگئیں، اور مجھے مولانا گیلانی کی تحریر سے اتنا ہی عشق ہے جتنا اُنکی گفتار و تقریر سے۔

ناظرین ان اشعار کو غور سے پڑھیں، اور شعراء ان کے ترجمے پر سر دُھنیں، اور اُس کیف میں میرے سہیم بنیں، جو اُس مُبارک محفل میں مجھے حاصل ہوا تھا۔ فاضل مدّاحِ حمید نے ایک جگہ بلاغت و مطالبِ حمید کی ستائش کرتے ہوئے لبید کا بھی ذکر کیا ہے، اگر لبید کا ذکر اتفاقی نہیں ہے تو لبید کی ایک خصوصیت و امتیاز

میں آپ کو یاد دلائے دیتا ہوں۔ عرب کے شعرائے جاہلیت میں صرف اس لبید کو یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ اُس کے مصرع "الا کلُّ شیءٍ ما خلا اللہِ باطلُ" کی خود افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے داد دی تھی، تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حمید صاحب کو جامی و سعدی، شہیدی و محسن (رحمہم اللہ) کی طرح خود دربارِ ممدوح سے داد ملنے والی ہے۔ آیئے ان اشعار کو پڑھ پڑھ کے ہم مدنی شاعر کی ہمزبانی کرکے حمید صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں ــــــــــــ ؎

جزاک اللہ بالفردوس اخریٰ ⁘ وفی دنیاک بالعیش الرّغید

مِلے اِس مدح کے بدلے میں تم کو ⁘ وہاں جنّت، یہاں عیش و مسرّت

اور پھر مدنی فاضل کی طرح اپنے شاعرِ حرم سے بڑے ناز و فخر کے ساتھ کہیں۔ ؎

یعدّ لحبّہ رؤیاک سعداً ⁘ ویحسب یوم انسک یوم عید

کرشمہ ہے یہ نعتِ مصطفےٰ کا ⁘ اور اس اُلفت کی ہے واللہ یہ برکت

تمھاری دید ہے اپنے لئے عید ⁘ زیارت ہے تمھاری اِک سعادت

کلام "شاعرِ حرم" کا شیدائی

فقیر:۔ شہید انصاری
(فرنگی محلی لکھنؤ)

۱۶ر فروری ۱۹۵۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدم وعاء للشیخ عبد الحمید یقی مدح محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شدا فی طاب فی باب المجید ۔۔۔ بمنزل اصطفی عبد الحمید

نظم سُنائی مدینے میں باب مجیدی کے آگے ۔۔۔ اصطفا خاں کے مکان میں عبدالحمید نے

فجاء بما سبا الالباب منّا ۔۔۔ ومیّل کلّ عطفٍ بل وجید

ایسی نظم سُنائی کہ لوگوں کے لئے وہ ہوشربا ثابت ہوئی، اور جذبات وعواطف کو اُسنے اُبھار دیا

قصائدُ غارت الشُّعراء منہا ۔۔۔ معانیہا تعزّ علی لبید

ایسی نظم تھی کہ شعراء اُسے سُنکر شرمندہ ہوگئے ۔۔۔ اور دانشمندوں کیلئے تو وہ ایک قیمتی سرمایہ تھی

یُقدّمہا الطیبۃ خیر عقدٍ ۔۔۔ یفوق قلائد الدُّرّ النضید

(عبدالحمید نے) طیبہ (مدینہ) کیلئے ایک بہترین ہار پیش کیا، ایسا ہار جو موتیوں کی مالا سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا ہوا ہے

وکیف وحبّہ من حبّ طٰہٰ ۔۔۔ یصاغ یقاس بالعقد الفرید

اور ایسا کیوں نہوتا جب اُسکی محبّت حضرتِ طٰہٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت سے پیدا ہوئی، اور اسی سے ڈھلی وہ دُرِ یکتا کا مالا ہے

امادح من علی علیاہ اثنیٰ ۔۔۔ الٰہ العرش فی الذّکر المجید

اے مدّاح تو اُسکی مدح کر رہا ہے جس کی سربلندیوں کی ۔۔۔ تعریف عرش والے معبود نے کلام مجید میں کی ہے

وفی التّوراۃ والانجیل قدما ۔۔۔ بایٍ ما علیہا من مّزید

اور توراۃ وانجیل میں بھی پہلے ہی سے اُسکی تعریف فرما چکا، ایسی تعریفیں جن پر مزید اضافہ نہیں ہوسکتا

افرت باحمدٍ ابیات شعرٍ ۔۔۔ فکانت کلّہا بیت القصید

تمنے گرمجوشی کیساتھ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شعر کے جو بیت پیش کئے، سب ہی قصیدے کی بیت ہی

چاہیے تھا کہ وہ بن جائے

وکنت وانت بالتقدیر احری ‎ ‏|‏ تلقب شاعر الهند المجید

تمھارے لئے یہی مُقدّر ہو چکا تھا، اور تم حقدار ہو کہ ہندوستان کے محترم شاعر بن جاؤ

الیک سلالة الصدیق ازکی ‎ ‏|‏ تهانٍ من اخی حبٍ اکید

اے خانوادہ صدیقؓ کے چشم و چراغ اپنے دوست سے جو غیر متزلزل محبت تم سے رکھتا ہو مُبارکباد قبول کرو

یعد لحبه رؤیاک سعداً ‎ ‏|‏ ویحسب یوم انسك یوم عید

تمھاری محبت کیوجہ سے تمھاری دید میری خوش بختی ہو اور تم سے مُلاقات کا دن میرے لئے عید کا دن ہے

فعِش تحیی القلوب تحیل بئراً ‎ ‏|‏ معطلةً الی قصرٍ مّشید

تم زندہ رہو، دلوں کو زندہ کرتے رہو، اور جو کنوئیں بیکار ہو چکے ہیں اُنھیں صاف کر کر کے قصرِ رفیع بناتے رہو

فمدحك لابن عبد الله روح ‎ ‏|‏ وریحانٌ لارواح العبید

ابن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعت بندوں کیلئے رُوح و ریحان جانوں کی آسودگی و مسرت کا ساز و سامان ہے

ونبراسٌ الی الجنات یهدی ‎ ‏|‏ ویدنی ذروة الامل البعید

جنّت کے باغوں کی راہ نمائی کے لئے وہ چراغ ہیں اور دُور و دراز کی اُمیدوں کو قریب لے آتی ہے

جزاك الله بالفردوس اخری ‎ ‏|‏ وفی دُنیاك بالعیش الرّغید

حق تعالیٰ آخرت میں اس کا صلہ فردوس تمھیں عطا کرے، اور تر و تازہ شاداب آسودہ زندگی دُنیا میں تمھیں ارزانی ہو

وصلّی الله ربّی کل حینٍ ‎ ‏|‏ علی المختار ذی الخلق الحمید

اپنی رحمتیں ہر لحظہ میرا رب اپنے اُس برگزیدہ پر نازل فرماتا رہے، جو اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ رہے

وآلٍ والصّحابة ما تغنّی ‎ ‏|‏ حمام الایك او عبد الحمید

اور اُنکے آلؑ و اصحابؓ پر رحمتیں نازل ہوتی رہیں جبتک کبوتر بکائن کی شاخوں پر گاتے رہیں اور عبد الحمید بھی زمزمہ سنج رہے

(المدینة المنوّرة فی ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۹ھ) ‎ ‏‏ناظمها: "عبد الرحمٰن عثمان مدنی"

قطعہ تاریخ طبع "گلبانگِ حرم"

(از - الحاج حضرت شفیق جونپوری)

مِن کلامِکَ یا حمید الحمدُ للہِ العظیم ✤ زاد شوق الروضۃ فیہا النّبیُّ المحترم

اہلِ عرفاں وجد کرتے ہیں ترے اشعار پر ✤ دھوم ہے "امُّ السّلم" سے تا بگلزارِ ارم

نعتیہ اشعار تیرے ہر طرف مقبول ہیں ✤ تجھ کو کہتا ہے زمانہ بلبلِ باغِ حرم

سیکڑوں سینوں میں تیرا لحن دلکش مرحبا ✤ کر چکا روشن چراغِ الفتِ خیرُ الاُمم

تیرے ذوقِ نعت گوئی کا نیا انداز ہے ✤ معترف ہیں جملہ اربابِ سخن اہلِ قلم

تیرے اک اک شعر میں وہ سوز ہے وہ کیف ہے ✤ یاد آتا ہے مدینہ آنکھیں ہو جاتی ہیں نم

تیرے نغمہ کو یہ کہہ کر یاد کرتا ہے شفیق

"دولتِ دیں لحنِ روح القدس گلبانگِ حرم"

۱۳   ھ   ۷۲

حرفِ گفتنی

کسی شخص کا بھی اپنے احوال کا قلمبند کرنا، اور اس سے زیادہ اپنے کلام پر تبصرہ کرنا اسلئے بھی مشکل ہوتا ہے کہ اس کی تحریر یا گفتار بے لاگ ہو ہی نہیں سکتی۔ انسان کا تو سب سے زیادہ لگاؤ خود اپنی ذات کے ساتھ ہوتا ہے اسلئے وہی انسان کسی روایت و بیان میں بے لوث ہو سکتا ہے جو ذاتیات سے بہت ماورا ہو۔

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت صحاح میں ملتی ہے جسمیں فرماتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ :-

"جو شخص تصدیقِ قلبی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا ___ میں نے اس پر عرض کیا :" وان زنیٰ وان سرق " چاہے یہ کلمہ پڑھنے والا زنا بھی کرے اور سرقہ کا بھی مرتکب ہو؟ ___ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :" چاہے زنا و سرقہ بھی کرے " ___ میں نے پھر بھی عرض کیا، اور حضورؐ نے پھر وہی مژدہ سنایا۔ تیسری بار جب پھر میں نے یہی پوچھا کہ :- زنا و سرقہ کے باوجود کیا یہ شخص داخلِ جنت ہوگا؟ ___ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اثبات میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :- علیٰ رغمِ انفِ ابی ذرؓ (یعنی ابوذر کی ضد پر یہ شخص ضرور داخلِ جنت ہوگا) "

" علیٰ رغمِ انفِ ابی ذرؓ " جناب ابوذرؓ کے مسلسل سوالات پر اظہارِ ناراضی ہی کا جملہ تھا۔ یہ روایت

کرتے وقت سیدنا ابوذرؓ اگر اس ارشادِ رسولؐ کو خود ہی نہ بیان کر دیتے تو شاید دُنیا کو اس ناگواری کا علم بھی نہ ہوتا۔ تو ابوذرؓ کا ایسا نفس کہاں ہے۔

اِسلئے ایک خود نوشت لکھنے والا عموماً افراط و تفریط کے الزام سے بَری نہیں ہو سکتا۔ کوئی کہے گا خود ستائی فرمائی گئی ہے، کوئی کہے گا تواضع اور فروتنی کی بھی کوئی حد ہے۔

بہرحال میں "حمید" ہوں۔ حمید کے معنی آپ کو معلوم ہیں کہ پسندیدہ اور مُستحقِ ستائش کے ہیں۔ کِسی کے قابلِ مدح بننے کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ وہ دُنیا کے سب سے بڑے سزاوارِ ستائش، مُستحقِ تعریف اور حقدارِ حمد و منقبت کی تعریف کرتا رہے، اور ہر شخص خوب جانتا ہے کہ ازلی مُستحقِ تعریف، پیدائشی حقدارِ حمد اور سراپا منقبت و مدحت، اِس دُنیا میں خدا کے بعد صرف وہی انسانِ کامل ہے جس کو آج بھی دُنیا محمدؐ (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) کہتی ہے ــــــــ؎

محمدؐ بگویم ترا یا محمدؐ

کہ وصفِ تو بیروں زامکانِ من

"لکھنوی" ہوں، اسلئے شعر و شاعری کا ذوق فطری بھی واضح ہو گیا، لیکن شعر و سخن سے دلچسپی کسی کو قصداً نہیں ہوتی، بلکہ یہ سوز و گداز کی چنگاری خود بخود سُلگتی ہے، اور پھر خرمنِ دل و دماغ کو پھونک ڈالتی ہے مجھ سوختہ دل پر بھی اُس نادیدہ تجلّی کا ظہور رہوا، اور آپ یہ نہ پوچھئے کہ کس طرح ہوا، مگر ہاں یہ ضرور ملاحظہ فرمائیے کہ جذبات کی چنگاریاں کس صورت میں برق زن ہوئیں، انھیں کے اثرات نے "گلبانگِ حرم" کی صورت اختیار کر لی ہے، اور مجھے مسرت ہے کہ میں انھیں آپ کے مطالعہ کیلئے پیش کر رہا ہوں۔ فنّی حیثیت سے اس کا معیار کیا ہے، یہ صاحبانِ فن یا عویدارانِ فن جانیں میں صرف اِسقدر جانتا ہوں کہ میرے دل کی زبان نے سچے جذبات کی ترجمانی کو اپنا شعار بنالیا ہے، اور اب یہی سچائی میری شاعری اور شعریت ہے۔

یوں تو اس شغل کا چسکا اگرچہ پہلے بھی تھا، لیکن اُس رومانی کلام میں جس کی دُنیا آج دلدادہ ہے

کوئی خاص بات اب مجھے نظر نہیں آتی۔ میری موسمی شاعری کچھ دنوں تک ہنگامی بنی رہی، مگر حسنِ اتفاق کہ مُقدر نے جلد یاوری کی، اور میرے دل اور ایمان کا وہ ارمان پورا ہوا جس کا میں برسوں سے سوتے جاگتے خواب دیکھتا رہتا تھا یعنی اپنے مُربّی و مُحسن مخدومی جناب حاجی محمد مصطفٰے خان صاحب قبلہ کی معیت میں سفرِ حجاز کا موقع ہاتھ آیا، اُنکی پُر خلوص عنایات کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں، رہبرِ طریقت کہوں یا مرکزِ شفقت جو کچھ ملا آپ کی کرمفرمائیوں کا فیض ہے اور دوامی ہے۔ ؎

بجانِ مصطفٰے پیرِ مُغانم
حمید تشنہ شد از ساغرش مست

سفرِ حجاز نے میری آنکھیں کھول دیں، اور جلوہ زارِ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نظارہ نے دل میں ایک ایسی تڑپ پیدا کی جو نہ صرف حاصلِ عمر ہے، بلکہ خدا کرے کہ میری آخری سانس بھی اُسی تڑپ کا حاصل ہو۔

معلوم نہیں یہ شرفِ زیارت کا اثر تھا، یا بارگاہِ رسالتؐ کی حاضری کا فیضان، کہ میری توجہ اور طبع آزمائی مدحتِ حریمِ رسالتؐ کا مرکز بنکر رہ گئی۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی، یہ تو میں نہیں عرض کرسکتا، مگر ہاں اشعار کی شکل میں اپنے جذبات کی ترجمانی کر کے میں اپنی مُراد کو ضرور پہنچ گیا اور انشاء اللہ ہمیشہ بہرہ یاب رہوں گا۔

اب مجھے سوائے ذکر دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی صنفِ شاعری محبوب نہیں میں اس رنگ میں ایسا کھو گیا ہوں کہ یادِ مدینہ و رسولِ اکرم (فداہُ ابی و امی) کے علاوہ کوئی اور تذکرہ اچھا نہیں معلوم ہوتا، دیارِ حبیبؐ کا تصوّر، وہاں کے مناظر اور وہی لیل و نہار، اور اشغال و اذکار دل و دماغ میں اس طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ سوچتا ہوں تو وہیں کی باتیں اور دیکھتا ہوں تو وہیں کے مناظر، سُنتا ہوں تو وہی نغمے، اور خیال آتا ہے تو اُسی فضائے پاک کا۔ غرض :- ع "دیوانہ را ہوئے بس است"

اِسلئے اک ذرا سا اشارہ اور ایک معمولی سی تحریک مجھ کو اُسی عالم میں پہنچا دیتی ہے جو میرا مُنتہائے نقطۂ نظر ہے اور وہی کیفیتیں اشعار کا جامہ پہن کر میرے دلی جذبات کی ترجمانی کرتی رہتی ہیں۔

بے شبہ انھیں جذبات کا فیضان ہے کہ بعض مقامات پر اہلِ دل حضرات کے بقول میرے کلام میں وہ تاثر نظر آجاتا ہے جو صرف اہلِ علم و معانی کا حق ہے، خدا جانے اس رائے میں اہلِ دل حضرات کی محبت کا دخل کس حد تک ہے اور واقعہ کیا ہے، اگر کچھ واقعہ کی صورت ہے، تو یہ سب برکت ہے اُس دیارِ پاک کی، جس نے مجھ جیسے ہیچمدان کی زبان کو گویائی کا (میرے نزدیک) صحیح راستہ دکھایا، اور شرفِ غلامی بخشا۔

اِس حقیقی رہنمائی کے بعد اُس اصطلاحی رہنمائی کو بھی میں کیونکر نظر انداز کرسکتا ہوں جو اُستاذی حضرت جگر مُرادآبادی مدظلہ العالی نے فرمائی فنی اعتبار سے اگر اس مجموعے میں آپ کو کچھ ملے، تو اُسے محض فیضانِ جگر سمجھئے۔ میں ایک وجدان کے ماتحت فن سے بے نیاز ہو کر اپنی دھن میں نہ جانے کیا کیا کہہ جاتا، اور دُنیا اُسے کیا سمجھتی مگر حضرتِ جگر نے اس رمز کو سب کے سمجھنے کے قابل بنانے میں ہر قدم پر رہنمائی فرمائی۔

لوگ کسی چیز کی مقبولیت کو انسانی سعی کا حاصل سمجھتے ہیں، مگر میں اُس "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد" کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں جسکی نظرِ لطف سے (بغیر سعی و جانفشانی) "گلبانگِ حرم" کے سات ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے، اور آٹھویں ایڈیشن کے متعلق اربابِ ذوق کے تقاضے شروع ہوئے، اور مُسلسل فرمائشی خطوط کی خلش میرے دل کے ساتھ رہی، مگر زمانہ نا مساعد تھا، اِدھر کاغذ کی دشواری، اُدھر طباعت کی اُلجھن، انجام یہ ہوا کہ ایک سال اِسی کشمکش میں گزر گیا، اب یہ آٹھواں ایڈیشن جدید نظموں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے (منظوم) اسمائے مُبارکہ کے اضافے کے ساتھ پیشِ نظر ہے، جسمیں بعض حضرات کے توجہ دلانے سے اسقدر اور بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ جا بجا تشریح طلب مسائل و ارکانِ حج، اور خاص خاص مقامات پر اشارات و کنایات کے ماتحت کچھ نوٹ لکھ دیئے گئے ہیں، اِن کا ماخذ "سفرنامۂ حجاز" مُصنفہ مولانا عبدالماجد دریابادی ہے یا "حجِ امجد"۔ اِن اقتباسات کا مقصد یہ ہے کہ زائرین کے علاوہ دیگر شائقین کو فہمِ کلام میں آسانی ہو، وارداتی و کیفیاتی

اشعار کی شرح اسلئے لاحاصل سمجھی کہ محسوسات و وجدانیات سمجھانے کی چیز نہیں، پھر کنایہ میں جو لطف ہے وہ تصریح میں نہیں۔ پھول کی بستہ پنکھڑیوں کو اگر منتشر کر دیا تو پھول کہاں اور اسکی دلکشی کہاں!۔

شاعری کا مدعی کس طرح ہوں، جو حسن تنقید اور داد کا طالب ہوں، مجھے اپنی بے بضاعتی پر ناز ہے جس نے میرا رشتہ حرم نبوی سے مربوط بنایا، اگر آپ میری علمی بے بضاعتی اور امر واقعی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مجموعۂ سخن کے مطالعے سے میری ہی طرح ان مشاہدات و تاثرات سے بہرہ اندوز ہوں، تو دو ایک درود و سلام مجھ ناچیز کی طرف سے بھی دربارِ رسالت میں پہونچا دیں ــــــ ؎

"زاں نیازے کہ بہ او ہست مرا نازے ہست"

خاکپائے اہلِ مدینہ

حمید صدیقی عفی عنہ

نذرِ حمید

بحضور سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم)
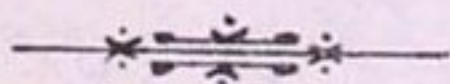
حمیدِ خستہ حال و مہجور، اپنے اخلاص و عقیدت کے چند پھول

(جو اُس کی نسبتِ غلامی کے لئے مایۂ ناز ہیں)

بارگاہِ رحمت و رسالتؐ میں بصد ادب و نیاز پیش کرتا ہے!

رحمتِ عالم عالمیانؐ سے اُمید ہے، کہ

اِن کو شرفِ قبولیت سے محروم نہ فرمایا جائے گا

اسلئے ـــ کہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

وَمِنْ مَذْهَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِاَهْلِهَا
وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ

میرا تو مذہب صاحبِ دیار کی محبت میں اُسکے دیار سے محبت کرنا ہے
اور عشق میں لوگوں کے الگ الگ مذہب ہوا کرتے ہیں

یا شفیع المذنبیں بارِ گناہ آوردہ ام

بر درت ایں بار با پشتِ دوتاہ آوردہ ام

حضرتِ جامیؒ

ہمتم بدرقۂ راہ کُن اے طائرِ قُدس
کہ دراز ست رہِ مقصد و مَن نوسفرم

حضرت حافظؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا حافظ

ہو رہا ہوں جدا خدا حافظ
دوستو، اقربا خدا حافظ

ہند سے جا رہا ہوں طیبہ کو
ہمرہِ قافلہ خدا حافظ

سب عزیز اور دوست شاد رہیں
ہے یہ دل سے دعا خدا حافظ

اپنی حفظ و امان میں رکھے
سب کو ربُّ العُلا خدا حافظ

بخشدیں مل کے سب خدا کیلئے
میری ہر اک خطا خدا حافظ

جا رہی ہے سُنا کے مژدۂ دید
تیرا بادِ صبا خدا حافظ

تابِ نظارۂ جمال کہاں
نگہِ شوق کا خدا حافظ

لیکے جاتے ہیں ہم مدینہ کو
صرف اِک مدّعا خدا حافظ

آیئے آیئے گلے مل لیں
وہ بھی وقت آگیا خدا حافظ

جب جُدا ہو رہے تھے اہل و عیال
سب نے رو کر کہا خدا حافظ

سُن کے ہر بار "فِی امانِ اللہ"
میں بھی کہتا رہا خدا حافظ

اہلِ دل کی زبان سے نکلا
جانے والے ترا خدا حافظ

چاہتا ہوں حمید ساتھ رہے
مخلصوں کی دعا خدا حافظ

زندہ باشی

نسیمِ دیارِ نبیؐ زندہ باشی ‏ ‏ پیامِ سُرور و خوشی زندہ باشی

بیا دوستدارِ غُلامانِ طیبہ ‏ ‏ بیا محرمِ زندگی زندہ باشی

بر آر آرزوئے نگاہِ مُحبّاں ‏ ‏ بیا اے مُرادِ دِلی زندہ باشی

براہِ محبّت مرا زندہ کردی ‏ ‏ برسمِ وفا پروری زندہ باشی

ہزاراں ہزار آفریں بر خرامت ‏ ‏ خوشا زحمتِ رہبری زندہ باشی

قُدومت مُبارک پیامت مُبارک ‏ ‏ یہ دِلداری و دِلدہی زندہ باشی

اَنیسِ دلِ دردمندانِ طیبہ ‏ ‏ خوشا تیری یاد آوری زندہ باشی

مسیحائے درماندگاں بارک اللہ ‏ ‏ شمیمِ ریاضِ نبیؐ زندہ باشی

شگفتہ کیا غنچۂ آرزو کو ‏ ‏ گرہ تجھ سے دل کی کھُلی زندہ باشی

کیا دردمندوں پہ احسان تو نے ‏ ‏ خوشا تیری چارہ گری زندہ باشی

نہ بھولے گی ہم اہلِ غم کو کبھی تو ‏ ‏ یہی تجھ سے اُمید تھی زندہ باشی

بہار آگئی میرے اُجڑے چمن میں ‏ ‏ بنی پھول دل کی کلی زندہ باشی

دکھا کر جھلک تو نے نورِ سحر کی
شبِ غم کو دی روشنی زندہ باشی

مرے دردو غم پر، مری چشمِ نم پر
نوازش بہت تو نے کی زندہ باشی

سنائی جو تو نے کرم کی بشارت
سنی، گوشِ دل سے سنی، زندہ باشی

مرے دل کو دے کر نویدِ مسرت
نئی زندگی بخشدی زندہ باشی

بہت دن سے تھا دل کو شوقِ حضوری
بڑی رہبری تو نے کی زندہ باشی

میں قربان تجھ پر، کہ تیری بدولت
ملی دولتِ سرخوشی زندہ باشی

شرف باریابی کا حاصل ہے تجھ کو
حضورِ نبیؐ حاضری زندہ باشی

رسائی ہے دربارِ عالی میں تیری
یہ تیری بلند اختری زندہ باشی

سنا مژدۂ حاضریِ مدینہ
ہمارے قریشی[1] کو بھی زندہ باشی

حمیدِ گنہگار پر اللہ اللہ
یہ تیری کرم گستری زندہ باشی

---

[1] مُحبّی و مخلصی جناب جلیل احمد صاحب قریشی۔ ۱۲

معراجِ شوق

دیکھا ہے جب سے جلوۂ سجدہ[1] کا ساحل نہ پوچھیے
بیتاب کس قدر ہے مرا دل نہ پوچھیے

پیشِ نظر ہے کون سی منزل نہ پوچھیے
اظہارِ لطفِ دید ہے مشکل نہ پوچھیے

دل جانبِ بدن ہے، رُخ جانبِ حرم
اب انتہائے کشمکشِ دل نہ پوچھیے

دل میں طرح طرح کی خلش پا رہا ہوں میں
کس کی نگاہِ لطف ہے شامل نہ پوچھیے

اک جذبِ محویت میں چلا جا رہا ہوں میں
مجھ سے نشانِ جادہ و منزل نہ پوچھیے

کیوں اپنے جذبِ شوق کے قرباں نہ جاؤں میں
کیا چیز دردِ دل میں ہے شامل نہ پوچھیے

اُٹھنے کو جب بہت سے حجابات اُٹھ گئے
پھر کیوں حجابِ زیست ہے حائل نہ پوچھیے

کس کی تجلیاں ہیں تصور میں جلوہ گر
کیا آج بن گیا ہے مرا دل نہ پوچھیے

معراجِ شوق ہو گئی حاصل مجھے حمید
اب مجھ سے میری زیست کا حاصل نہ پوچھیے

---

[1] اہلِ محبت کی نظر میں سجدہ تو نمازِ عشق کے وضو ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۲

حال و قال

خدا کا حریمِ جلال آرہا ہے
نگاہوں میں نورِ جمال آرہا ہے

تصدّق ہیں جس پر دو عالم کے جلوے
وُہی عالمِ بے مثال آرہا ہے

عجب مستیاں ہیں عجب لغزشیں ہیں
مجھے حال کے بعد حال آرہا ہے

بہت یاد آتی ہیں اپنی خطائیں
بہت گریۂ انفعال آرہا ہے

زباں پر ہے لبّیک کا نغمہ جاری
نہ وجد آرہا ہے نہ حال آرہا ہے

خدا جانے کیا حال ہو آج اپنا
یہی بار بار اِک خیال آرہا ہے

جواب اس کا کیا اے دلِ زار ہوگا
جو لب پر مرے اِک سوال آرہا ہے

حمیدِ حزیں پر بھی چشمِ کرم ہو
وہ آوارہ و خستہ حال آرہا ہے

جانبِ حرم

چلے ہیں جانبِ ارضِ حرم لرزیدہ لرزیدہ
محمد مصطفیٰ خاں، اور ہم نم دیدہ نم دیدہ

پریدہ رنگِ رخ ہے، اشکِ غم غلطیدہ غلطیدہ
نظر دزدیدہ دزدیدہ، قدم لغزیدہ لغزیدہ

مرے ذوقِ طلب کا کیا کہوں میں اب جو عالم ہے
ترے حسنِ تصور کی قسم نادیدہ نادیدہ

سکونِ قلب کی لہروں سے یہ محسوس ہوتا ہے
کوئی ہے مائلِ لطف و کرم پوشیدہ پوشیدہ

کھنچے آتے ہیں اک وارفتگیِ شوق میں حاجی
بسوئے وادیِ "امّ السّلم"[1] سنجیدہ سنجیدہ

پیادہ پا، برہنہ سر، پریشاں حال "تکرونی"[2]
وہ جن کے جیب و دامن ہیں بہم بوسیدہ بوسیدہ

ببولوں کی گھنیری چھاؤں اور وہ خاک کا بستر
وہ خاص انداز میں مصری بہم خوابیدہ خوابیدہ

جلالت خانۂ کعبہ کی، اور یہ نور کا عالم
نگاہیں پڑ رہی ہیں دمبدم ترسیدہ ترسیدہ

---

[1] مکۂ مکرّمہ اور مدینۂ منوّرہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، اسی کو "ذی سَلم" بھی کہتے ہیں۔ یہاں ببول کے درخت کثرت سے ہیں۔ پاپیادہ آنے والے مسافر ببولوں کی چھاؤں میں آرام کرنے کی غرض سے یہاں اکثر ٹھہر جایا کرتے ہیں، شاید اسی نظر افروز منظر کے متعلق حضرتِ حافظؒ نے فرمایا ہے:۔ ؎

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارتگہ کیست ⁂ کہ مغیلانِ طریقش گل و نسرین منست

[2] حبشی نما۔ ١٢

قریبِ "مُلتزم"[1] آتو رہے ہیں زائرین لیکن
نہایت مُضطرب سرتا قدم لرزیدہ لرزیدہ
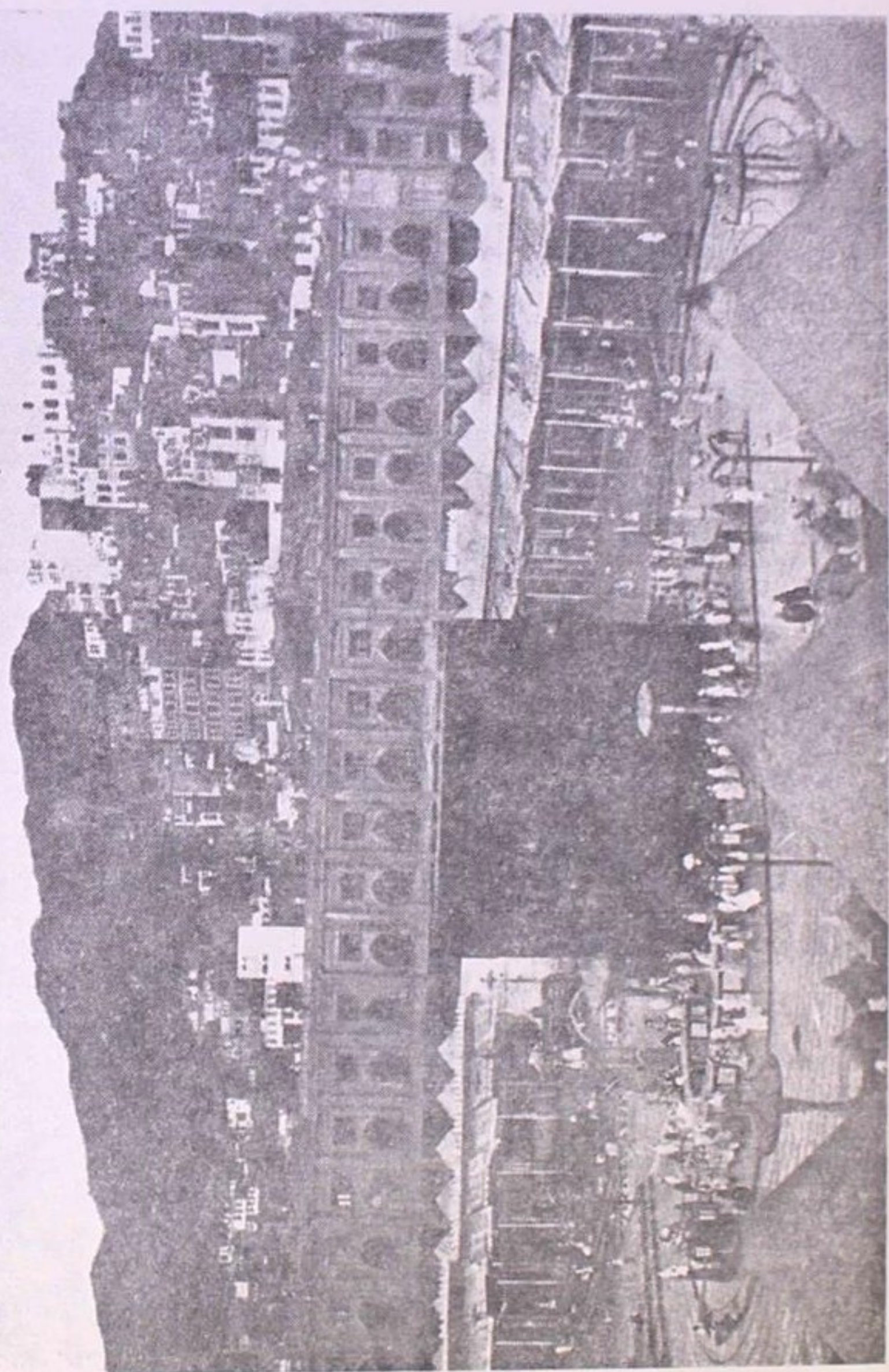
زباں پر "یا الٰہی انتَ مقصودی و مطلوبی"
نظر سوئے غلافِ مُحترم نم دیدہ نم دیدہ

نمازوں کی صفوں میں کس طرح بڑھ بڑھ کے ملتے ہیں
بہر سو شرقی و غربی بہم گرویدہ گرویدہ

اِدھر اہلِ نظر کی ہیں نگاہیں محوِ نظّارہ
اُدھر وہ پردۂ بیتُ الحرم جُنبیدہ جُنبیدہ

نگاہیں شوق کی پڑنے لگیں "میزابِ رحمت"[2] پر
بدوشِ برق اُٹھا اَبرِ کرم تابیدہ تابیدہ

عجب افسردگی ہے وقتِ رخصت سب کے چہروں پر
جسے دیکھو وہی با چشمِ نم غم دیدہ غم دیدہ

کہیں ہندی، کہیں مصری، کہیں حجازی، کہیں شامی،
کھڑے ہیں اِک طرف اہلِ عجم رنجیدہ رنجیدہ

حمیدؔ اک خاص کیفیت میں ہیں محوِ غزل خوانی
لئے ہاتھوں میں "گلبانگِ حرم" نازیدہ نازیدہ

---
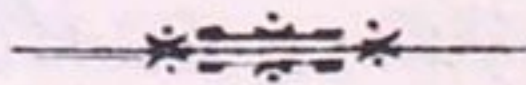
[1] حجرِ اسود اور کعبہ کے درمیان جو جگہ ہے اُسے "مُلتزم" کہتے ہیں اس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ:۔ "خاص محلِ مقبولیت ہے"۔ ۱۲

[2] ایک سونے کا پرنالہ جسے "میزابِ رحمت" کہتے ہیں، جو بیتُ اللہ کی شمالی سمت میں چھت کے اوپر نصب ہے۔ بارش ہوتی ہے تو اس کا پانی حطیم ہی میں آکر گرتا ہے حقیقتاً "بارانِ رحمت" کا مُشاہدہ یہیں ہوتا ہے۔ میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دُعا مانگنا موجبِ قبولیت ہے۔ ۱۲

تجلّی گاہ

کیا جوشِ محبّت ہے، کیا جذبِ تمنّا ہے / صد شکر، کہ اب ہم ہیں، اور وادیِ بطحا ہے

یہ کیفِ حیات افزا، یہ لذّتِ بے پایاں / اب اور ہی عالم ہے اب اور ہی دُنیا ہے

کچھ اور تجلّی ہے مُشتاق نگاہوں میں / تا حدِّ حرم شاید اب قافلہ پہونچا ہے

یہ قافلہ چلتا ہے کس شان سے مِل جُل کر / خالی کہیں محمل ہے، تنہا کہیں ناقہ ہے

اشعار سے چھائی ہے کیفیّتِ وجدانی / ہر طرزِ حُدی گویا اِک وجد کا نغمہ ہے

کیا رات سُہانی ہے کیا چاندنی چھٹکی ہے / اِک حُسن کا منظر ہے، اِک نور کا دریا ہے

انوارِ محبّت کی اللہ رے نیرنگی / پردہ کبھی جلوہ ہے، جلوہ کبھی پردہ ہے

جب سامنے آجائے جو عینِ حقیقت ہو / دھوکا اسے نظروں کا، کافر ہے جو کہتا ہے

اُس جلوۂ معنی کی اللہ ری دل آویزی / معلوم یہ ہوتا ہے نادیدہ ہُویدا ہے

محویّتِ خاطر کی اب حد ہی نہیں کوئی / بیباک نگاہیں ہیں اور پردۂ کعبہ ہے

ہر جُرعۂ زمزم پر ساقی کو دعائیں دو / یہ میکدۂ عرفاں، کوثر کا نمونہ ہے

کیا منظرِ دلکش ہے اللہ کی رحمت کا / اُٹھتی ہیں جدھر نظریں اک نور برستا ہے

لبیک، لبیک

حریمِ کبریا ہے، اور میں ہوں
زباں صرفِ دُعا ہے، اور میں ہوں

کھنچا جاتا ہوں میں بطحا کی جانب
کوئی خود رہنما ہے، اور میں ہوں

زباں پر سب کی ہے "لبیک لبیک"
عجب دلکش نوا ہے، اور میں ہوں

د نورِ شوق سے ہیں بند آنکھیں
درِ مقصود وا ہے، اور میں ہوں

عجب کچھ جوش پر ہے ابرِ رحمت
سُرور افزا گھٹا ہے، اور میں ہوں

طوافِ کعبہ ہے، وقتِ سحر ہے
نسیمِ دلکشا ہے، اور میں ہوں

کبھی ہوں سعیِ[1] راہِ عشق میں محو
کبھی کوہِ صفا ہے، اور میں ہوں

---

[1] سعی نام ہے صفا و مروہ کے درمیان سات[1] پھیرے کرنے کا، صفا و مروہ دو[2] پہاڑیوں کے نام ہیں جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (بیشک صفا و مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں) حضرت بی بی ہاجرہ[3] اپنے شیر خوار نورِ نظر سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کیلئے پانی کی تلاش میں مضطرب و بیقرار تھیں، پہاڑیوں پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھیں کہ شاید دُور سے کوئی قافلہ نظر پڑ جائے اور اُس سے پانی حاصل ہو جائے، اُس سعی کی یادگار آج تک قائم چلی آتی ہے۔ ۱۲

کبھی ہوں "مسجدِ شق القمر" بیں[1] کبھی "غارِ حرا" ہے[2]، اور میں ہوں

پڑے ہیں کشتگانِ خنجرِ عشق یہ "میدانِ منا" ہے[3]، اور میں ہوں

منیٰ کی کیسی یہ پُر نور شب ہے بس اک نورِ خدا ہے، اور میں ہوں

کہاں اب نقدِ جان و دل کی پروا کہ بازارِ منا ہے، اور میں ہوں

نہیں اب گرد و بادِ کفر کا غم

حریمِ کبریا ہے، اور میں ہوں

---
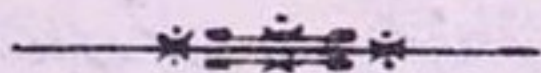
[1] یہ مسجد "مسجدِ انشقاق القمر" کے نام سے مشہور ہے، جو "جبل بوقبیس" پر واقع ہے۔ جہاں ماہِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کے دو[2] ٹکڑے ہوئے تھے۔ یہیں سلطان العاشقین سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اذان دی تھی۔ ۱۲

[2] جس میں ابتداءً وحی نازل ہوئی تھی، اور جہاں بعثت سے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ غار "جبلِ نور" پر واقع ہے۔ ۱۲

[3] قبلِ حج نویں کی شب میں، اور بعدِ حج تین[3] دن یہاں کا قیام ارکانِ حج میں داخل ہے۔ یہ مقام سال بھر تک ویران رہتا ہے۔ ایامِ حج میں آبادی کے یہ تین[3] دن قابلِ دید ہوتے ہیں۔ منیٰ کا مقام برکت و الانعام ہے یہیں سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربان گاہ ہے۔ ۱۲
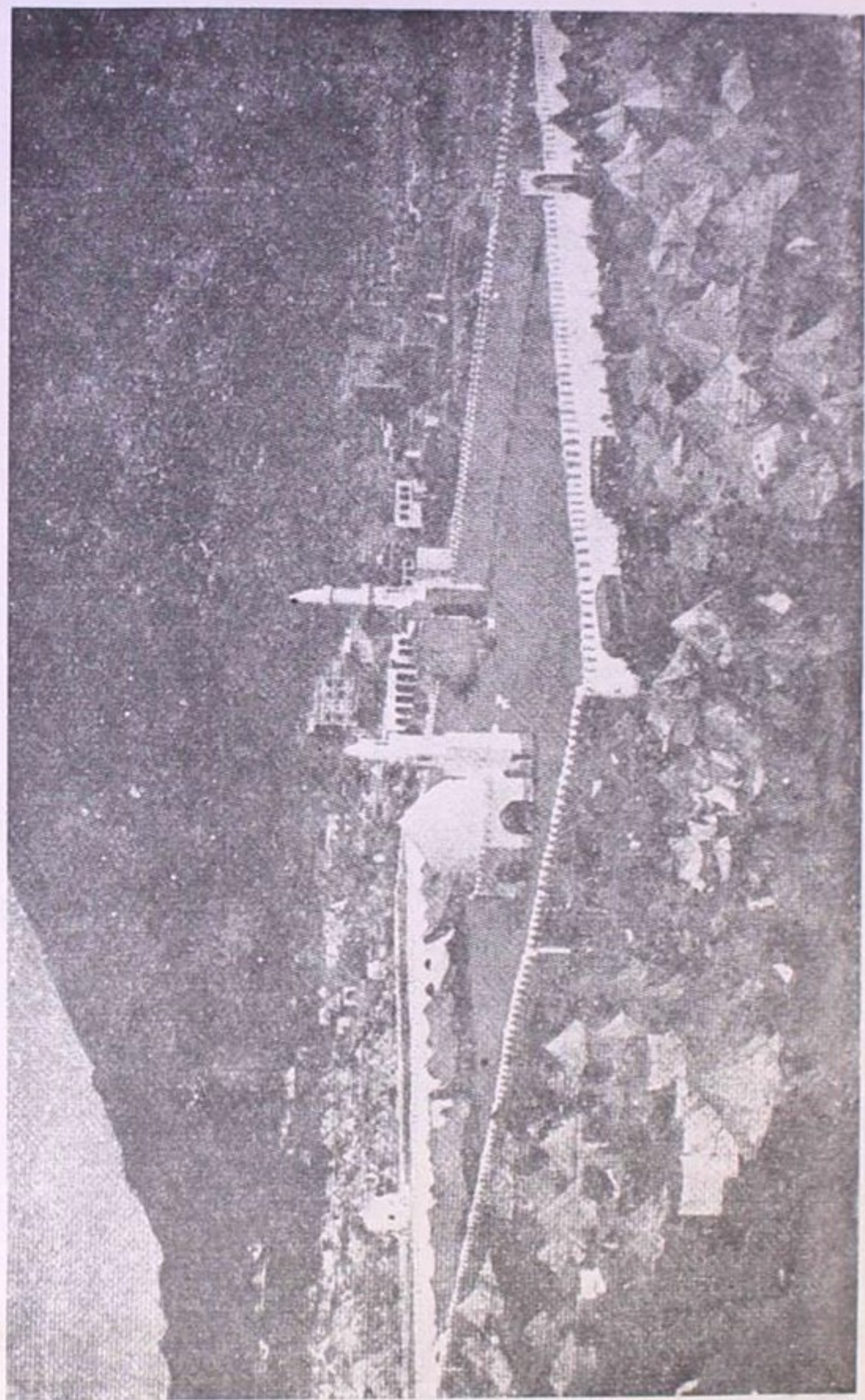
اَنوارِ بیتُ اللّٰہ

جلوۂ کعبہ سے دِل بیہوش ہے — کِس غضب کا آج کیف و جوش ہے

دیکھ کر انوار بیتُ اللہ کے — دل ہے سکتے میں، زباں خاموش ہے

محو کر دیتی ہے آوازِ اذاں — جس کو دیکھو، وہ سراپا گوش ہے

پردۂ کعبہ پہ کیوں نظریں ہیں لوٹ — کیا وہ اس پردہ میں خود روپوش ہے

سایۂ میزابِ رحمت میں ہو نمیں — وا "حطیم"[1] پاک کی آغوش ہے

جھومتی آتی ہے طیبہ سے گھٹا — کِس قدر ابرِ کرم کا جوش ہے

چاہِ زمزم پر کھڑے ہیں تشنہ لب — ہر طرف گلبانگِ نوشا نوش ہے

ساقیِ کوثرؐ کی دُھن ہے، اور حمیدؔ

بے پئے سرشار ہے، مدہوش ہے

---

[1] خانۂ کعبہ کا وہ شمالی صحن جو بشکلِ آغوش ایک نیچی دیوار سے گھرا ہوا ہے اُسے "حطیم" کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی طواف ہوتا رہتا ہے۔ ۱۲

نشاطِ دید

میں ہوں، مکہّ کی پاک بستی ہے
آج کچھ اور میری ہستی ہے

وہ کہاں آج سارے عالم میں
جو مرے دل میں جوشِ مستی ہے

"جبلِ بُو قُبَیس" پر ہوں میں
کس بلندی پہ میری پستی ہے

دیکھ تو اے نگاہِ شوق ذرا
کیسی رحمت یہاں برستی ہے

اللہ اللہ دینِ حق کا ظہور
جو ہے محوِ خدا پرستی ہے

رو رہا ہوں میں کیوں، خدا جانے
ساری خلقت تو آج ہنستی ہے

پھر مدینے کے دیکھنے کو حمیدؔ
نگہِ شوق کیا ترستی ہے
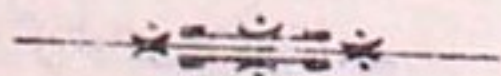
دعوتِ نظر

مدینہ میں ہم جا کے مہمان ہونگے / نگاہوں کی دعوت کے سامان ہونگے

وہ الطاف و اکرام ہر آن ہونگے / کہ ہم ہر عطا پر پشیمان ہونگے

حریمِ رسالتؐ کے دالان ہونگے / بہر سُو تجلّی کے سامان ہونگے

وہاں جا رہا ہوں میں دیوانہ ہوکر / جہاں عقل والے بھی نادان ہونگے

نظر آئے گا جب دیارِ مدینہ / بہت مُضطرب دل کے ارمان ہونگے

کبھی چشمِ پُرنم سے آنسو بہیں گے / کبھی بالِ رُخ پر پریشان ہونگے

کبھی ہونگے محراب و منبر کے صدقے / کبھی سبز گُنبد پہ قربان ہونگے

بہر سمت اک بارشِ نور ہوگی / بہر گام جلوؤں سے حیران ہونگے

اِدھر ہم گناہوں پہ ہونگے پشیماں / اُدھر عفو و رحمت کے سامان ہونگے

زباں پر کبھی نغمۂ نعت ہوگا / کبھی زمزمہ سنجِ قرآن ہونگے

جو بڑھ کر گلے سے لگائینگے ہم کو / وہ سیّد ابوبکرؒ رضوان ہونگے[1]

مَلیں گے جو خاکِ درِ پاک سر پہ / تو کیا کیا خفا ہم پہ دربان ہونگے

حضوری کی لذّت اُنھیں کو ملے گی / جن آنکھوں میں اشکوں کے طوفان ہونگے

تہی دامنی کا رہے گا نہ شکوہ / محبّت سے معمور دامان ہونگے

نوازیں گے اُتنا ہی وہ رحمتوں سے / گنہگار جتنا پشیمان ہونگے

---

[1] ابن سیّد محمّد عبداللہ رضوانؒ ۔ شیخ الدلائل ۔۱۲

معراجِ جبیں

مبارک باد دے مجھ کو زمانہ
ہوا ہوں جانبِ طیبہ روانہ

وہ خوش آیند آ پہونچا زمانہ
کہ دیکھوں گا نبیؐ کا آستانہ

جمال افروزِ عالم قُبّۂ نور
تجلّی جس کی ہے خانہ بخانہ

وہ خلوتگاہِ سرکارِ دو عالمؐ
جہاں دونوں جہاں کا ہے خزانہ

جمالِ گنبدِ خضرا کا عالم
کہ جیسے نور کا اِک شامیانہ

چلے دیوانگانِ کوئے طیبہ
بصد شوق و ادب شانہ بشانہ

عیاں جوشِ محبّت ہر نظر سے
ہر اِک انداز دل کا والہانہ

رواں ہیں دیدۂ پُرنم سے آنسو
جبینیں جھک رہی ہیں عاجزانہ

فضائیں گونج اٹھیں صلِّ علیٰ سے
لبوں پہ ہے درودوں کا ترانہ

یہی جو اِک حقیقت بن گئی آج
یہی تھی زندگی کل تک فسانہ

مزاجِ عشق میں بھی آگئی ہے
نشاط افزا ادائے دلبرانہ

نہیں ہے بے سبب دل کا یہ عالم
توجّہ ہے کسی کی غائبانہ

جبیں کو ہے تلاشِ اک نقشِ پا کی
یہ سجدے ہیں حقیقت میں بہانہ

کہاں میں، اور کہاں خاکِ مدینہ
گدا ہے حاضرِ بزمِ شہانہ

یہ معراجِ جبیں اللہ اکبر
مرا سر، اور نبیؐ کا آستانہ؟

ہم آغوشِ اجابت ہو رہی ہے
مرے دل کی دعائے مخلصانہ

زہے قسمت اگر مل جائے مجھکو
دل و جاں نذر کرنے کا بہانہ

بنے مجھ طائرِ بے بال و پر کا
گلستانِ قبا میں آشیانہ

ترحّم، یا نبی اللہ، ترحّم
اِدھر بھی اک نگاہِ محرمانہ

مبارک اے حمیدِؔ زار تجکو
ترے دل کی نوائے عاشقانہ
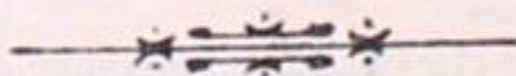
جذبِ شوق

سوئے ارضِ طیبہ کھنچا جا رہا ہوں
یہ عالم ہے جیسے اُڑا جا رہا ہوں"

تحیّر کا عالم ہے کھویا ہوا ہوں
کھنچا جا رہا ہوں، چلا جا رہا ہوں

مجھے تو نہیں ہوش، کچھ تو ہی بتلا
کہاں اے دلِ مبتلا جا رہا ہوں

مری آرزوؤں کا اب پوچھنا کیا
حضورِ شہِ دوسرا جا رہا ہوں

نہ پوچھو کہ کس عالمِ بیخودی میں
میں اشعار پڑھتا ہوا جا رہا ہوں

خدا نے سرِ عرش جس کو بلایا
اُسی کی کشش سے کھنچا جا رہا ہوں

قدم ڈگمگائے ہوئے پڑ رہے ہیں
میں اُفتاں و خیزاں چلا جا رہا ہوں

حبیبِ خدا کا ہے جوشِ محبت
سراپا محبت بنا جا رہا ہوں

نہ کچھ فکرِ منزل، نہ کچھ ہوشِ جادہ
کسی خاص دھن میں چلا جا رہا ہوں

یقیں ہے کہ رحمت سے کر دیں وہ پورا
جو دل میں لیے مدعا جا رہا ہوں

یہ وارفتگیِ محبت تو دیکھو
کہ منزل سے آگے بڑھا جا رہا ہوں

نہ لیجا پیامِ غمِ دردِ فرقت
میں خود آج بادِ صبا جا رہا ہوں

حمید اک کرم یہ بھی ہے مصطفیٰ کا
بہمراہیِ اصطفا[1] جا رہا ہوں

---

[1] مخدومی و محترمی جناب حاجی محمد اصطفا خاں صاحب قبلہ ۔۱۲

سوز و سازِ آرزو

پھر مئے توحید کا ساغر چلے — پھر حضورِ ساقیِ کوثر چلے
سوز و سازِ آرزو لیکر چلے — با دلِ پُر شوق و چشمِ تر چلے
لے چلی تھی رحمتِ پروردگار — پھر نہیں معلوم ہم کیونکر چلے
رہنمائی ہو رہی ہے غیب سے — ساتھ اپنے کیوں کوئی رہبر چلے
اُف وہ داغِ دل جو پھر تازہ ہوئے — ہائے وہ زخمِ جگر، جو بھر چلے
اَلفِراق اے دردِ عصیاں اَلفِراق — ہم حضورِ شافعِ محشر چلے
پھر نگاہوں میں ہے طیبہ کی بہار — پھر وہی سب دیکھتے منظر چلے
نعرۂ لبیک لب پر بار بار — جس طرف تھا قبۂ انور چلے
گنبدِ خضرا پہ ہونے کو نثار — رات آئی، اور مہ و اختر چلے
دل میں لیکر ایک خلدِ آرزو — ہم بھی سوئے روضۂ اطہر چلے
جھک گئی پاسِ ادب سے خود جبیں — دل بھر آیا، اور اشکِ تر چلے
اللہ اللہ کیفِ عزمِ وقتِ وداع — آئے تھے ہنستے ہوئے رو کر چلے
پھر نویدِ نعمتِ ہجراں لئے — ہم خدا کے گھر سے اپنے گھر چلے

اِس طرف دل مرے سینے میں تڑپتا ہوگا
اُس طرف جلوہ فگن گنبدِ خضرا ہوگا

بجلیاں کوند رہی ہوں گی دمِ نظّارہ
قابلِ دید نگاہوں کا تماشا ہوگا

اَب مدینے کے دلآویز وہ کوچے ہوں گے
اَور یہ دلدادہ اُنھیں کوچوں میں پھرتا ہوگا

سَر بسجدہ ہوں دَرِ پاک پہ یا سُوئے حَرَم
شدّتِ شوق میں احساس کب اِس کا ہوگا

لذّتِ ذوقِ جبیں سائی ملے گی کیا کیا
سَر جب آسودۂ سنگِ دَرِ والا ہوگا

دلِ بیتاب کی حالت ہی بدل جائیگی
آپؐ کا لُطف و کَرَم مجھ پہ جو شاہا ہوگا

جان نکلے تو یہی رَوضۂ اَقدس کے قریب
یہ تو اللہ کو ہے علم، کہ پھر کیا ہوگا

بیخودی میں اگر احساسِ تمنّا نہ رہا
کِس طرح ہائے پھر اظہارِ تمنّا ہوگا

جب تصوّر سے یہ عالم ہے مرے دل کا حمیدؔ
ہوگا کیا؟ سامنے جب وہ دَرِ والا ہوگا

عالمِ بیخودی

دلِ غمزدہ کیوں نہ مسرور ہوگا
جو پیشِ نظر قُبۂ نور ہوگا

حضوری کے جلوؤں سے معمور ہوگا
یہ سینہ مرا وادیِ طور ہوگا

وہاں جا رہا ہوں خدا کے کرم سے
جہاں ہر طرف نور ہی نور ہوگا

اب اُس آستاں پر کرونگا میں سجدے
جو نورِ تجلّی سے معمور ہوگا

بر آئے گی ہر آرزوئے مسرّت
کہ دل سے ہر اندوہ و غم دُور ہوگا

مزے آئینگے عشرتِ بیخودی کے
جو ہوگا وہاں مست و مخمور ہوگا

نظر آئے گا دُور سے جب وہ گنبد
تو کیا حال اے قلبِ مہجور ہوگا

مدینہ میں بن جائے گا میرا مدفن
اگر میرے آقاؐ کو منظور ہوگا

وفورِ شوق

دیکھیں گے کسی کا آستاں ہم
کس درجہ ہیں آج شادماں ہم

کیوں کھنچنے لگا ہے خود بخود دِل
معلوم نہیں، چلے کہاں ہم

حق جن سے ادا ہو شکریے کا
رکھتے نہیں وہ دِل و زباں ہم

اللہ کا لطف ہے، کرم ہے
دربارِ نبیؐ کہاں، کہاں ہم؟

ہو گا کرم جنابِ ہادیؐ
پائیں گے حیاتِ جاوداں ہم

اللہ اللہ اب سنیں گے
ہُو ہُو کی صدائے دلستاں ہم

سینے سے لگا کے چوم لیں گے
روضہ کی وہ پیاری جالیاں ہم

جبریلؑ ہیں پاسباں جس کے
ہوں گے اُس گھر کے میہماں ہم

شب گزرے گی زیرِ قبّۂ نور
دیکھیں گے وہ صبح کا سماں ہم

منھ سے نکلے گی اپنے تکبیر
کانوں سے سنیں گے جب اذاں ہم

جھرمٹ سے الگ کبوتروں کے
دیکھیں گے حرم کی قمریاں ہم

حیرت سے کہیں گے بیخودی میں
اللہ! یہ آ گئے کہاں ہم

آداب سے بھی کہاں ہیں واقف
اے خسروِ مُلکِ دو جہاں ہم

اِرَم دَر اِرَم

غُلامانِ شاہِ اُمَمؐ جا رہے ہیں
بہر گام اِرَم در اِرَم جا رہے ہیں

بذوق و سُرورِ اَتم جا رہے ہیں
مُحبّانِ کوئے حَرَم جا رہے ہیں

محبّت سے ہر دل ہے بیتاب و مُضطر
مَسرّت سے با چشمِ نم جا رہے ہیں

تڑپتے ہوئے دل لیے غم کے مارے
بہ اُمیّدِ لُطف و کرم جا رہے ہیں

زہے شادکامی، خوشا کامرانی
سب اَحباب مِل کر بہم جا رہے ہیں

خوشا مرحبا مرحبا کی صدائیں
ثنا خوانِ بابِ حَرَم جا رہے ہیں

تمنّا، تصوّر، تحیُّر، تبسُّم
کدھر اِس طرح آج ہم جا رہے ہیں

نہیں ہیں یہ آنکھوں میں اَشکِ ندامت
نظر میں لیے کیفِ غم جا رہے ہیں

یقیں کر دلِ ناشکیبا، کہ اَب ہم
مدینے خُدا کی قسم جا رہے ہیں

دھڑکتا ہے دل مُضطرب ہیں نگاہیں
مُقدّر ہے بیدار، ہم جا رہے ہیں

خیالِ گُناہ و خطا، توبہ توبہ
حضورِ شفیعُ الاُمَمؐ جا رہے ہیں

حمیدؔ اِس کا بھی ہوش ہے یا نہیں ہے
کہاں آج تیرے قدم جا رہے ہیں

خلدِ آرزو

نزولِ رحمتِ پروردگار دیکھیں گے
کہ پھر حبیبِ خدا کا دیار دیکھیں گے

ہمارے دیدہ و دل پر نہ جانے کیا گزرے
تجلیات کو جب ہمکنار دیکھیں گے

ہمیں بھی روضۂ جنت میں اے صبا لے چل
جمالِ معرفتِ کردگار دیکھیں گے

لگائینگے اُسے آنکھوں میں مثلِ خاکِ شفا
جہاں مدینہ میں اُڑتا غبار دیکھیں گے

سوادِ گنبدِ خضرا کو ذوالحُلیفہ سے
وفورِ شوق میں دیوانہ وار دیکھیں گے

کبھی فرازِ اُحد کی فضائے رنگیں کو
کبھی ریاضِ قُبا کی بہار دیکھیں گے

بحدِّ شوق نظر روضۂ منوّر کو
قریب و دُور سے ہم بار بار دیکھیں گے

نظر میں لیکے تمنائے دل کی رنگینی
حریمِ قُدس کے نقش و نگار دیکھیں گے

طوافِ روضۂ اقدس کرینگے پڑھ کے درود
جو اپنے دل کو بہت بیقرار دیکھیں گے

پھر چھڑی ہے بات ادب و شوق میں بہم کیا ہو
درِ حبیب کو جب بار بار دیکھیں گے

بلائے گردشِ لیل و نہار دیکھ چکے
حرم میں رونقِ لیل و نہار دیکھیں گے

پہونچ گئے جو دیارِ نبی میں قسمت سے
تو پھر تجھے بھی غمِ روزگار دیکھیں گے

مقامِ تجلّی

صبا اِس طرح جھومتی جا رہی ہے — کہ جیسے مدینے ہی جا رہی ہے

سرِ شام ہی سے ہے اُنکا تصوّر — ابھی سے مری نیند اُڑی جا رہی ہے

یہ کیا سُن رہا ہوں میں اللہ اکبر — کہیں مجھکو آواز دی جا رہی ہے

محبّت کا حاصل ملا جا رہا ہے — متاعِ محبّت لُٹی جا رہی ہے

مرے ساتھ ساتھ آج بادِ صبا بھی — خراماں خراماں چلی جا رہی ہے

نہ آنکھوں میں آنسو، نہ ہونٹوں کو جُنبش — مگر عرضِ غم یوں بھی کی جا رہی ہے

دو عالم لُٹائے چلا جا رہا ہوں — مگر خاص نعمت ملی جا رہی ہے

مقامِ تجلّی قریب آچلا ہے — نظر خود بخود گُم ہوئی جا رہی ہے

کسے تاب ہے جو نظر بھر کے دیکھے — نقابِ حقیقت اُٹھی جا رہی ہے

ابھی ہونے والی ہے پردے کو جُنبش — نگاہوں کو تسکین دی جا رہی ہے

مدینے میں میری نظر ہر قدم پر — رُکی جا رہی ہے، تھمی جا رہی ہے

یہ محسوس ہوتا ہے طیبہ میں ہر دم — یہاں زندگی کچھ بڑھی جا رہی ہے

حمیدؔ اہلِ محفل کی ہیں مجھ پہ نظریں
مری نظم شاید پڑھی جا رہی ہے

قربِ مقصود

تیرے کوچے میں حمیدِ خستہ حال آہی گیا
اپنے بندے کا تجھے آخر خیال آہی گیا

آج اِک جھونکا نسیمِ صُبح کا میرے لئے
لیکے آخر مژدۂ شوقِ وِصال آہی گیا

جس کو آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں اور دِل بیتاب تھا
آگیا وہ مَظہرِ حُسن و جمال آہی گیا

میں ابھی غرقِ تصوّر تھا کہ دیکھا یک بیک
رُو برو میرے وہ حُسنِ بیمثال آہی گیا

اے دلِ دَرد آشنا اے جانِ مُضطر ہوشیار
ہاں سنبھل! اَب وہ مقامِ وجد و حال آہی گیا

مُژدہ اے دل آفریں صد آفریں اے اِضطراب
سامنے آنکھوں کے مینارِ بلالؓ آہی گیا

دیکھ کر اُن کی نگاہِ خاص کا لُطف و کرم
کیا کہوں بیساختہ لب پر سوال آہی گیا

اللہ اللہ مجھ سے عاصی پر یہ اُن کی رحمتیں
بیگناہی کو بھی رشکِ انفعال آہی گیا

اُن کی اِک ادنیٰ توجہ کا اثر ہے یہ حمید
بے کمالی میں بھی کچھ رنگِ کمال آہی گیا

منزلِ طیبہ

مدینے سے بادِ صبا آ رہی ہے — لیے مژدۂ جانفزا آ رہی ہے

یہ رہ رہ کے دل کیوں دھڑکتا ہے آخر — کہاں سے یہ بانگِ درا آ رہی ہے

غبار اک وہ طیبہ کی جانب سے اُٹھا — شکستہ دلوں کی دوا آ رہی ہے

لیے دوش پر نکہتِ باغِ طیبہ — خراماں خراماں صبا آ رہی ہے

لگائے تھا سینے سے جس آرزو کو — لبوں پر وہ بنکر دعا آ رہی ہے

جسے کہتے ہیں مرکزِ اہلِ ایماں — وہی منزلِ حق نما آ رہی ہے

دیارِ نبیؐ ہے کہ گلزارِ جنت — عجب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے

کہاں میں کہاں بارگاہِ رسالت — نظر مجھکو شانِ خدا آ رہی ہے

نظر آئی جب کوئی معصوم بچی — میں سمجھا مری صابرہ آ رہی ہے

مدینہ کی گلیوں میں پھر کا دھوکا — وہ کعبہ سے کالی گھٹا آ رہی ہے

حمیدؔ اب تو مایوسیاں کفر ہونگی
کہ لا تقنطوا کی صدا آ رہی ہے

۱؎ حضور سرورِ عالمؐ جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینۂ طیبہ قریب رہ جاتا تو اپنی سواری کو کمالِ شوق میں تیز کر دیتے، اور فرماتے: "طابہ آگیا" اور اپنی چادرِ مبارک کو اپنے شانۂ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ:- "یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں" صحابہؓ میں جو کوئی گرد و غبار کی وجہ سے اپنا منھ بند کرتا تو آپؐ منع کرتے اور فرماتے کہ:- "مدینہ کی خاک میں شفا ہے" (جذب القلوب)۔ ۲؎ میری چھوٹی بچی نور دیدہ صابرہ خاتون سلمہا۔ ۱۲ حمیدؔ

بہار در بہار

نسیمِ مشکبار ہے، شمیمِ خوشگوار ہے
چمن چمن بہار ہے، بہشت در کنار ہے

نہ کوئی اضطراب ہے، نہ کوئی انتشار ہے
سکون ہی سکون ہے، قرار ہی قرار ہے

نظر کے سامنے زہے نصیب وہ دیار ہے
لطافتوں پہ جس کی جانِ عاشقاں نثار ہے

اگر نگاہ تیز ہے، تو دل سرور خیز ہے
ہوا بھی عطر بیز ہے، فضا بھی خوشگوار ہے

بگولے راہِ شوق کے بلند ہو کے بول اٹھے
خزاں نہیں، خزاں نہیں، بہار ہی بہار ہے

کمالِ ذوق و شوق سے رواں ہیں اہلِ کارواں
پیادہ چل رہا ہے کوئی، اور کوئی سوار ہے

قدم بڑھائے سارباں چلا ہے جھومتا ہوا
ترانۂ حُدی زباں پہ، ہاتھ میں مہار ہے

پہاڑیوں کے سلسلے، جدا جدا ملے ملے
کہیں یہ جوئبار ہے، کہیں یہ آبشار ہے

لگاؤ بڑھ کے شوق سے تم اپنی آنکھ میں اسے
مدینۃ الرسول ؐ کا یہ حاجیو غبار ہے

یہی وہ ارضِ پاک ہے شرف دیا گیا جسے
یہی ہے وہ دیار، جس پہ دو جہاں نثار ہے

مفرحاتِ[1] جان و دل، یہ طرہ ہائے آب و گل
کہیں یہ سبزہ زار ہے، کہیں یہ مرغزار ہے

---

[1] "مفرحات"، "جبلِ مفرح"، مقام ذوالحلیفہ ہی کو کہتے ہیں یہیں سے "طورِ تجلی قبۂ نور" کا اول اول نظارہ ہوتا ہے۔۱۲

قدم نہ جو بڑھا سکا، نظر نہ جو اُٹھا سکا
یہیں کہیں، یہ اُس شہیدِ عشق[۱] کا مزار ہے

اُحد کا منظرِ سحر، ہے کتنا جاذبِ نظر
اِدھر بھی لالہ زار ہے، اُدھر بھی لالہ زار ہے

نظر نظر پہ چھا گئی، دلوں میں پھر سما گئی
مدینے کی بہار کیا بہار در بہار ہے

کلی کلی چٹک گئی، روش روش مہک گئی
ہوائے عطر بیز ہے، فضائے نور بار ہے

جُھکا ہوا ہے گنبدِ حضورِ پاک کی طرف
قبائے چرخِ نیلگوں اگرچہ زرنگار ہے

نظر فروز و دل نواز، عام بارشِ کرم
شعاعیں یہ کلس کی ہیں کہ نور کی پھوار ہے

نظر بجانبِ حرم، بشوقِ دل، بچشمِ نم
کھڑے ہیں اِس طرح، کسی کا جیسے انتظار ہے

حرم کی سمت بڑھ رہا ہے زائرین کا ہجوم
درود اور سلام ہے، پکار ہی پکار ہے

زمیں پہ ہوں کہ عرش پر مجھے نہیں ہے کچھ خبر
کسی کی بارشِ کرم ہے اور بار بار ہے

یہ اپنی اپنی نسبتیں، یہ اپنا اپنا اعتبار
جو کوئی شاد شاد ہے، تو کوئی اشکبار ہے

کمالِ حس ہے بےحسی، خودی ہے عین بیخودی
جو خود سے بے خبر رہے یہاں وہ ہوشیار ہے

نگاہ فرشِ راہ کر، حمیدؔ رکھ زمیں پہ سر
ادب ادب، یہ کوچۂ حبیب کردگار ہے

---

[۱] اشارہ ہے اُس شہیدِ عشق کی طرف جس کو دُنیائے ہند مولانا شہیدیؒ کے نام سے جانتی ہے، اور جس کی نعتیں خدا معلوم کبتک ہماری محافلِ میلاد و ذکرِ رسولؐ کی زینت رہینگی، اُن کا مزار اسی دیارِ ذوالحلیفہ میں ہے۔

منظرِ جمیل

تصوّر یہ بھی بیخودی سی ہے طاری — کہاں لیکے آئی محبت ہماری

نگاہوں سے اب دل کو ہے شرمساری — سکوں بخش ہے لذّتِ بیقراری

بیاں کیا ہو جوشِ مسرّت کا عالم — بس اک دیدہ و دل پہ حیرت ہے طاری

تڑپنا وہ شب بھر اُمیدِ سحر میں — وہ بیتابیٔ دل سے اختر شُماری

ہوئے جمع سب آکے حدِّ حرم پر — یہ خچّر، وہ موٹر، یہ شُغدف، وہ لاری

کھڑے ہیں پئے خیر مقدم مُزوّر — چلی آتی ہے حاجیوں کی سواری

بصد شوق سر کو جُھکائے ادب سے — بڑھے زائرانِ حرم باری باری

حضُوری ہوئی جسقدر دل کو حاصل — بڑھی اور بھی شوق کی بیقراری

نگاہیں جو بابِ مجیدی سے اُٹّھیں — نظر آگئی باغِ جنّت کی کیاری

زباں پر دُرود و سلامِ مُسلسل — کبھی سجدہ ریزی، کبھی اشکباری

حمید اپنا دل مثلِ گُل ہے شگفتہ
یہ مہکی فضائیں، یہ بادِ بہاری

ذوق و شوق

نوید دیدِ محبت سُنا رہا ہے کوئی — حمید تجھ کو مدینے بُلا رہا ہے کوئی

زمیں پہ گرتے ہوئے دیکھ کر مرے آنسو — خود اپنا دامنِ رحمت بڑھا رہا ہے کوئی

مٹائی جاتی ہے مایوسیوں کی تاریکی — تجلّیِ رُخِ انور، دِکھا رہا ہے کوئی

نظر بہ قلب و غزلخوان و چاک پیراہن — عجیب شان سے طیبہ کو جا رہا ہے کوئی

اُسے پناہ میں لے لے مدینۃ المحبوب — رواں دواں ترے کوچے میں آ رہا ہے کوئی

"گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است" — دفورِ شوق میں یہ گنگنا رہا ہے کوئی

خبر بھی ہے کہ نہیں، تم کو قافلے والو! — کہ پا پیادہ بھی ہمراہ آ رہا ہے کوئی

پہونچ گیا ہے جو اب قافلہ سرِ منزل — تو جیسے دل کو مرے گدگدا رہا ہے کوئی

سحر کے وقت نسیمِ کرم کے جھونکوں سے — جو محوِ خواب ہیں اُن کو جگا رہا ہے کوئی

کسی کو دیکھئے ہے محوِ خوابِ مخمل میں — تو فرشِ خاک پہ کمبل بچھا رہا ہے کوئی

کسی کا ہاتھ ہے دل پر تو کوئی آہ بہ لب — نگاہ نیچی کیے، مسکرا رہا ہے کوئی

کسی کی طاقتِ دیدار دے چکی ہے جواب — نظر جھکائے ہوئے تھرتھرا رہا ہے کوئی

کھلی ہیں آنکھیں، مگر کچھ نظر نہیں آتا
کچھ ایسا محوِ تحیّر بنا رہا ہے کوئی

یہ مہر و ماہ کا عالم، یہ نورِ گنبدِ سبز
کہ رنگ رنگ کے جلوے دکھا رہا ہے کوئی

لپٹ لپٹ کے ستونِ ابی لبابہؓ سے[1]
ہزار اشکِ ندامت گرا رہا ہے کوئی

اُدھر حریمِ رسالت کے ایک گوشے میں
بصد خضوع حدیثیں پڑھا رہا ہے کوئی

قریبِ روضۂ اقدس، بہ لحنِ داؤدیؑ
ادب سے سورۂ طٰہٰ، سنا رہا ہے کوئی

شمیمِ بادۂ عرفاں کا فیض جاری ہے
بغیرِ شیشہ و ساغر پلا رہا ہے کوئی

کہیں حمیدؔ نہ ہو، بڑھ کے زائرو دیکھو
سرورِ شوق میں کچھ گنگنا رہا ہے کوئی

---
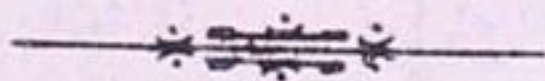
[1] حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابیوں میں ہیں۔ ایک مرتبہ آپ جہاد میں نہ گئے، بعد کو خود ہی ندامت ہوئی، اور اس زور کا احساسِ ندامت ہوا کہ اپنے کو مسجد میں ایک ستون سے باندھ دیا، بالآخر جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لائے، اور ابولبابہؓ کی براءت میں وحی نازل ہوئی، تو اپنے دستِ مبارک سے ابولبابہؓ کو کھولا، اس نسبت سے اس کو "ستونِ ابی لبابہؓ" کہتے ہیں۔ ۱۲

چہ شامِ دل آرا چہ صبحِ بہارے

صبا لائی ہے کیا نویدِ مسرت | ابھر آئے جذباتِ پنہاں ہمارے
دھڑکنے لگا اس طرح دل ہمارا | کوئی جیسے بیتاب ہو کر پکارے
نسیمِ سحر نے یہ کیا گل کھلایا | اُٹھے جا رہے ہیں حجابات سارے

لگا ہے کہ اُفتد بہ ہر مرغزارے
گلستاں گلستاں بہارے بہارے

ببولوں کے خیمے نظر آ رہے ہیں | "مسجید"[1] کے سامنے پیارے پیارے
حُدی خواں نے چھیڑا اِدھر اپنا نغمہ | اُدھر لیلیِ شب نے گیسو سنوارے
شبِ تار میں شغدفوں کی قطاریں | چلی جا رہی ہیں کنارے کنارے

بہر منزلے بختِ خوش می رساند
چہ شامِ دل آرا چہ صبحِ بہارے

اِدھر کوہ کا اک سوادِ مسلسل | اُدھر ضَو فگن آسماں پر ستارے
ببولوں پہ ہے نخلِ ایمن کا دھوکا | چمکتے ہوں جگنو کے جیسے شرارے

---

[1] مدینۂ منورہ کی گیارھویں منزل کا نام ہے۔ ۱۲

کوئی جوش میں بڑھ چلا آگے آگے　　کوئی قافلے کے سہارے سہارے

دِلم خاک شد در رہِ شوق بارے

پسِ کاروان است مُشتِ غبارے

عجب شان سے قافلہ جا رہا ہے　　جُھکے پڑ رہے ہیں زمیں پر ستارے

غمِ دُوریِ راہ و منزل نہیں ہے　　کہ ہیں ہمسفر مصطفٰے خاں ہمارے

مجھے ناخدا چھوڑ مرضی پہ اُن کی　　جہاں بحرِ رحمت کے لیجائیں دھارے

ترحّم ترحّم، خدا را ترحّم

بکُوئیت فتادہ غریبُ الدّیارے

سحر نے کیا چاک اِدھر دامنِ شب　　اُدھر جلوہ گر تھے حرم کے منارے

اِدھر کارواں "ذُوالحُلیفہ"[۱] میں پہنچا　　اُدھر سارباں نے کجاوے اُتارے

جدھر دیکھتا ہوں نگاہیں اُٹھا کر　　چلے آرہے ہیں محبّت کے مارے

فدائیم بجانِ گرامی فدائیم

چُنیں شہرِ خوبی، چُناں شہر یارے

---

[۱] مدینۂ منوّرہ کی آخری منزل کا نام ہے۔ اسی منزل کو "بیر علیؓ" بھی کہتے ہیں۔ اسکے بعد کوئی اور منزل نہیں صرف منزلِ مقصود ہے۔ یہاں سے سوادِ شہر نظر آنے لگتا ہے اور سرزمینِ طیبہ کے انوار و آثار شروع ہو جاتے ہیں۔
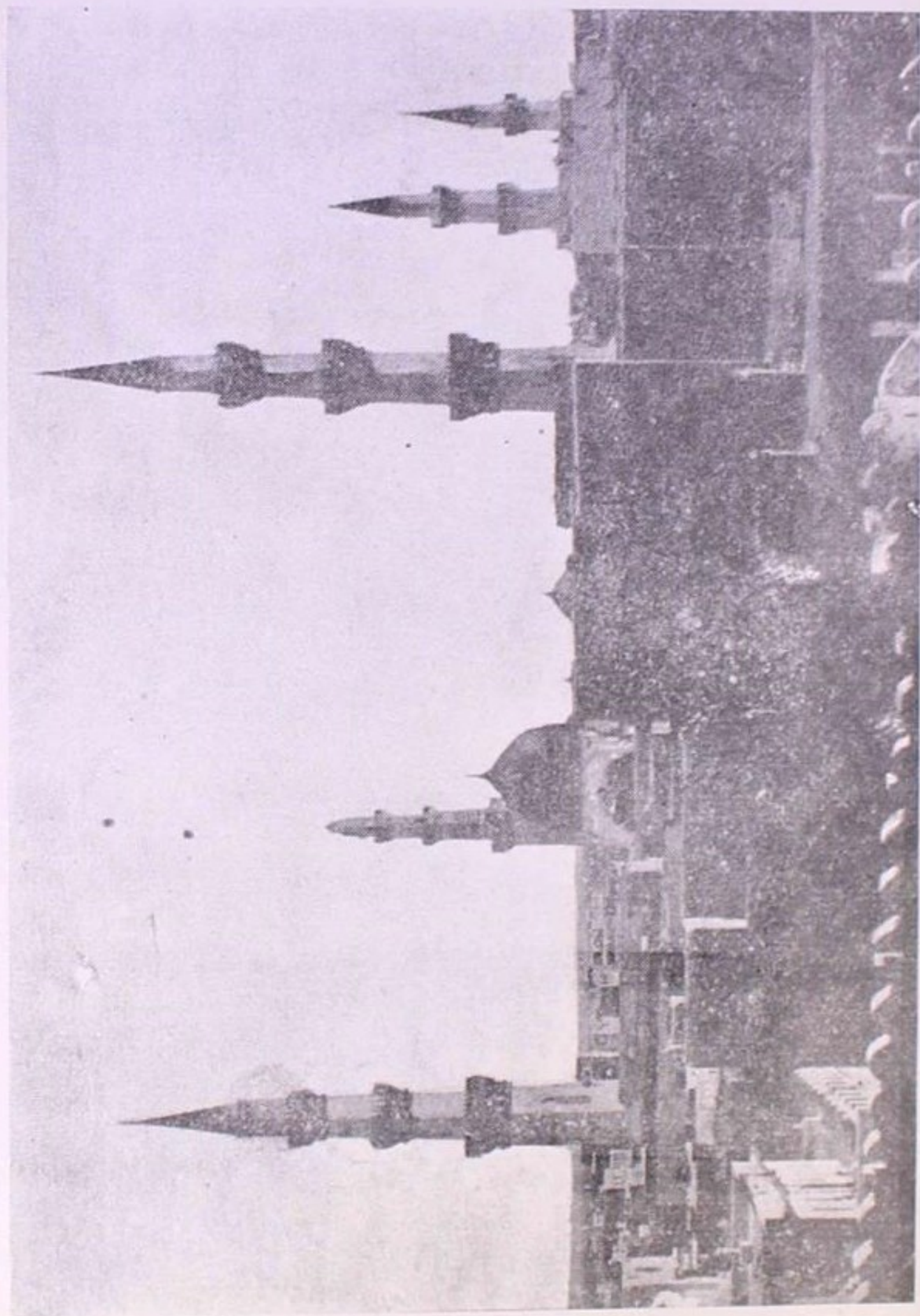
رگ و پے میں دوڑیں مسرت کی لہریں | کہ پیشِ نظر جانفزا ہیں نظارے
"حبیبی حبیبی" کھڑے کہہ رہے ہیں | وہ معصوم غلماں صفت ماہ پارے
کوئی اُسکی معراجِ شوق آج دیکھے | کہ جسنے غمِ ہجر کے دن گذارے

حمیدؔ از سپاسے کہ شایاں نیر زد
دلم باز آسودہ شد در کنارے

اِدھر جذبۂ ذوق و شوقِ زیارت | اُدھر جانبِ قُبّۂ نور اشارے
وہ آئی نسیمِ خنک روح پرور | وہ دل کو دیے بیخودی نے سہارے
کرو سجدۂ شکر بس اے حمیدؔ اب | کہ بر آئے سب دل کے مقصد تمہارے

"بدوشِ صبا می رسد بوئے یارے
چہ مرکب سبک رو، چہ نازک سوارے"
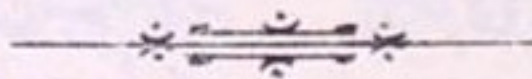
لے چھوٹے چھوٹے حسین و خوش رو معصوم بچوں اور بچیوں کی ٹولیاں اَبُوجی اَبُوجی یا "بی بی" (حبیبی حبیبی) کہتی ہوئی زائرین کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں، اور دیارِ حبیبؐ میں پہنچنے کی مبارکباد دیتی ہوئی نعت و سلام کے اشعار اپنے دلکش و پیارے لب و لہجہ میں پڑھنے لگتی ہیں۔ ۱۲ حمید

مہبطِ انوار

آگیا شاہِ دو عالمؐ کا دیار
ہوشیار! اے جانِ مضطر ہوشیار

ڈھونڈھتی تھی گنبدِ خضرا کو تو
دیکھ! وہ ہے اے نگاہِ بیقرار

وہ نظر آئی مدینہ کی زمیں
چھا رہا ہے دیکھ، وہ رنگیں غبار

وہ پہاڑوں کا تسلسل دلفروز
چل رہی ہو جیسے اونٹوں کی قطار

دل ہوا جاتا ہے اپنا باغ باغ
گل کھلاتی ہے مدینہ کی بہار

ذرہ ذرہ نور سے معمور ہے
کیا نظر آتی ہے شانِ کردگار

یہ وہی پاکیزہ کوچے ہیں جہاں
چلتے پھرتے تھے شہِ عالی وقار

آنکھ رکھوں اس زمیں پر یا قدم
ذرہ ذرہ ہو رہا ہے جلوہ زار

سجدہ کرتے جائیے ہر گام پر
چاہتا ہے دل یہی بے اختیار

بڑھ کے تو اے روح اب قربان ہو
یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر ایک بار

حاجیو، پڑھتے رہو دل سے درود
ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر دم، بار بار

مجھ پہ بھی آقا کرم فرمائیے
آپؐ ہیں دونوں جہاں کے تاجدار

سر بسر آلودۂ عصیاں ہوں میں
آپؐ کی رحمت کا ہوں اُمیدوار

اب حریمِ قدس کے آداب کی
دے مجھے توفیق اے پروردگار

اب یہیں سے نہ جانا اے حمید
زندگی کا کچھ نہیں ہے اعتبار

دیارِ قُدس

ہم کہاں، اور کہاں دیارِ حبیبؐ — اللہ اللہ! یہ ہمارے نصیب؟

دیکھو سنبھلو حمیدؔ، سنبھلو حمیدؔ — آگیا آگیا، دیارِ حبیبؐ

ہونے والا ہے کیا، خُدا جانے — کچھ چمک ہو رہی ہے دِل کے قریب

اُسکی قدرت ہے، اُسکی رحمت ہے — میرا سر، اور خاک پائے حبیبؐ

ہائے اُس وقت ہوگا کیا عالم — جبکہ ھٰذا النَّبِیؐ[1] کہے گا خطیب

نگہ آشنا، وہ یاد ہے خواب — یہی عالم تھا جب قریب قریب

کیجئے میرے غم کی چارہ گری — دردمندوں کے آپؐ ہی ہیں طبیب

آپؐ ہی نے شرف یہ بخشا ہے — ورنہ ایسے کہاں تھے میرے نصیب

نہیں معلوم کیا نظر آیا

محوِ حیرت ہے کیوں حمیدؔ غریب

---

[1] تُرک سلاطین کے عہد میں خطیب جس وقت منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ پڑھتا تھا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مُبارک کے ساتھ ساتھ "حُجرۂ انور کی جانب" اُنگلی سے اِشارہ بھی کیا کرتا تھا۔ ۱۲

فردوسِ نظر

قدم ارضِ طیبہ پہ ہیں رکھنے والے
سنبھالے کوئی آج ہم کو سنبھالے

یہاں جرأتِ شوق سوئے ادب ہے
نگاہوں کو غافل ادب سے جھکالے

بن آئی ہے اے طبعِ مشتاق تیری
جمالِ تجلّی کو دل میں بسالے

اُسے کیا ہوس کائناتِ جہاں کی
جو اس زندگی ہی میں جنّت کو پالے

قدم کیوں نہ اہلِ مدینہ کے چوموں
جوارِ نبیؐ کے ہیں یہ رہنے والے

مدینے کے کوچے ہیں، اور سیرِ جنّت
چھلکتے ہیں ساغر کے مانند چھالے

فراوانیِ جلوۂ حسن، توبہ!
چھپے جارہے ہیں، نظر آنیوالے

غلاموں کے آقا، غریبوں کے مونس
مجھے بھی گدا اپنے در کا بنالے

کروں کس زباں سے ادا شکر تیرا
حریمِ رسالتؐ میں پہنچانیوالے

سیہ کار ہوں، اور یہ آسرا ہے
کہ دامانِ رحمت میں کوئی چھپالے

تجلّی زار

نظر مدینۃ النبیؐ کا ہے سماں لیے ہوئے
حریمِ دل ہے کائناتِ دو جہاں لیے ہوئے

نظر نظر میں اک بہارِ بے خزاں لیے ہوئے
نفس نفس میں اک سرورِ جاوداں لیے ہوئے

مجھے بھی اپنے ساتھ اہلِ کارواں لیے ہوئے
بڑھے چلو بڑھے چلو، کشاں کشاں لیے ہوئے

میں چل رہا ہوں داغہائے دل کی روشنی میں یوں
بساطِ چرخ جس طرح ہے کہکشاں لیے ہوئے

وہ کثرتِ تجلّیات ہے کہ کھو گیا ہوں میں
یہ آگیا ہے جذبِ دل مجھے کہاں لیے ہوئے

میں خود ہی وجد کر رہا ہوں اپنے حال و قال پر
مرا نصیب آگیا مجھے یہاں لیے ہوئے

دیارِ پاک کیلئے یہ آسرا بھی کم نہیں
مرے غبارِ شوق کو ہے کارواں لیے ہوئے

یہاں کا ذرہ ذرہ سجدہ گاہِ اہلِ شوق ہے
امانتیں ہیں ذی سلم کی وادیاں لیے ہوئے

چلی ہیں ذوق و شوق میں غلافِ کعبہ چومنے
گھٹائیں جھومتی اُٹھیں گلابیاں لیے ہوئے

نگاہیں فرش راہ ہیں، لبوں پہ شورِ مرحبا
نسیمِ مصر آرہی ہے ارمغاں لیے ہوئے

سلام پڑھ رہا ہے کیا خوشی میں جھوم جھوم کر
ترانۂ حُدیٰ[۱] کا لطف سارباں لیے ہوئے

نظر کے سامنے فضا تمام جگمگا اُٹھی
اُحُد وہ رونما ہوا، تجلّیاں لیے ہوئے

---

[۱] حُدی = وہ گیت جو شتربان اونٹ ہانکتے وقت گاتے ہیں، اور اونٹ اُس سے مست ہو کر تیز چلنے لگتے ہیں۔۱۲

وہ سبز گنبدِ نبیؐ کی اللہ اللہ رفعتیں
زمیں ہے اپنے سر پہ جیسے آسماں لیے ہوئے

سکوں کہیں نہ مل سکا، ملا تو بس یہیں ملا
گئے تھے دل کی آرزو کہاں کہاں لیے ہوئے

وہ اُٹھ کے پچھلی رات کو، چلے ہیں جانبِ حرم
دلوں میں ہم سرورِ نغمۂ اذاں لیے ہوئے

اِدھر ہجومِ اہلِ دل ہے بابِ جبرئیلؑ پر
اُدھر سے پاسبان بڑھے ہیں کنجیاں لیے ہوئے

وفورِ ذوقِ سجدہ میں عجیب نعمتیں ملیں
اُٹھا سرِ نیاز کیفِ بیکراں لیے ہوئے

ٹہل رہے ہیں صحن میں تمام ساقیِ حرم
کٹوریاں لیے ہوئے، صراحیاں لیے ہوئے

عجب ہے منظرِ لطیف منبرِ رسولؐ کا
وہ حلقے میں کبوتر، اور قمریاں لیے ہوئے

نماز پڑھ کے جالیوں کے پاس فرطِ شوق میں
پہنچ گئے، حدیثِ دل کو بعد ازاں لیے ہوئے

بڑھے مزوّر اس طرح حریمِ قدس کی طرف
جلو میں اپنے اک ہجومِ عاشقاں لیے ہوئے

قدم حدِ نیاز سے کسی کا تا نہ بڑھ سکے
ادب سے پاسباں کھڑے ہیں قمچیاں لیے ہوئے

شعارِ نور بن گیا نشانِ سجدۂ نیاز
اٹھی جبینِ شوق خاکِ آستاں لیے ہوئے

سنا رہے ہیں زائرین اپنا اپنا حالِ دل
بیان اپنا، اور اپنی ہی زباں لیے ہوئے

بصد ادب، بشوقِ دل، بچشمِ تر، دعا بہ لب
کھڑے ہیں اصطفا بھی نذرِ آستاں لیے ہوئے

قریب اک ستون کے حمید بھی ہیں سرنگوں
دل و جگر میں شورشِ غمِ نہاں لیے ہوئے

جلوہ گاہِ رسالتؐ

پڑیں آج کس جلوہ گہہ پر نگاہیں
نگاہیں مری بن گئیں جلوہ گاہیں

یہ کس بام پر پڑ رہی ہیں نگاہیں
گری جا رہی ہیں سروں سے کُلاہیں

انھیں مل گئیں کیا تری جلوہ گاہیں
کہاں ہو گئیں گُم پہونچ کر نگاہیں

جنھیں ڈھونڈھتی تھیں ہماری نگاہیں
یہی ہیں یہی ہیں، وہ جنّت کی راہیں

کسی کی رسائی ہو کیونکر یہانتک
شہنشاہِ کونینؐ جب تک نہ چاہیں

ہے پیشِ نظر آج وہ نورِ وحدت
منوّر ہیں جس نور سے خانقاہیں

بھٹکنے کا خطرہ نہیں اب رہا کچھ
مجھے مل گئیں میری منزل کی راہیں

بہت کچھ کیا پاسِ آدابِ دل نے
نکل ہی گئیں پھر بھی کچھ مُنھ سے آہیں

جو کہنا ہو کہہ لو حمیدؔ آج اُن سے
کہ اسوقت ہیں ملتفت وہ نگاہیں

نظارۂ مدینۃ الرسول

مرحبا، مرحبا نظر آیا
حرمِ مصطفٰے نظر آیا

کیا بتاؤں کہ کیا نظر آیا
جلوۂ کبریا نظر آیا

سجدۂ شکر کیوں ادا نہ کروں
روضۂ مصطفٰے نظر آیا

محوِ حیرت ہے اسقدر تو کیوں؟
چشمِ پُر شوق! کیا نظر آیا

محو ہوں، سوجھتا نہیں گنبد
حاجیو! دیکھنا نظر آیا؟

جان میں جان آگئی واللہ
جب درِ مصطفٰے نظر آیا

سبز گنبد کے سبز پردے میں
کچھ عجب ماجرا نظر آیا

جالیوں کے ہر ایک روزن سے
نورِ ربُّ العُلا نظر آیا

سبز پردے کا کیا کہوں عالم
مجھ کو نورِ خدا نظر آیا

سر جھکا جا رہا ہے سجدے کو
کس کا یہ نقشِ پا نظر آیا

بابِ جبریلؑ کی طرف جو گئے
عالم اِک دوسرا نظر آیا

ہے نظر کا کچھ اور ہی عالم
آج کیا جانے، کیا نظر آیا

آج مجھ کو حمیدؔ طیبہ میں
نعت پڑھتا ہوا نظر آیا

سلام

بدرگاہِ خیرُ الانام

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام
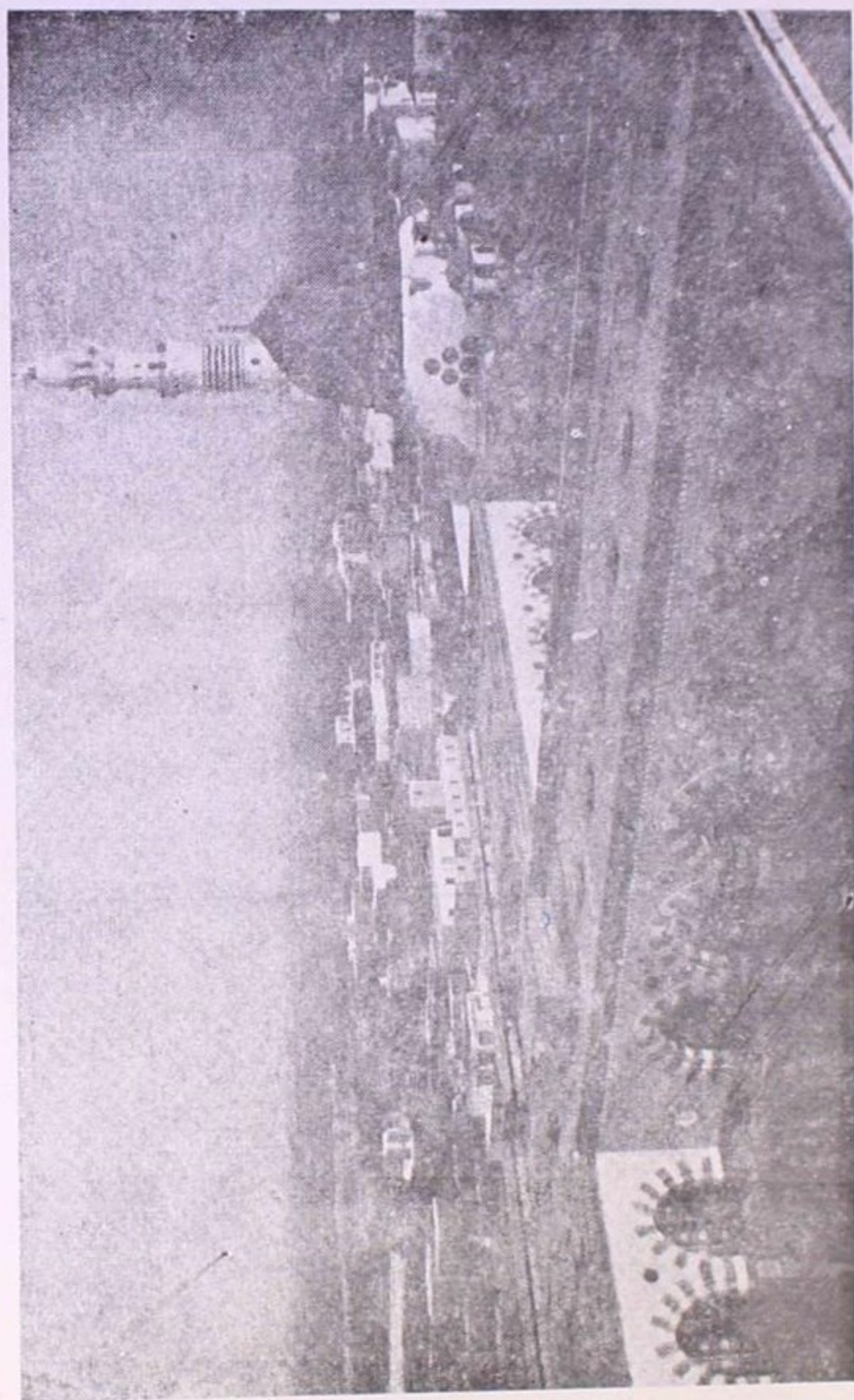
آفتابِ رِسالتؐ پہ لاکھوں سلام
ماہتابِ نبوّتؐ پہ لاکھوں سلام

گوہرِ بحرِ عرفاں و بدرُ الدُّجیٰ
دُرّۃُ التّاجِ رحمت پہ لاکھوں سلام

باغِ جنّت کے ہیں پھول رُخ پر نثار
رُوئے انور کی رنگت پہ لاکھوں سلام

"اُمّتی اُمّتی" لب پہ جاری رہا
نازبردارِ اُمّت پہ لاکھوں سلام

خود دُسروں کو پڑھایا سبق عجز کا
مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خُلق سے
ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام

اِک اشارے میں شق کر دیا چاند کو
ایسے ماہِ رسالتؐ پہ لاکھوں سلام

جس نے باغِ جہاں کو معطّر کیا — اُس پسینہ کی نکہت پہ لاکھوں سلام

جس کے محتاج ہیں سب غریب و امیر — اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے عالم منوّر ہوا — اُس ظہورِ حقیقت پہ لاکھوں سلام

ابتدا جس کی ہو آپؐ کے نام سے — ایسی دِلکش عبارت پہ لاکھوں سلام

نورِ ذکرِ نبیؐ سے جو معمور ہو — اُس سحر کی لطافت پہ لاکھوں سلام

باریابی کا حاصل ہو جس کو شرف — اُس سلامِ محبّت پہ لاکھوں سلام

خوابگاہِ رسالتؐ پہ بیحد دُرود — سبز گنبد کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جب لیا نام، دل کو سکوں ہو گیا — مونسِ رنج و کلفت پہ لاکھوں سلام

روز و شب ہے میسّر حضوری اُنھیں — اہلِ طیبہ کی قسمت پہ لاکھوں سلام

مجھ گنہگار پر بھی ہو لطف و کرم — آپؐ کی چشمِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آگیا پھر لبوں پر محمدؐ، حمید
بھیجئے نامِ حضرتؐ پہ لاکھوں سلام

اے حبیبِ خدا سلامٌ علیک

اے حبیبِ خدا سلامٌ علیک — مرحبا، مرحبا سلامٌ علیک

شاہِ ارض و سما سلامٌ علیک — مالکِ دوسرا سلامٌ علیک

السلام اے طبیبِ دردِ حیات — دافعِ ہر بلا سلامٌ علیک

السلام اے تجلّیِ کعبہ — مہرِ غارِ حرا سلامٌ علیک

السلام اے مہِ شبِ اسریٰ — نورِ بدرُ الدُّجیٰ سلامٌ علیک

آئینہ دارِ بزمِ صبحِ ازل — شرحِ شمسُ الضُّحیٰ سلامٌ علیک

جلوہ افروزِ سدرہ و طوبیٰ — نورِ عرشِ عُلا سلامٌ علیک

مسند آرائے بزمِ کون و مکاں — جلوۂ کبریا سلامٌ علیک

باعثِ کُن فکاں شہِ کونین — وجہِ ہر دوسرا سلامٌ علیک

دُرّۃ التاج رحمتِ باری — سیدُ الانبیا سلامٌ علیک

قبلۂ روح و کعبۂ ایماں — حق رس و حق رسا سلامٌ علیک

طالبِ جاں و عینِ جانِ طلب — بندہ حق نُما سلامٌ علیک

نامِ اقدس پہ صد ہزار درود — بعد صلِّ علیٰ سلامٌ علیک

بپذیر از منِ غلامِ حقیر — اے شفیعُ الوریٰ سلامٌ علیک

کہہ رہا ہے حمیدِ مدح سرا
بہزار التجا سلامٌ علیک

امیرِ قافلۂ انبیا سلامٌ علیک

حبیبِ خالقِ ارض و سما سلامٌ علیک
جمالِ آئینۂ حق نما سلامٌ علیک

شفیعِ حشر و امام الہدیٰ سلامٌ علیک
امیرِ قافلۂ انبیا سلامٌ علیک

فروغِ صبحِ ازل، نورِ لیلۃ الاسریٰ
سراجِ خلوتِ بزمِ دنیٰ سلامٌ علیک

جہانِ کثرت و وحدت کے برزخِ کبریٰ
دلیلِ روشنِ شمس الضحیٰ سلامٌ علیک

شہِ حجاز و عجم، تاجدارِ کون و مکاں
مہِ رسالت و بدرُ الدجیٰ سلامٌ علیک

نویدِ عیسیٰ مریم، پیامِ ابراہیم
بشارتِ رسل و انبیا سلامٌ علیک

جمالِ کاملِ کونین، بدرِ بدر و حنین
تمام مظہرِ نورِ خدا سلامٌ علیک

مہِ قبیس و منا، آفتابِ کنجِ حرا
تجلیِ حرمِ کبریا سلامٌ علیک

قسیمِ کوثر و تسنیم، بحرِ لطفِ عمیم
کلیدِ جنتِ ربُّ العلا سلامٌ علیک

طبیبِ خستہ دلاں، چارہ سازِ مایوساں
رحیم و رحمتِ خاصِ خدا سلامٌ علیک

قرارِ روح و جگر، راحتِ دلِ مضطر
انیس و مونسِ ہر بے نوا سلامٌ علیک

پناہ بخشِ غریبانِ کوئے نومیدی
امیدِ ہر دلِ بے مدعا سلامٌ علیک

سکونِ خاطرِ آشفتۂ حمیدِ حزیں
دوائے دردِ دلِ لادوا سلامٌ علیک

راحتِ قلبِ بیقرار سلام

سِرِّ وحدت کے رازدار سلام　　مُلکِ کثرت کے شہریار سلام

زینتِ بزمِ کردگار سلام　　باغِ فردوس کی بہار سلام

راحتِ قلبِ بیقرار سلام　　فرحتِ چشمِ اشکبار سلام

السلام اے جمالِ مُلکِ اللہ　　تاجداروں کے تاجدار سلام

السلام اے محمدِ عربی　　ہم غریبوں کے غمگسار سلام

رُوئے انور پہ عطر بیز درود　　زُلفِ اطہر پہ مُشکبار سلام

قابَ قوسین اور اَوْ اَدنیٰ　　ایسی خلوت پہ لاکھ بار سلام

جس نے تاریک دل کئے روشن　　ایسے جلوے پہ نوربار سلام

جو گنہگار کو پناہ میں لے　　ایسی رحمت پہ صد ہزار سلام

میرے آقا پہ میرے مولا پر　　بے عدد اور بے شمار سلام

صدقے اپنے بُلانے والے کے　　بھیج اے قلبِ بیقرار سلام

لُطف تو جب سلام کا ہے حمید
خود کرے رُوح بار بار سلام

قبلۂ عاشقاں سلامُ علیک

رحمتِ دو جہاں سلامُ علیک
والیِ بیکساں سلامُ علیک

السّلام اے امامِ جملہ رُسُل
ختمِ پیغمبراں سلامُ علیک

السّلام اے شفیعِ روزِ جزا
حامیِ عاصیاں سلامُ علیک

السّلام اے مُصحّحِ الحسنات
راحتِ قلب و جاں سلامُ علیک

مرحبا مرحبا شہِ لولاکؐ
نازشِ دو جہاں سلامُ علیک

اے سراجِ مُنیر و بدرِ کمال
نورِ کون و مکاں سلامُ علیک

مہرِ تابانِ لیلۃُ الاسریٰ
ماہِ عرش آستاں سلامُ علیک

صاحبِ تاج و صاحبِ معراج
کاشفِ رمزِ جاں سلامُ علیک

مسند آرائے محفلِ کونین
صدرِ بزمِ جناں سلامُ علیک

حاملِ سرِّ وحدت و کثرت
باعثِ کُن فکاں سلامُ علیک

حاصلِ دیں، خُلاصۂ ایماں
سرورِ انس و جاں سلامُ علیک

رہبرِ خلق و رحمتِ عالم
ہادیِ ہادیاں سلامُ علیک

عینِ ایمان و کعبۂ مقصود
قبلۂ عاشقاں سلامُ علیک

چارہ سازِ دلِ غریب حمید
وجہِ آرامِ جاں سلامُ علیک
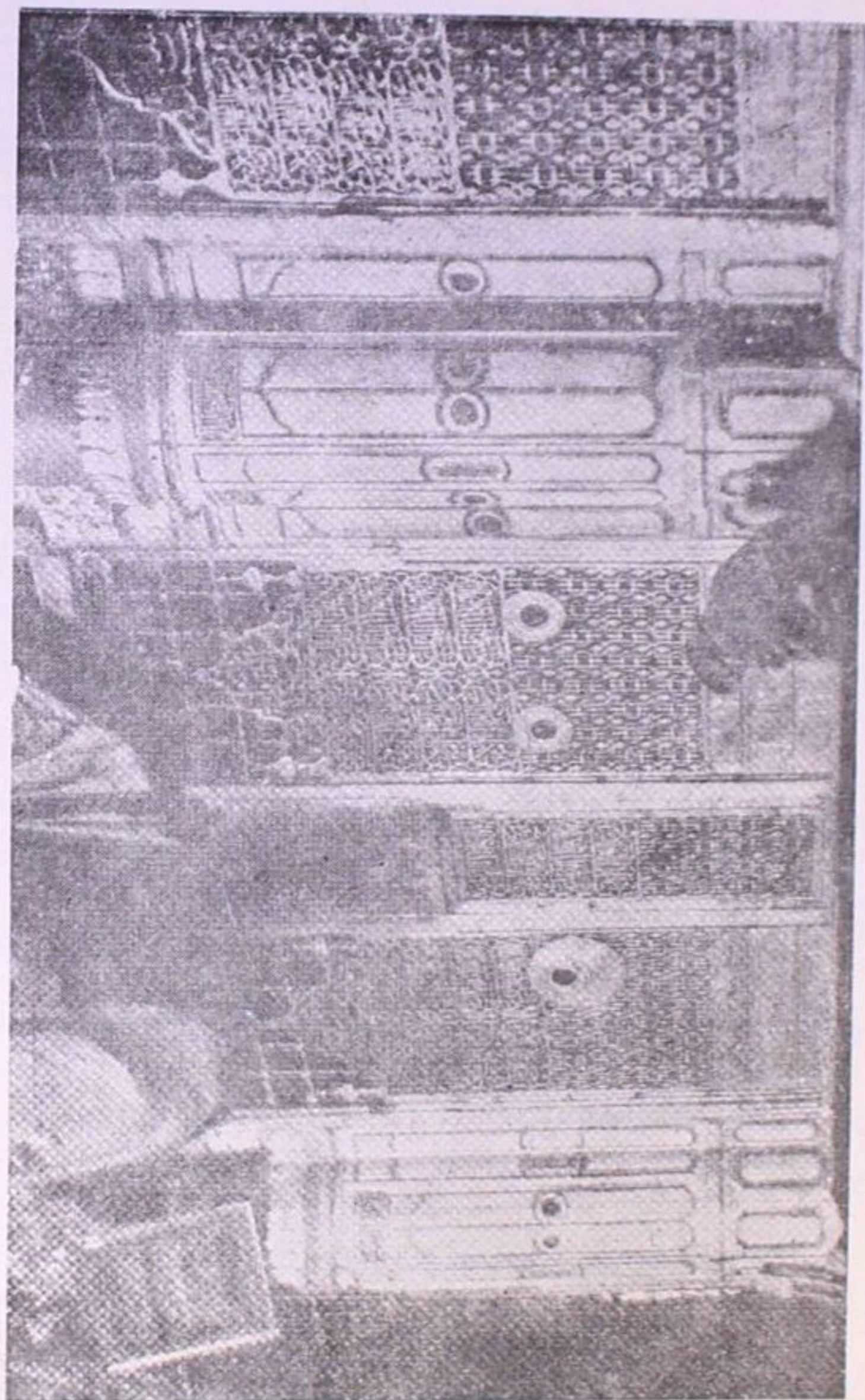
حُسنِ نظر

جو دیکھنا چاہا تھا وہی دیکھ رہے ہیں — یعنی حرمِ پاکِ نبیؐ دیکھ رہے ہیں

یک نغمۂ نشنیدہ و یک جلوۂ بے رنگ — سُنتے ہیں کبھی، اور کبھی دیکھ رہے ہیں

جُنبش حرمِ قُدس کے پردے کو ہے پیہم — پھیلی ہوئی اِک روشنی سی دیکھ رہے ہیں

ہٹتی نہیں جس چیز پہ پڑتی ہیں نگاہیں — جس روز سے دیکھا ہے یہی دیکھ رہے ہیں

خود اُن کی نظر پڑتی ہو اب دیکھیے کس پر — یوں دیکھنے والے تو سبھی دیکھ رہے ہیں

اللہ کی رحمت سے ملی دولتِ کونین — ایک ایسی حدیثِ نبویؐ دیکھ رہے ہیں

کیا جانیے کیا ڈھونڈھتی پھرتی ہیں نگاہیں — ایک ایک مدینہ کی گلی دیکھ رہے ہیں

عالم ترا دیکھیں گے ٹھہر اے شبِ مہتاب — ہم گنبدِ خضرا کو ابھی دیکھ رہے ہیں

احساس سا ہوتا ہے پہنچتے ہی حرم میں — جیسے کہ رسولِ عربیؐ دیکھ رہے ہیں

بیٹھے ہوئے پردے کے قریب آپ حمید اب

کیا راہِ نسیمِ سحری دیکھ رہے ہیں؟

خُلدِ نظّارہ

جو خُم کے خُم پی کے بھی نہ بہکے، حرم میں مدہوش ہو رہے ہیں

یہاں ہیں کیفیّتیں ہی ایسی، کہ خود فراموش ہو رہے ہیں

تجلّیِ حُسنِ نو بنو سے کچھ ایسے مدہوش ہو رہے ہیں

کہ رنگ و بُو کے تمام جلوے نظر سے رُوپوش ہو رہے ہیں

یہ نکہتِ روضۂ پیمبرؐ، فضا مُعطّر، ہوا مُعطّر

ہمارا اب پُوچھنا ہی کیا ہے، چمن در آغوش ہو رہے ہیں

خوشا در و بام کے مناظر، زہے دُرود و سلام پیہم

یہ خُلدِ نظّارہ بن رہے ہیں، وہ جنّتِ گوش ہو رہے ہیں

قدم قدم پر ظہورِ تازہ، نفس نفس میں سُرورِ تازہ

نظر نظر میں وہ نُورِ تازہ، کہ مست و مدہوش ہو رہے ہیں

قبول سب ہوگئیں دُعائیں، مُعاف سب ہوگئیں خطائیں

سحابِ رحمت برس رہا ہے، کرم ہم آغوش ہو رہے ہیں

زبان و دل احترام کرلیں، درود پڑھ لیں، سلام کرلیں

کچھ التجائیں بھی ہم کرینگے، ابھی تو خاموش ہو رہے ہیں

یہ کیف و وجدانِ غیر فانی، کہ روح ہے محوِ ہمکلامی

یہ پردہ سازِ دل کے نغمے، جو محرمِ گوش ہو رہے ہیں

اُٹھے ہوئے ہیں تمام پردے، مگر خدا جانے بات کیا ہے

ابھی نگاہوں کے سامنے تھے، ابھی وہ روپوش ہو رہے ہیں

یہ قُبۂ نور کے نظارے، یہ رنگ و نکہت، یہ چاند تارے

حمیدؔ یہ حال ہے ہمارا، کہ جیسے مَے نوش ہو رہے ہیں

اللہ اکبر، اللہ اکبر

کیفِ حضوری اللہ اکبر — چھایا ہوا ہے دیدہ و دل پر

پیشِ نظر ہے روضۂ اطہر — آنکھیں بھی روشن، دل بھی منوّر

تشنہ لبوں پر بخششِ پیہم — صلّی اللہ علیک اے ساقیِ کوثر

بادۂ عرفاں، کیفِ مجسّم — جھوم رہے ہیں شیشہ و ساغر

وقفِ زیارت چشمِ تمنّا — مُہرِ سکوتِ شوق لبوں پر

یوں ہیں وہ ہم آغوشِ تصوّر — بھول گیا ہوں خود کو بھی یکسر

دیکھتے ہیں وہ میری جانب — دل کو ہوا محسوس یہ اکثر

برقِ تجلّی کوند رہی ہے — جالی کے باہر، جالی کے اندر

گنبدِ خضرا، شمعِ تجلّی — محوِ نظارہ ہیں مہ و اختر

حلقہ بگوشِ بامِ حرم ہیں — کس کے پیامی ہیں یہ کبوتر

جذبِ سوادِ شامِ مدینہ — لرزاں لرزاں خسروِ خاور

جلووں کو اُنکے خوب ہی دیکھا — دور بھی ہٹ کر، پاس بھی جا کر

حاصلِ زیست انعامِ حضوری — جس کو بھی ہو جائے میسّر

مجھ کو بھی لے آغوش میں اپنی — صدقے بقیعِ پاک میں تجھ پر

طیبہ میں مرنا، طیبہ میں جینا — یہ بھی ہے بہتر، وہ بھی ہے بہتر
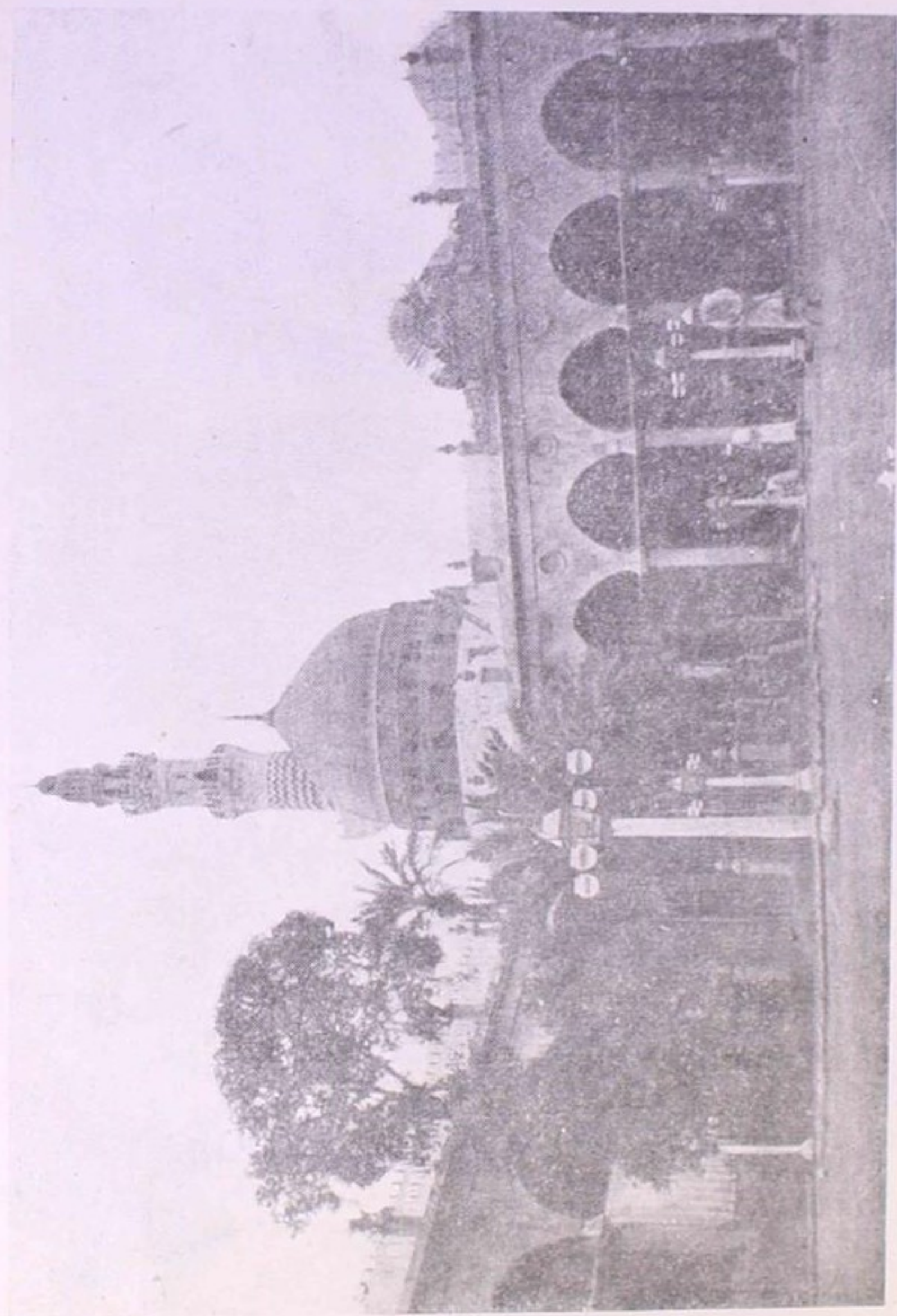
جلوۂ ناز

مدینہ ہے اور جلوہ سامانیاں ہیں
حبیبِ دو عالم کی مہمانیاں ہیں

اِدھر عاصیوں کو پشیمانیاں ہیں
اُدھر رحمتوں کی فراوانیاں ہیں

میں اے قبّۂ نور تجھ پر تصدّق
عجب تیرے جلووں کی تابانیاں ہیں

نگاہوں کی فردوس ہے بزمِ طیبہ
جدھر دیکھیے جلوہ سامانیاں ہیں

حریمِ رسالت کا فیضان یہ ہے
پریشانیاں ہیں، نہ حیرانیاں ہیں

شبِ قدر ہو، یا فروغِ سحر ہو
یہ سب تیرے جلووں کی تابانیاں ہیں

میسّر ہیں جن کو ترے در کے سجدے
اُنھیں کی سرافراز پیشانیاں ہیں

جُنونِ محبّت کو اللہ رکھے
مُبارک یہ میری پریشانیاں ہیں

یہ دیوانگی محبّت ہے ناصح
مُبارک کہ مجھے میری نادانیاں ہیں

مدینہ کہاں، اور کہاں میری قسمت
تری رحمتوں کی فراوانیاں ہیں

حمیدؔ ان کی رنگینیاں کوئی دیکھے
یہ اشعار ہیں، یا گُل افشانیاں ہیں

حریمِ جمال

نشاطِ بیمثال ہے، سُرورِ لازوال ہے
مَدینۃُ النّبیؐ ہے اور حمیدِ خستہ حال ہے

عجیب جوشِ بیخودی، عجیب تر یہ حال ہے
نگاہ چارسُو ہے اور اِک طرف خیال ہے

بر آئی دل کی آرزو، حرم میں لائی جُستجو
وہ عالمِ خیال تھا، یہ عالمِ مثال ہے

دُعا جو میرے دل میں ہے نگاہِ مُضمحل میں ہے
یہی زبانِ قال ہے، یہی زبانِ حال ہے

ہزار شوقِ دید ہو، حریمِ قُدس سامنے
نظر اُٹھا کے دیکھ لے کسی کو کیا مجال ہے

مزاجِ حُسن و عشق کا کچھ اِس طرح سمو گیا
جلال میں جمال ہے، جمال میں جلال ہے

دیارِ پاک میں خدا کی بخششیں تو دیکھئے
ہر ایک خوش جمال ہے، ہر ایک خوشخصال ہے

جہاں جہاں سے دیکھئے اُسی طرح ہی جلوہ گر
نظر فروز کس قدر منارۂ بلالؓ ہے

نگاہِ شوق دیکھ لے، کلس کی سمت غور سے
بخطِ نُور کچھ لکھا ہوا ہے، یا ہلال ہے

یہاں سے اب نہ جائیے، حدیثِ دل سُنائیے
جدھر نظر اُٹھائیے، جمال ہی جمال ہے

رشکِ جنّت

صبا نے نویدِ مسرّت سُنا دی | تصوّر نے طیبہ کی صورت دکھا دی
مجھے شاہراہِ حقیقت دکھا دی | مری زندگی اصطفا نے بنا دی
دکھائی دیا قبّۂ نور مجھ کو | نظر میں نے جب بیخودی میں اُٹھا دی
نظر آتے ہی آستانِ رسالتؐ | ادب سے جبینِ عقیدت جھکا دی
اُٹھو جلد وقت آ گیا حاضری کا | ندا دیر سے کر رہا ہے منادی
مزہ ہے یہیں کچھ نمازوں کا اے دل | کبھی اجتماعی، کبھی انفرادی
نگاہوں میں ہے وہ حدیثِ مبارک[۱] | شفاعت کی جس نے بشارت سُنا دی
ہوئی پردۂ در کو جنبش جو پیہم | حضوریِ دل کی نزاکت بڑھا دی
نچھاور ہوئے جاتے ہیں ماہ و انجم | نظر قبّۂ نور پر یوں جما دی
خدا نے شرف یہ مدینہ کو بخشا | کہ اک اک گلی رشکِ جنّت بنا دی

مدینہ میں آ کر کھلیں میری آنکھیں
حمیدؔ اپنی عمر، آہ میں نے گنوا دی

---

[۱] اُس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو روضۂ اقدس کی جالیوں کے قریب ایک دیوار پر کندہ ہے:۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ۔ (جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی)۔ ۱۲۰

حاصلِ عمر

تنہا بس ایک جلوۂ وحدت طراز ہے
اب کوئی آئنہ ہے، نہ آئینہ ساز ہے

اُس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے
یہ وہ نماز ہے، کہ مجھے جس پہ ناز ہے

یہ حاصلِ رکوع و سجودِ نماز ہے
میرا سرِ نیاز، ترا پائے ناز ہے

کیا قربِ خاص وقتِ سجودِ نماز ہے
جو سجدہ ہے وہ خاص عبادت کا راز ہے

گو میں گنہگار ہوں، لیکن یہ ناز ہے
تم رحمتِ خدا ہو، وہ بندہ نواز ہے

نورِ خدا ہے روئے منوّر سے آشکار
اِس آئنہ میں جلوۂ آئینہ ساز ہے

ہے جس قدر وسیع ترا دامنِ کرم
اُتنا ہی اپنا دستِ تمنّا دراز ہے

رکھنا قدم سنبھل کے ذرا رہروانِ عشق
ہر ذرّہ کوئے حسن کا دنیائے راز ہے

جو لب پہ آگیا، وہ تھا اِک اضطرارِ شوق
جو دل میں رہ گیا وہ محبّت کا راز ہے

گذرے جو تیری برقِ تجلّی کی دید میں
وہ ایک لمحہ حاصلِ عمرِ دراز ہے

جو مانگنا ہو مانگ لو اِس وقت اے حمید
اللہ کا کرم ہے، درِ فیض باز ہے

حضوریِ حریمِ رسالتؐ

دیارِ مصطفےٰؐ ہے اور میں ہوں
فضائے جانفزا ہے اور میں ہوں

مدینہ کی فضا ہے اور میں ہوں
صدائے مرحبا ہے اور میں ہوں

دماغ اپنا نہ کیوں اب عرش پر ہو
نبیؐ کی خاکِ پا ہے اور میں ہوں

کہوں کیا دل کی کیفیت کا عالم
نگاہِ آشنا ہے اور میں ہوں

کبھی ہوں جالیوں کے پاس گریاں
کبھی بابُ النسا ہے اور میں ہوں

تہجد کی یہ کیف آور نمازیں
ستونِ[1] عائشہؓ ہے اور میں ہوں

---

[1] ستونِ عائشہؓ :- جس جگہ اب مصلّیٰ نبیؐ ہے اسکے اختیار کرنے سے قبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ روز یہیں نماز ادا فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ نکلا تھا کہ :- "میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اُسکی فضیلت اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہاں جگہ پانے کیلئے لوگ قرعہ ڈالیں"۔ اُسوقت سے صحابہؓ کو برابر اُس جگہ کی جستجو رہنے لگی۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اُس جگہ کا پتہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بتایا۔ اِس مناسبت سے اُسے "ستونِ عائشہؓ" کہتے ہیں۔ ۱۲

بحمد اللہ کھلا ہے بابِ رحمت — مری آہِ رسا ہے، اور میں ہوں

حریمِ قدس کا پردہ اُٹھا ہے — دلِ حیرت زدہ ہے، اور میں ہوں

نگاہِ شوق ہے منبر کی جانب — خطیبِ خوشنوا ہے، اور میں ہوں

نظر کے سامنے ہے قبّۂ نور — سُرورِ غم رُبا ہے، اور میں ہوں

غضب کی چاندنی چھٹکی ہوئی ہے — کسی کا سامنا ہے، اور میں ہوں

اُمنڈ آیا ہے دریا چشمِ تر سے — مزارِ فاطمہؓ ہے، اور میں ہوں

کھجوروں کے درختوں کا ہے سایہ — اُحُد[1] کا راستہ ہے، اور میں ہوں

مزہ دیتا ہے تنہائی میں رونا — شبِ عشرت فزا ہے، اور میں ہوں

محمد مصطفٰےؐ کا ہے یہ احساں — کہ اب یادِ خدا ہے، اور میں ہوں

حمیدؔ اب کچھ نہیں ہے یاد مجھ کو
نبیؐ کا تذکرہ ہے، اور میں ہوں

---

[1] اس پہاڑ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :- جبلِ اُحد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے، یہ ہم کو دوست رکھتا ہے ہم اس کو دوست رکھتے ہیں ۔۱۲

معراجِ دید

پیشِ نگہِ شوق یہ کیا دیکھ رہا ہوں
ہر سمت مدینہ کی فضا دیکھ رہا ہوں

یا خواب میں دیدارِ حرم کی تھی تمنّا
یا آج اُسے بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں

طیبہ کے در و بام کہاں اور کہاں میں
یہ آج میں کیا شانِ خدا دیکھ رہا ہوں

توسیعِ حرم کی نئی تعمیرِ حسیں میں
اِک منظرِ پُر نور نیا دیکھ رہا ہوں

گونجی ہے فضا اہلاً و سہلاً کی صدا سے
خوش بختیِ اربابِ وفا دیکھ رہا ہوں

صدقے ترے انوار کے اے گنبدِ خضرا
ہر سمت تجھے جلوہ نُما دیکھ رہا ہوں

کیوں آج نہ ہو میری نظر خلد در آغوش
رنگینیِ گلزارِ قُبا دیکھ رہا ہوں

جس سمت بھی اُٹھ جاتی ہیں پُر شوق نگاہیں
چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا دیکھ رہا ہوں

گم ہو کے بہاروں میں گلستانِ حرم کی
کیفِ نگہِ اہلِ وفا دیکھ رہا ہوں

رہ رہ کے مہ و مہر مجھے دیکھ رہے ہیں
میں گنبدِ خضرا کی فضا دیکھ رہا ہوں

اک بندۂ عاصی پہ یہ اکرام و عنایات
بابِ حرمِ قدس کو وا دیکھ رہا ہوں

اللہ غنی آج ہم آغوشِ اجابت
اپنے دلِ مضطر کی دعا دیکھ رہا ہوں

یارب یہ حقیقت ہے کہ ہے خواب کا عالم
انوار کے جھرمٹ میں کیا دیکھ رہا ہوں

کونین کے جلوے سمٹ آئے ہیں نظر میں
تا حدِّ نظر نورِ خدا دیکھ رہا ہوں

اب کس سے کہوں گنبدِ خضرا کے کلس پر
جو روشنیٔ عرشِ علا دیکھ رہا ہوں

دیکھیں مری نظروں کو ذرا دیکھنے والے
میں روضۂ محبوبِ خدا دیکھ رہا ہوں

اللہ رے ترا اوجِ مراتب کہ حمیدؔ آج
طیبہ میں تجھے نغمہ سرا دیکھ رہا ہوں

یہ آج کیسا عالم ہے طاری　　یا سجدہ ریزی، یا اشکباری

صبر آزما دل، صبر آزما دل　　یہ بیقراری، یہ بیقراری

اُنظُر اِلینا، اُنظُر اِلینا　　محبوبِ باری، محبوبِ باری

بُستانِ طیبہ، اللہ اللہ　　ٹھنڈی ہوائیں، ابرِ بہاری

خوشبو کی لپٹیں آتی ہیں پیہم　　قربان جن پر مُشکِ تتاری

ہاتھوں میں لرزش، لب پہ دُعائیں　　اشکِ مسلسل آنکھوں سے جاری

ہے سبز گنبد نظروں کا مرکز　　انتَ حبیبی لب پر ہے جاری

شوقِ زیارت، ذوقِ عبادت

دن ہیں ہمارے، راتیں ہماری

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ

دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانِ مدینہؐ
ہیں، اور درِ دولتِ سلطانِ مدینہؐ

ارشادِ خدا ہے وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ
جس سے ہے عیاں رفعتِ سلطانِ مدینہؐ

اللہ کی تنویر میں ہے آپؐ کی صورت
ہے رویتِ حق، رویتِ سلطانِ مدینہؐ

جلووں سے ہے معمور یہ خانۂ عالم
اے صلِّ علیٰ طلعتِ سلطانِ مدینہؐ

فردوسِ نظر، کعبۂ اربابِ محبّت
ہے رشکِ ارم جنّتِ سلطانِ مدینہؐ

کافر ہے وہ بدبخت، جو اُس دل کو کہے دل
جس دل میں نہ ہو اُلفتِ سلطانِ مدینہؐ

یارب نگہِ لُطف رہے روزِ قیامت
شرمندہ نہ ہو اُمّتِ سلطانِ مدینہؐ

محشر کا نہیں خوف، کہ ہیں شافعِ محشر
محبوبِ خدا حضرتِ سلطانِ مدینہؐ

بیچارہ حمید اپنی خطاؤں پہ خجل ہے
دیکھ اے نگہِ رحمتِ سلطانِ مدینہؐ

سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم)

کونین میں شہرت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی
چھائی ہوئی رحمت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

مومن کی نگاہوں میں فردوس سے بھی بڑھ کر
آغوشِ محبت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

اے ارضِ مدینہ کاش آنکھوں میں تجھے رکھ لوں
جنت ہے تو جنت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

انوارِ تجلی سے ہیں دونوں جہاں روشن
کیا شمعِ رسالت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

مُردے ہی نہ جی اُٹھیں پتھر بھی پڑھیں کلمہ
ٹھوکر میں وہ قدرت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

لازم ہے جسے رہنا سرتاجِ اُمم بن کر
وہ خاص جماعت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

طیبہ کا ہر اک کوچہ کیونکر نہ معطر ہو
پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

اے زائرِ[1] خوش قسمت روضہ کی زیارت بھی
دراصل زیارت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

تا حشر رہے یارب محفوظ حوادث سے
دل میں جو امانت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

کہتے ہوئے مرقد سے محشر میں حمیدؔ آئے
مجھ کو تو ضرورت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

---

[1] حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے: "مَن زارني بعدَ مماتي فكأنّما زارني في حياتي" (جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گویا اُسنے زندگی میں میری زیارت کی) ۱۲۔

وداعی نظر

قابلِ ضبطِ غمِ قلب و جگر ہو کہ نہ ہو
رُخ سے پردہ تو اُٹھے تابِ نظر ہو کہ نہ ہو

آج جی بھر کے حمیدؔ اُن کا نظارہ کر لو
پھر خدا جانے یہ اندازِ نظر ہو کہ نہ ہو

حالِ غم اُن کو بہر حال سُنانا ہے ضرور
نالہائے دلِ مُضطر میں اثر ہو کہ نہ ہو

دل بھر آیا ہے تو جی کھول کے رو لینے دو
پھر کبھی جوش پہ یوں دیدۂ تر ہو کہ نہ ہو

درو دیوار سے سر پھوڑ کے مر جانے دو
پھر کبھی کوچۂ طیبہ میں گذر ہو کہ نہ ہو

اور کچھ لطف اُٹھا لوں میں جبیں سائی کا
پھر کبھی اِس درِ والا پہ یہ سر ہو کہ نہ ہو

یہ خیال اور بھی دیوانہ کیے دیتا ہے
دیکھئے پھر بھی مدینہ کا سفر ہو کہ نہ ہو

یہی بہتر ہے کہ اب جان تصدق کر دوں
مُلتفت پھر نگہِ خاص اِدھر ہو کہ نہ ہو

اِک نظر دیکھ لو پھر گنبدِ خضرا کو حمیدؔ
منظرِ خاص یہ پھر پیشِ نظر ہو کہ نہ ہو
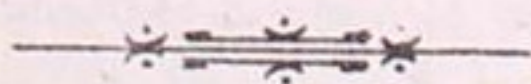
دلم بیادِ مدینہ چو بلبلِ سحری
زند بہ روز و شباں خونفشاں نوائے فراق

أَحِنُّ إِلَى زِيَارَةِ حَيِّ لَيلَى
وَعَهدِي مِن زِيَارَتِهَا قَرِيبُ

وَكُنتُ أَظُنُّ قُربَ الدَّارِ يُطفِي
لَهِيبَ الشَّوقِ فَازدَادَ اللَّهِيبُ

(قیس عامری)

میرا دل لیلیٰ کے قبیلے کے لیے بیچین ہو رہا ہے، حالانکہ تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ میں اُس کی زیارت کر آیا ہوں، میں تو سمجھتا تھا کہ میری آتش شوق وہاں کی قربت حاصل کرنے سے فرو ہو جائے گی مگر کچھ اُلٹا اثر ہوا، کہ وہ اور بھڑک اُٹھی ——

نوائے فراق

آنے کو آ گئے درِ خیرُ البشر سے ہم
اب پھر رہے ہیں کھوئے ہوئے بیخبر سے ہم

دیکھ آئے ہیں جو چشمِ حقیقت نگر سے ہم
کہتے نہیں ہیں حضرتِ واعظ کے ڈر سے ہم

بیخود ہیں دیدِ روضۂ خیرُ البشر سے ہم
کچھ کم نہیں ہیں اب کسی اہلِ نظر سے ہم

دیکھ آئے جیسے "غیب" کو رنگِ "شہود" میں
طیبہ میں جلوہ گر نگہِ مُعتبر سے ہم

یہ سب اُنھیں کی چشمِ توجّہ کا فیض ہے
واقف ہیں ورنہ اپنے غمِ بے اثر سے ہم

جنّت کا ذکر کرتے ہیں واعظ بہت، مگر
جنّت کو دیکھ آئے ہیں اپنی نظر سے ہم

اللہ رے حُسنِ دید کی کیف آفرینیاں
مدہوش ہیں تجلّیِ شام و سحر سے ہم

پیشِ نظر وہ دَورِ مُبارک تھا ہر طرف
گزرے حبیبِ پاک کی جب رہگذر سے ہم

اللہ اکبر! اپنے قدم، اور وہ خاکِ پاک؟
شرمندہ ہیں کہ کیوں نہ گئے چشم و سر سے ہم

"کیا واقعی دیارِ مدینہ میں آ گئے؟"
حیرت سے پوچھتے تھے ہر اک ہمسفر سے ہم

حاصل عجب سکوں تھا دیارِ حبیب میں
محفوظ تھے زمانہ کے ہر شور و شر سے ہم

پیشِ نگاہِ شوق تھا وہ قبّۂ جمیل
جس وقت دیکھتے تھے جہاں سے جدھر سے ہم

بابِ حرم پہ کیفِ حضوری کے شوق میں
جا بیٹھتے تھے رات کو پچھلے پہر سے ہم

اُس آستانِ قدس کا اللہ رے احترام
کرتے تھے فرطِ شوق میں سجدے نظر سے ہم

وہ بابِ جبرئیلؑ کا منظر بھی یاد ہے
نظریں جھکائے جاتے تھے اکثر اُدھر سے ہم

آہوں میں پائی نکہتِ طیبہ بھی دُور تک
رخصت ہوئے تھے جب درِ خیر البشرؐ سے ہم

کچھ ساکنانِ کوئے مدینہ بھی رو دیے
روئے لپٹ لپٹ کے جو دیوار و در سے ہم

اُن کے کرم سے پہلے نہ واقف ہوئے کبھی
اپنی دعائے نیم شبی کے اثر سے ہم

ہاں اے نسیمِ صبحِ مدینہ، خوش آمدی!
تیرے ہی انتظار میں تھے رات بھر سے ہم

پھر آستانِ عرش نشاں پر بلائینگے
رکھتے ہیں یہ امیدِ شہِ بحر و بر سے ہم

پہنچا دیا نصیب نے اب کی اگر کہیں
سر کو نہ پھر اٹھائینگے اُس سنگِ در سے ہم

یارب وہ ذوق و شوق کا عالم کہاں گیا
آنسو بہا رہے تھے ابھی چشمِ تر سے ہم

دُنیائے عاشقی میں ہوئے سرفرازِ شوق
احباب کی دعائے محبت اثر سے ہم

دیدِ جمالِ گنبدِ خضرا میں کیا نہیں
کیا پائینگے مناظرِ شمس و قمر سے ہم

کیا جانے اِک نگاہ میں کیا بن گئے حمید
پیرِ حرم کی چشمِ حقیقت نگر سے ہم

سوزِ ہجر

عجب سُرور کے دن تھے، عجب زمانا تھا
لبوں پہ "اَنتَ حَبِیبِی" کا جب ترانا تھا

وہ جیسے گوش بر آواز اک زمانا تھا
ہمارا دَرد میں ڈوبا ہوا فسانا تھا

وہیں سے ہو کے فِدا سُوئے خُلد جانا تھا
حمیدؔ تجھ کو مدینے سے پھر نہ آنا تھا

رہِ حبیبؐ خدا، اور سر اُٹھائے ہوئے
قدم قدم پہ مجھے سجدہ کرتے جانا تھا

وہ وقتِ صبح، وہ ٹھنڈی ہوا، وہ عالمِ شوق
میں سر بسجدہ تھا، اور قافلہ رَوانا تھا

وفورِ بیخودیِ شوق میں رہا نہ خیال
کہ سجدہ گاہِ اَدب کس کا آستانا تھا

بہت بعید مرے نفس نے مجھے رکھا
بہت قریبِ حرم کے مرا ٹھکانا تھا

یہ اضطرابِ حضوری سُن اے دلِ بیتاب
بہت اَدب سے تجھے حالِ غم سُنانا تھا

گُنا ہگاروں پہ بخشش سے کُھل گیا یہ راز
گُناہ رحمتِ حق کے لیے بہانا تھا

درِ حضورؐ پہ دل تھا کچھ اِس طرح سے غنی
کہ جیسے قبضے میں کونین کا خزانا تھا

یہ کیا کیا، جو گزرنا تھی وہ گزر جاتی
سرِ نیاز نہ اُس در سے پھر اُٹھانا تھا

ذرا تو اور رُکے ہوتے قافلے والو
کسی غریب کے دل کو نہ یوں دُکھانا تھا

حمیدؔ پیشِ نظر تھا مدینۂ محبوبؐ
نہ خواب کا تھا وہ عالم، نہ وہ فسانا تھا

سُرور و نور

وہ عجیب وقت تھا جب چلے تھے دیارِ نکہت و نور سے
وہ عجب سماں تھا جُدا ہوئے تھے جو آستانِ حضُور سے

وہ دُرود پڑھنا مرا حرم میں کمالِ کیف و سُرور سے
کبھی جالیوں کے قریب سے، کبھی ہٹ کے سامنے دُور سے

وہ عنایتیں، وہ نوازشیں، وہ نشاطِ دید کی بارشیں
جو ہجُومِ جلوہ کی تابشیں نظر آئیں حجلۂ نور سے

"جبلِ اُحُد" کے نظارے کی، ہے نگاہِ شوق کو آرزو
نہ خیال باغِ نعیم کا، نہ ہے ربط منظرِ طُور سے

ہے مری نگاہ میں آج بھی، شبِ ماہ کی وُہی دلکشی
وہ فضا میں چھٹکی ہے چاندنی، جو ضیائے قُبّۂ نور سے

کبھی مجھ کو محو نہ کر سکے، یہ رباب و چنگ کے زمزمے
کہ دل اپنا مست ہے بارغِ طیبہ کے نغمہائے طیور سے

وہ نظر نواز تجلّیاں، وہ سکوتِ دل، وہ سکونِ جاں
یہ کسے مجال! بُھلا سکے، جو نظر کو پردۂ نور سے

مجھے "بیرِ غرس"[1] کی چاہ ہے، مری تشنگی ہی گواہ ہے
یہ وہ تشنگی نہیں تشنگی، جو بجھے شرابِ طہور سے

کبھی زائرانِ حرم اگر، سوئے دشتِ بدر بھی ہو گزر
تو سلام کہنا مری طرف سے وہاں کے اہلِ قبور سے

کہوں کس سے رازِ غمِ نہاں، کہ ہیں اشک آنکھوں سے کیوں رواں
وہ سکونِ قلب نہیں یہاں، جو وہاں تھا قربِ حضور ؐ سے

جو تڑپ حمیدؔ ہے آجکل، اِسی دُھن میں آئے مجھے اجل
مرے لب پہ ہو گی یہی غزل، جو اُٹھوں گا شورِ نشور سے

---

[1] یہ کنواں "مسجدِ قُبا" سے مشرق جانب نصف میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۲

کیفِ غم

دیارِ ہند کو نسبت ہے کیا مدینے سے
یہ رنج ہے کہ میں کیوں آگیا مدینے سے

نثار کیجیے اُس دل پہ قیمتِ کونین
کہ جس کو عشق ہو کعبے سے، یا مدینے سے

کہیں یہ لطف نہ مرنے میں ہے نہ جینے میں
کہاں میں جاؤں حبیبِ خداؐ مدینے سے

یونہی تو کہتے ہیں مرکز اسے دو عالم کا
کہ ہر مقام کا ہے راستہ مدینے سے

نگاہ بن نہیں سکتی زباں، تو کیا کہیے
یہ کیا بتاؤں کہ لایا ہوں کیا مدینے سے

خدا گواہ کہ اِس رنج و غم کے مارے نے
ہر ایک درد کی پائی دوا مدینے سے

نگاہ گنبدِ خضرا کے گرد پھرتی تھی
میں دل کو تھام کے رخصت ہوا مدینے سے

مریضِ ہجر اسی آرزو میں جیتا ہے
کہ لوگ لائیں گے خاکِ شفا مدینے سے

غمِ فراق کی ایذا پسندیاں، توبہ!
مگر لگائے ہوں اک آسرا مدینے سے

ادب سے کہہ نہیں سکتا، مگر حقیقت ہے
کہ میرے دل کو بھی ہے رابطہ مدینے سے

نزولِ رحمتِ باری کا وقت آیا ہے
اُٹھی وہ جھوم کے کالی گھٹا مدینے سے

تو ہی بتا مرے ذوقِ طلب میں کیا کہہ دوں
پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے

درِ حبیبؐ نے عالم سے بے نیاز کیا
حمیدؔ مجھ کو تو سب کچھ ملا مدینے سے

لذّتِ فراق

بہت غم خدا کی قسم ہو رہا ہے
مدینے سے چھٹنا ستم ہو رہا ہے

مرے دل پہ اور یوں ہجومِ بلا ہو
غضب کیا یہ خیر الاُمم ہو رہا ہے

تصرّف ہوا دردِ دل پر یہ کس کا
نہ اب بڑھ رہا ہے، نہ کم ہو رہا ہے

خلش سوزِ غم کی مٹی جا رہی ہے
کوئی نا اُمیدِ ستم ہو رہا ہے

مرے دل کی بیتابیاں بڑھ چلی ہیں
کہیں ذکرِ صبحِ حرم ہو رہا ہے

میں جس حال میں بھی رہوں خوش ہوں آقا
بہر حال تیرا کرم ہو رہا ہے

تمنّائے کعبہ کروں آہ کیونکر
دلِ زار بیت الصّنم ہو رہا ہے

حمیدِ حزیں آجکل میرے آقا
گرفتارِ رنج والم ہو رہا ہے

اشکِ ناچکیدہ

دل فرطِ غم سے شق ہے سینہ بھی ہے دریدہ
کیا حمد و نعت لکھّے کلکِ زباں بُریدہ

شاید یہی ہمارے دل کی لگی بجھائیں
باقی جو رہ گئے ہیں کچھ اشکِ ناچکیدہ

فی الحال یہ خلش ہی وجہِ سکوں ہے مجھ کو
دل سے مرے نہ کھینچو یہ ناوکِ خلیدہ

طیبہ کی یاد میں ہے دل بیقرار مضطرب
جامی[1] کے کچھ سنادے اشعار چیدہ چیدہ

جب کچھ خیال آیا، صبحِ حرم کا مجھ کو
بابُ السّلام والا یاد آگیا قصیدہ

میری غزل سرائی سُن اے غزالِ کعبہ
رم کر نہ مجھ سے اتنا اے آہوئے رمیدہ

ہے نازشِ بہاراں طیبہ کا باغ، ورنہ
جو باغ ہے جہاں میں ہے وہ خزاں رسیدہ

اے شیخِ پاک باطن توفیق ہو تو پی لے
یہ جام ہے اچھوتا، یہ مے ہے ناچشیدہ

وہ بے ادب رہے گا محروم فضلِ رب سے
جو خاصگانِ حق سے ہو جائے بدعقیدہ

ہر داغ دل ہمارا فردوس دربغل ہے
رضواں نے کب یہ دیکھے گُلہائے نودمیدہ

گُم کردہ راہِ حق کو قسمت سے مل گیا ہے
اک[2] رہبرِ طریقت، مردِ خدارسیدہ

یادِ خدا ہو دل میں، ذکرِ نبیؐ ہو لب پر
سیکھو حمیدؔ سیکھو، یہ خصلتِ حمیدہ

---

[1] مُرشدی و مولائی حضرت الحاج شاہ محمد عبدالغفور صاحب نقشبندی مجدّدی مہاجر مدنی دام ظلّہم العالی سے

از فیضِ خاص حضرتِ عبدالغفور ما ❊ دل راکہ مُردہ بود حیاتے زِ نو رسید
حمیدؔ

مدینہ کی گلیاں

مرا مُدّعا ہیں مدینہ کی گلیاں
مری رہنما ہیں مدینہ کی گلیاں

کہاں ایسی ہوتی ہیں پھولوں کی کلیاں
بہت خوشنما ہیں مدینہ کی گلیاں

وہ عالم کہ بس چلتے پھرتے ہی رہیئے
عجب دلربا ہیں مدینہ کی گلیاں

سکون اور راحت ہے ہر ہر قدم پر
دلوں کی دوا ہیں مدینہ کی گلیاں

بہارِ گلستانِ جنّت یہیں ہے
بڑی پُر فضا ہیں مدینہ کی گلیاں

ہدایت کے چشمے جہاں سے ہیں جاری
وہ بحرِ عطا ہیں مدینہ کی گلیاں

سمجھتے ہیں یہ رازِ اہلِ معانی
دلِ با صفا ہیں مدینہ کی گلیاں

جو درکارِ صحت ہو، حاضر یہاں ہو
مریضو! دوا ہیں مدینہ کی گلیاں

نظر آتی ہے شکلِ اعمال سب کو
مگر آئینہ ہیں مدینہ کی گلیاں

یہاں جو ہیں ساکن وہ بیمار کیوں ہوں
کہ دارالشّفا ہیں مدینہ کی گلیاں

پہنچ جائیگی کشتیِ دل سلامت
مری ناخدا ہیں مدینہ کی گلیاں

خدا، اور خدا کا نبیؐ جانتا ہے
کہ در اصل کیا ہیں مدینہ کی گلیاں

کرو دیدہ و دل کو روشن حمیدؔ اب
اگر دیکھنا ہیں مدینہ کی گلیاں

انجمن در خلوت

یہ شبِ غم، اور یہ تنہائیاں — یاد آتی ہیں وہ بزم آرائیاں

وہ بہارِ جلوۂ صبحِ حرم — وہ نسیمِ شوق کی انگڑائیاں

گنبدِ خضرا کا وہ زرّیں کلس — وہ شعاعِ مہر کی رعنائیاں

وہ اذاں کے نغمہائے دلفروز — گونجتی ہوں جس طرح شہنائیاں

وہ سکوتِ خاص، وہ بابُ السّلام — وہ سکونِ قلب، وہ تنہائیاں

وہ قُبا کے جلوہ ہائے رنگ و بو — وہ مری تخئیل کی رعنائیاں

وہ کھجوروں کے درختوں کی قطار — وہ روشِ باغوں کی، اور وہ کھائیاں

ہائے وہ عینُ السّنایا[1] کی بہار — ہر طرف وہ انجمن آرائیاں

اللہ اللہ یہ تصوّر کا فروغ — روبرو ہیں جیسے کچھ پرچھائیاں

مرحبا، جوشِ جنوں، ہمدم مرحبا — مجھ کو ہیں منظور یہ رسوائیاں

کیجئے عزمِ مدینہ پھر حمیدؔ
کبتک آخر یہ خیال آرائیاں

---

[1] میدانِ اُحد میں جس مقام پر بجرم سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دندانِ مبارک (جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے) اسی کے قریب ایک چشمہ "عینُ السّنایا" بہہ رہا ہے۔ ۱۲

تمنّائے مدینہ

ایسا تو ہو دِل محوِ تماشائے مدینہ
جس سمت نظر جائے، نظر آئے مدینہ

سودا ہو اگر سر میں، تو سودائے مدینہ
دل میں ہو تمنّا ، تو تمنّائے مدینہ

دل میں رہے سُلطانِ مدینہؐ کا تصوّر
اور آنکھ رہے محوِ تماشائے مدینہ

اللہ رے نسیمِ سحری کی وہ لطافت
وہ رُوح فزا منظرِ صحرائے مدینہ

تابانیٔ انوار کا اللہ رے یہ عالم
ہے مہر بھی اِک ذرّۂ صحرائے مدینہ

کیا چیز ہے اللہ یہ اعجازِ تصوّر
جیسے تھے ابھی محوِ تماشائے مدینہ

صدقے میں شہیدانِ اُحدؓ کے مرے مولا
دِکھلا دے مجھے پھر وہی صحرائے مدینہ

بیچین ہے دردِ غمِ فُرقت سے حمید اب
پھر اس کو طلب کیجئے آقائے مدینہ

قسم در قسم

پھر مدینہ کے لیے شوقِ فراواں کی قسم
دل ہے بیتاب، یا رب غمِ پنہاں کی قسم

یاد ہے صبحِ حرم، یاد ہے گلبانگِ اذاں
نغمۂ مرغِ نوا سنجِ گلستاں کی قسم

نظر افروز تماشا ہیں مغیلانِ حجاز
گل و نسریں کی قسم، سنبل و ریحاں کی قسم

ہے ضیا بار بہت گنبدِ خضرا کا کلس
ماہِ تاباں کی قسم، مہرِ درخشاں کی قسم

چمنِ طیبہ کا ہر پھول ہے پُر کیفِ غزل
حضرتِ حافظِ سرشار و غزلخواں کی قسم

مہر کو اُس کفِ پا سے کوئی نسبت ہی نہیں
تابشِ جوہرِ آئینۂ عرفاں کی قسم

پھر دکھا دے چمنِ خلد کی کیاری کا سماں
تجھ کو میرے دلِ مہجور و پریشاں کی قسم

چاندنی رات مدینہ کی جو یاد آتی ہے
اک چمک ہوتی ہے دل میں شبِ ہجراں کی قسم

آج تک یاد ہے تلوؤں کی وہ پُر لطف کھٹک
تازگیِ خلشِ خارِ مغیلاں کی قسم

یاد آتا ہے مدینہ کی وہ بارش کا سماں
موسمِ گل کی قسم، ابرِ بہاراں کی قسم

پھر دکھا دے مجھے اطرافِ مدینہ کی بہار
تجھ کو اُس غیرتِ فردوسِ بیاباں کی قسم

پھر وُہی نغمۂ دلسوز سُنا دے مجھ کو
قافلے کی تجھے سوگند حُدی خواں کی قسم

ہیں مرے پیشِ نظر شام و سحر کے جلوے
ماہ و انجم کی قسم، نیّرِ تاباں کی قسم

چاند سی صورتیں وہ اہلِ مدینہ کی، جنھیں
دیکھتے رہیئے کسی صاحبِ ایماں کی قسم

اَب بھی رہ رہ کے مرے دل میں چمک ہوتی ہے
حرمِ طیبہ کی ہر شمعِ فروزاں کی قسم

ہے تصوّر میں بھی عالم تری محفل کا وُہی
نالۂ نیم شبی و شبِ ہجراں کی قسم

جلوہ افروز ہے جیسے پسِ پردہ کوئی
دل دھڑکتا تھا مرا دیدۂ حیراں کی قسم

سُنتے ہیں دیکھنے والوں نے اُنھیں دیکھا ہے
ہم نے دیکھا نہ اُنھیں دیدۂ حیراں کی قسم

"اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں"
تجھ کو اشکوں کی قسم، دیدۂ گریاں کی قسم

اِک غزل اور کہو جوشِ محبّت میں حمیدؔ
تم کو اپنے جگرِ مست و غزلخواں کی قسم
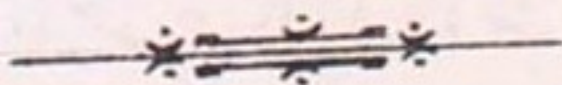
مقصودِ حیات

اک ذرّۂ حقیر سے ہرگز سوا نہیں
جس دل میں آرزوئے حبیبِ خدا نہیں

ذوقِ نیازِ عشق سے محروم ہی رہا
جو سر، کہ آستانِ نبیؐ پر جھکا نہیں

واعظ! بیانِ روضۂ رضواں بجا، مگر
کیا روضۃ النّبیؐ کا نظارہ کیا نہیں

جب سے درِ حبیبؐ کا سجدہ ہوا نصیب
میری نظر میں اور کوئی اب فضا نہیں

اُن پر درود، اُن پہ سلام، اُن پہ رحمتیں
لطف و کرم کی جن کے کوئی انتہا نہیں

میری نظر تو آیۂ لا تقنطوا پہ ہے
محرومیوں کا مجھ کو کسی سے گلا نہیں

نظّارۂ جمالِ مدینہ، زہے نصیب
دامانِ چشمِ شوق میں اب میری کیا نہیں

اے آفتابِ حسن، خدارا نگاہِ مہر
مدّت سے میرے دل میں اُجالا ہوا نہیں

پیشِ نظر حریمِ رسالتؐ رہے حمیدؔ
کچھ اور حسرتِ دلِ درد آشنا نہیں

اعجازِ محبّت

کچھ اس ادا سے وہ جلوے دکھائے جاتے ہیں
کہ میرے دیدہ و دل میں سمائے جاتے ہیں

چمک رہی ہیں حریمِ نبیؐ میں قندیلیں
ستارہ ہائے فلک جھلملائے جاتے ہیں

کہیں تو کیا کہیں ناز و نیاز کے اسرار
کہیں یہ راز کسی کو بتائے جاتے ہیں

امینِ دردِ محبت ہیں عاشقانِ رسولؐ
تڑپ رہے ہیں، مگر مسکرائے جاتے ہیں

بجا ہے ناز کریں جتنا اپنی قسمت پر
جو خوش نصیب مدینے بلائے جاتے ہیں

ہر اک کو دردِ محبت، مگر نصیب کہاں
جو اہلِ دل ہیں وہی آزمائے جاتے ہیں

یہ کچھ اور رازِ محبت ابھی چھپانا تھا
یہ اشک آنکھوں سے کیوں باہر آئے جاتے ہیں

حریمِ حسن کے انوار لوٹتے ہیں وہی
جو شب کو پچھلے پہر سے جگائے جاتے ہیں

حمیدؔ اس کو محبت کا معجزہ کہیئے
مٹائے جاتے ہیں جتنا بنائے جاتے ہیں

یادِ مدینہ

نہ ذکرِ نبیؐ ہے، نہ یادِ مدینہ
یہ جینا بھی ہے کوئی جینے میں جینا

جو ہو نورِ عرفاں سے معمور سینہ
تو بن جائے یہ کعبۂ دل مدینہ

وہ کیا خوب ہوگا مبارک مہینہ
کہ جب میرا رُخ ہوگا سُوئے مدینہ

تڑپ درد کی دل میں اتنی ہو آقاؐ
کہ دشوار ہو جائے دم بھر کو جینا

رسیہ اَبر جب گھر کے کعبے سے آیا
تو یاد آگیا آبِ زمزم کا پینا

مرے واسطے عرشِ اعظم وہی ہے
عطا ہو مجھے "بابِ رحمت" کا زینہ

کہاں اُن کا جلوہ، کہاں اپنی آنکھیں
نظارے کو درکار ہے چشمِ بینا

بچانا مجھے ناخدائے دو عالمؐ
تلاطم میں اَب آپڑا ہے سفینہ

خدا کی قسم شرم آتی ہے ہر دم
مدینہ کہاں، اور کہاں یہ کمینہ

نہ چھوڑو مجھے، حاجیو ساتھ لے لو
میں مرجاؤں گا راستے میں یہی نا؟

حمیدؔ اُڑ کے پہونچے دیارِ نبیؐ میں
بحقّ درِ حضرتِ شاہ میناؒ

معراج کی رات

لُوٹتی حُسن کے انوار، نظر آج کی رات
حرمِ طیبہ میں ہم ہوتے اگر آج کی رات

کس کے جلوے ہیں مرے پیشِ نظر آج کی رات
دیدہ و دل پہ ہے اِک خاص اثر آج کی رات

اپنی آنکھوں میں مدینہ کا لیے ہوں نقشہ
اللہ اللہ، مرا حُسنِ نظر آج کی رات

دل کو کیا ذوقِ جبیں سائی کی لذت ملتی
اُس درِ پاک پہ ہوتا جو یہ سر آج کی رات

رات بھر سورۂ واللیل میں پڑھتا رہتا
روضۂ خُلد میں ہوتی جو بسر آج کی رات

سامنے روضۂ اقدس کے جو بیٹھے ہونگے
ہوگی حاصل اُنھیں معراجِ نظر آج کی رات

بابِ جبریلؑ کی تابانیاں اللہ اللہ
قابلِ دید سماں ہوگا اُدھر آج کی رات

حرمِ کعبہ میں اے کاش کہ حاضر ہوتے
اُمِّ ہانیؓ کا بھی ہم دیکھتے گھر آج کی رات

رات اُنکی ہے نظر اُنکی ہے، قسمت اُنکی
دیکھتے ہونگے جو اربابِ نظر آج کی رات

تو اگر چاہتا ہے اُنکی عنایت کی نظر
دیکھ! آنسو نہ رُکیں دیدۂ تر آج کی رات

چشمِ مشتاق کو معراج میسّر ہوتی
قبۂ نور پہ ہوتی جو نظر، آج کی رات

بیتِ عثمانؓ میں ہوتے جو کہیں آج حمیدؔ
دیکھتے بارشِ انوارِ سحر آج کی رات

عرش پیمائی

نسیمِ صبحِ کعبہ ہے پیامی — تعالی اللہ نویدِ شاد کامی
کچھ اِس انداز سے مژدہ سُنایا — کہ دی سب اہلِ گلشن نے سلامی
جو ہیں اہلِ نظر وہ جانتے ہیں — ادب ہے مقتضائے نام نامی
قدم اُٹھے مگر منزل بہ منزل — کہ نازیبا ہے شوقِ تیز گامی
وہ بیتِ اُمِّ ہانیؓ اللہ اللہ — ق — وہ عینِ خواب و بیداری سامی
جنابِ جبرئیلؑ اہلِ رسالتؐ — وہی روح الامیںؑ حق کے پیامی
پیامِ شوق لائے ہیں خدا کا — حضورِ سرورِ ذاتِ گرامیؐ
عطا ہو جراتِ عرضِ طلب آج — فرشتوں کو ہے شوقِ ہمکلامی

"بشوقت جاں بلب آمد تمامی
فقم قم یا حبیبی کم تنامی"

سواری آئی جب بیت الحرم میں — تو کعبہ نے بھی دی بڑھ کر سلامی
عمامہ بر سرو نورِ مجسمؐ — وہ شانِ جلوہ و نازک خرامی
بہار اندر بہار ، اللہ اکبر — وہ اندازِ بہارِ رکنِ شامی

وہ رفتارِ بُراق، برق پیکر — وہ اُس کی اللہ اللہ عرش گامی
وہاں آج اور ہی کچھ ہو گا عالم — جہاں لکھے ہیں اسمائے گرامی
حریم پاک میں سب ہونگے حاضر — عراقی، ہندی و مصری و شامی
بچشمِ پُرنم و با قلبِ مضطر — لبوں پر ہونگے کچھ اشعارِ جامیؒ
قدش را پایۂ گردوں خرامی — لبش را مایۂ یحیی العظامی

چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بدہ جاں در تن از نازک خرامی

درِ اقدس پہ ہوتے کاش ہم بھی — تو یہ کہتے بانداز غلامی
"خدایا از تو خواہم مصطفےٰ را" — بحقِ حضرتِ حسّانؓ و جامیؒ
نبیؐ کے کفشِ پا کا تجھ کو صدقہ — جبیں پر ہو مری نقشِ غلامی
شبِ معراج کا صدقہ مٹا دے — جنونِ شوق میں جو کچھ ہو خامی
رہے شام و سحر میری زباں پر — ترے محبوبؐ کا ذکرِ گرامی
حمیدِ بینوا پر بھی کرم ہو — مُسلّم ہے ترا فیضِ دوامی

"بحُسنِ اہتمامت کارِ جامیؒ
طُفیلِ دیگراں یابد تمامی"

مدینہ کی باتیں

کرو ہمصفیرو مدینے کی باتیں
یہی ہیں حقیقت میں جینے کی باتیں

اسی طرح کچھ تشنگی کو بڑھائیں
کریں آبِ زمزم کے پینے کی باتیں

تقاضا غلامی کا یہ کہہ رہا ہے
کہ دن رات ہوں بس مدینے کی باتیں

مبارک، جنونِ محبت مبارک
یہ دیوانگی، اور قرینے کی باتیں

فضائے مدینہ ہے یا بزمِ جنت
نہ قصے حسد کے، نہ کینے کی باتیں

مدینہ میں تھے جس زمانے میں حاضر
یہ ہیں اُس مبارک مہینے کی باتیں

جو چاہو کہ تازہ رہے دین و ایماں
تو کرتے رہو تم مدینے کی باتیں

رہے پاسِ آداب، اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

سُنا دے خدارا کوئی پھر سُنا دے
وُہی "بابِ رحمت" کے زینے کی باتیں

کھلے گا نہ اشعار سے رازِ دل کا
خُدا کو ہیں معلوم سینے کی باتیں

بنا کر مرے قال کو حال آقا
یہ چُھڑا دیجئے اس کمینے کی باتیں

حمیدؔ اپنے دل کا یہی مدعا ہے
کہ ہوتی رہیں کچھ مدینے کی باتیں

تازہ بتازہ نو بنو

قصۂ غم ذرا ذرا تازہ بتازہ نو بنو — عرض کر اُن سے اے صبا تازہ بتازہ نو بنو

خواہ فلک کی ہو جفا تازہ بتازہ نو بنو — تیرا کرم ہے برملا تازہ بتازہ نو بنو

دیکھ لے دل کا لالہ زار، یعنی بہار در بہار — پھول کھلے ہیں جا بجا تازہ بتازہ نو بنو

حجِّ بدل سے فائدہ، پہلے یہ فرض کر ادا — کعبۂ دل کی رکھ بنا تازہ بتازہ نو بنو

ذکرِ دیارِ پاک کا، ہے مری رُوح کی غذا — ملتا ہے جس سے آسرا تازہ بتازہ نو بنو

منظرِ صُبحِ دلکشا، آہ اُس ارضِ پاک کا — دیکھوں میں کاش بار ہا تازہ بتازہ نو بنو

بیرِ علی[1] پہ جا کے جب دیکھوں نبیؐ کا آستاں — سجدہ نظر سے ہو ادا تازہ بتازہ نو بنو

طوفِ حرم کا شوق ہو دل میں سُرور و کیف ہو — جھوم کے جب اُٹھے گھٹا تازہ بتازہ نو بنو

حیَّ علیٰ الفلاح کی کانوں میں آئے جب صدا — در پہ ہوں جا کے جبہ سا تازہ بتازہ نو بنو

صحنِ حرم میں صُبح کو لوٹ رہا ہوں خاک پر — لب پہ ہو نام آپؐ کا تازہ بتازہ نو بنو

---

[1] گنبدِ خضرا کا پہلا نظارہ یہیں سے ہوتا ہے۔ اس مقام کو "جبلِ مُفرّح" یا "مُفرّحات" بھی کہتے ہیں۔ ۱۲

کاش درود اور سلام پڑھتا ہوا بذوق و شوق ‏ ‏ جاؤں میں مسجدِ قبا[1] تازہ بتازہ نو بنو

مسجدِ قبلتین[2] میں پھر ہو سرِ نیاز خم ‏ ‏ دیکھوں سماں وہ صبح کا تازہ بتازہ نو بنو

بزم ہو بزمِ اصطفا، وِرد ہو نامِ پاک کا ‏ ‏ صلِّ علیٰ کی ہو صدا تازہ بتازہ نو بنو

عالمِ ذوق و شوق ہو اور وہ کہیں حمیدؔ سے

ہاں یہی نعت پھر سنا تازہ بتازہ نو بنو

---

[1] سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکۂ معظمہ سے جب مدینۂ منورہ کو ہجرت فرمائی ہے تو اوّل اوّل قیام مقامِ "قبا" میں فرمایا تھا یہیں وہ "مسجدِ قبا" ہے جو اسلام میں سب سے پہلے تعمیر ہوئی۔ آیۂ کریمہ:- "لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ" میں جس مسجد کی مدح آئی ہے وہ یہی مسجد ہے، یہ وہ مسجد ہے جو بانیِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے "اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَه وَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَه" فرماتے ہوئے تعمیر فرمائی۔ یہ جگہ نہایت سرسبز و شاداب ہے، کثرت سے کھجور کے درخت اور باغ لگے ہوئے ہیں، ہر طرف ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ ۶

جدھر نظر اٹھائیے جمال ہی جمال ہے

[2] مسجدِ قبلتین = جہاں تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا ہے۔ ۱۲

نورانی راتیں

وہی اصل میں تھیں مسرت کی راتیں
ملیں جو مدینہ میں رحمت کی راتیں

مری عمرِ رفتہ ذرا پھر پلٹ آ
کہ میں دیکھ لوں عیش و عشرت کی راتیں

نگاہوں میں اب تک لئے پھر رہا ہوں
وہ راتوں کی خلوت، وہ خلوت کی راتیں

محبت کی دُنیا میں سرمستیاں تھیں
نہ بھولینگی وہ لُطفِ و راحت کی راتیں

تصوّر کی رعنائیاں اللہ اللہ
نگاہوں میں ہیں بزمِ جنت کی راتیں

شب و روز اب یاد آتے ہیں مجھ کو
وہ راحت کے دن، وہ مسرت کی راتیں

بتا اے شبِ غم، کہاں سے میں لاؤں
وہ تنہائیاں، وہ فراغت کی راتیں

کسی کی نمازِ تہجد کا صدقہ
میسر ہوں پھر وہ عبادت کی راتیں

حقیقت میں تھیں حاصلِ زندگانی
وہ ناز و نیازِ محبت کی راتیں

مری عمر کے دن کوئی کاش لیلے
دکھا دے حریمِ رسالت کی راتیں

حمیدِ سیہ کار کو پھر دکھا دے
وُہی نور افشاں محبت کی راتیں

یاد ہے!

یاد ہے اب تک مجھے طیبہ کا جانا یاد ہے
یاد ہیں وہ دن، وہ راتیں، وہ زمانا یاد ہے

گوشِ خفتہ میں وہ تکبیرِ حرم کا گونجنا
رات کو پچھلے پہر وہ اُٹھ کے جانا یاد ہے

دیکھنا سقفِ حرم کے قمقموں کی روشنی
وہ ستاروں کا فلک پر جھلملانا یاد ہے

گنبدِ خضرا کے نورانی کلس کے آس پاس
وہ مہ و خورشید کا چکر لگانا یاد ہے

وہ حریمِ پاک میں رُک رُک کے چلنا بار بار
وہ قدم آہستہ آہستہ اُٹھانا یاد ہے

روضۂ جنّت[1] وہ منبر اور وہ محراب و در
ہاں ابھی تک وہ سماں، وہ آستانا یاد ہے

اضطرابِ حسرتِ دیدارِ محرابِ نبیؐ
اور وہ سجدے کیلئے سر کو جھکانا یاد ہے

ذوقِ نظّارہ کے عالم میں وہ رنگِ محویت
اور وہ میری چشمِ نم کا تھرتھرانا یاد ہے

شوقِ سجدہ، اور وہ کیفیّتِ عرضِ دعا
وہ پڑھانے والے کا پڑھنا پڑھانا یاد ہے

وہ دلِ پُر آرزو کا اضطرابِ نو بنو
وہ نگاہِ شوق کا تسکین پانا یاد ہے

---

[1] فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے: "مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ" میرے مکان (یعنی روضۂ اقدس) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے جو جنّت کے باغوں میں سے ہے، اسی بنا پر اس قطعہ کو "روضہ" (یعنی جنّت کی کیاری) کہتے ہیں، قیامت کے دن جنّت کا یہ ٹکڑا بعینہٖ جنّت کی طرف اُٹھا لیا جائے گا۔ ۱۲

ہائے وہ دل کا دھڑکنا یک بیک وقتِ سلام
وہ مرا کچھ پڑھتے پڑھتے بھول جانا یاد ہے

روضۂ پُرنور میں وہ برقِ رحمت کی چمک
جالیوں کے پاس وہ آنسو بہانا یاد ہے

وہ حضورِ خاص، وہ انوارِ الطافِ نظر
وہ مرا رو رو کے حالِ دل سُنانا یاد ہے

وہ نسیمِ روضۂ اقدس کی دل آویزیاں
اور وہ میرا ہوش میں پہروں نہ آنا یاد ہے

پاسبانوں کی نظر سے چھپ کے فرطِ شوق میں
سُرمۂ خاکِ درِ اقدس لگانا یاد ہے

وہ نسیمِ دلکشا، وہ جلوۂ نورِ سحر
وہ طیورِ خوشنوا کا چہچہانا یاد ہے

ہائے وہ فرطِ طرب میں نغمۂ وجد آفریں
وہ ترانہ شوق کا، وہ گنگنانا یاد ہے

وہ اُحد کی راہ، وہ نخلِ رُطب، وہ سبزہ زار
سائے میں دیوار کے وہ بیٹھ جانا یاد ہے

میں نہ بھولوں گا غلامِ ساقیِ کوثر تجھے
"بیرِ رُومہ"[1] پر ترا پانی پلانا یاد ہے

وہ شبِ پُرنور، وہ خلوت، وہ میدانِ اُحد
اور وہ اِک مخلص کا اپنے یاد آنا یاد ہے

اللہ اللہ وہ دلِ بیتاب کا عالم حمید
آ کے جانا یاد ہے، اور جا کے آنا یاد ہے

---

[1] بیر رومہ = وہ کنواں ہے جسے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفاہِ عام کے خیال سے بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا تھا۔ ۱۲

شوقِ دید

لوگ جاتے ہیں کہ اللہ کا گھر دیکھیں گے
اور ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھیں گے

ایک ہم ہیں کہ شبِ غم میں تڑپتے ہونگے
ایک وہ ہیں کہ مدینے کی سحر دیکھیں گے

جو تصوّر میں رہا کرتا تھا عالم اکثر
اب حقیقت میں اُسے پیشِ نظر دیکھیں گے

جانے والوں پہ حرم کے مجھے رشک آتا ہے
اللہ اللہ وہ تری راہگذر دیکھیں گے

مُنھ سے بیساختہ نکلے گا کہ "یا ربّ البیت"
کعبۃُ اللہ کی چوکھٹ پہ جو سَر دیکھیں گے

ہائے وہ حیرتِ نظّارہ کہ جب پہلے پہل
قُبّۂ نور کو وہ ایک نظر دیکھیں گے

ہاں انھیں مادّی آنکھوں سے بصد کیف و سُرُور
بابِ جبریلؑ پہ رحمت کا اثر دیکھیں گے

کبھی منبر پہ نظر ہو گی، کبھی جالی پر
کبھی حیرت سے اِدھر اور اُدھر دیکھیں گے

کیا خبر آپ کو اُس عالمِ محویّت کی
دیدہ و دِل پہ جو اِک خاص اثر دیکھیں گے

ہو گی کچھ اور ہی محویّتِ اربابِ نظر
قُبّۂ نور ہی دیکھیں گے جدھر دیکھیں گے

جائیے جائیے اللہ سرافراز کرے
ہم بھی اللہ دِکھائے گا اگر، دیکھیں گے

اشکِ حسرت

مدینے کو پھر قافلے جا رہے ہیں
مگر ہم یہ سُن سُن کے گھبرا رہے ہیں

تڑپتے ہوئے دل کو بہلا رہے ہیں
مگر اشکِ حسرت بہے جا رہے ہیں

نسیمِ سحر تیرے دِلسوز جھونکے
یہ اور آتشِ غم کو بھڑکا رہے ہیں

بہارِ مدینہ صبا لیکے آئی
نشیمن کے تنکے اُڑے جا رہے ہیں

مری وسعتِ شوق کا پوچھنا کیا
مقامات سب سامنے آ رہے ہیں

ہزاراں دُرود و سلام بجائیکہ
جہاں آپ آرام فرما رہے ہیں

وہ آئینہ ساماں مدینہ کی گلیاں
جدھر دیکھئے ہم نظر آ رہے ہیں

تصوّر بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ
کبھی آ رہے ہیں، کبھی جا رہے ہیں

چمکتے ہوئے کہکشاں کے ستارے
مجھے آج آئینہ دِکھلا رہے ہیں

حریمِ حبیبِ خدا، اور ہم ہوں؟
تصوّر سے بھی اسکے تھرا رہے ہیں

حقیقت میں یہ بھی انھیں کا کرم ہے
جو ہم غم نصیبوں کو تڑپا رہے ہیں

جبینِ دِلم سجدہا می گذارد
جہاں آپ تشریف فرما رہے ہیں

حمید اب تو یادِ مدینہ میں پیہم
کشاکش سی اک دل میں ہم پا رہے ہیں

پیامِ حمید

تڑپ رہا ہے یہ مشتاقِ دید کہہ دینا
درِ نبیؐ پہ سلامِ حمید کہہ دینا

جو حالِ دل ہو وہ اُن پر ہی ہے کھلے روشن
زبانِ حال سے بھی کچھ مزید کہہ دینا

بُھلا نہ دینا کہیں اِس پیام کو میرے
بحقّ بُوالحسنؒ و بایزیدؒ کہہ دینا

طُفیلِ خواجۂ اجمیرؒ و مہرِ قطبِ جہاںؒ
بحقّ حضرتِ بابا فریدؒ کہہ دینا

اگرچہ تابِ نظارہ نہیں ہے آنکھوں کو
مگر ہے پھر بھی تمنّائے دید کہہ دینا

حضورؐ آپ کے الطافِ بے نہایت سے
ہے میرے دل کو بہت کچھ اُمید کہہ دینا

ہلالِ گنبدِ خضرا اگر نہ دیکھوں گا
نہ ہوگی عید کو بھی میری عید کہہ دینا

مجھے کہیں کا نہ رکھّا ہوائے دُنیا نے
کیا ہے نفس نے اپنا مُرید کہہ دینا

نکالیے مجھے اِس ورطۂ ضلالت سے
ہوائے ہند نہیں ہے مُفید کہہ دینا

نگاہِ مہر و کرم سے جو دل میں روشن ہے
نہ بُجھنے پائے وہ شمعِ اُمید کہہ دینا

بُلائیے مرے آقاؐ، بُلائیے مولا
ہے اِنتظار کی کُلفت شدید کہہ دینا

بعید رہ کے رہوں میں قریب یا حضرتؐ
قریب ہو کے نہ ہوں میں بعید کہہ دینا

بر آئے لاکھ، مگر پھر رہے گی تا بہ ابد
حضورؐ سے ہے جو مجھ کو اُمید کہہ دینا

غمِ فراق سے بیتاب ہیں نصیب الدین[1]
تڑپ رہے ہیں حبیب[2] و سعید[3] کہہ دینا

---

[1] مُحبِ خصوصی حاجی نصیب الدین صاحب وارثی [2] حبیبی و مُحبّی محمّد حبیب انصاری۔
[3] مُخلصی حاجی محمّد سعید صاحب۔

عازمِ حرمین سے

مبارک ہو ناصر میاں[۱] دیدِ طیبہ — مرے واسطے بھی دعا کیجیے گا

یہ حج و زیارت کی دولت مبارک — مجھے بھی نہ دل سے جدا کیجیے گا

مجھے چھوڑ کر آپ گو جا رہے ہیں — تصوّر میں لیکن، رہا کیجیے گا

دلِ مضطرب کا تڑپنا ہی اچھا — کہاں تک تسلّی دیا کیجیے گا

مناجات کے وقت اے مخلصِ من — مرا نام بھی لے لیا کیجیے گا

سرورِ محبت کی سرمستیوں میں — ذرا اپنا وعدہ وفا کیجیے گا

رہے آپ کو یاد میری شبِ غم — جو پچھلے پہر کو اٹھا کیجیے گا

مرے گوشِ مشتاق کو یاد کر کے — اذانِ بلالیؓ سنا کیجیے گا

نگاہوں کو اپنی ادب سے جھکائے — مواجہ میں حاضر ہوا کیجیے گا

مقدّس فضاؤں میں محراب و در کی — بصد شوق سجدے ادا کیجیے گا

اگر ہو سکے جالیوں کے برابر — نمازِ تہجد پڑھا کیجیے گا

حمیدِ سیہ کار کو پھر بلائیں
بصد آرزو التجا کیجیے گا

---

۱ مخلصی و محبی جناب مولوی محمد ناصر میاں صاحب خلف حضرت الحاج مولانا محمد اسلم صاحب فرنگی محلی۔ ۱۲

منتہائے آرزو

کوئی دیارِ حبیبِ خُدا میں پہونچا دے
حضورئ شہِ ہر دوسرا میں پہونچا دے

سکونِ دل ہو میسّر تری عنایت سے
الٰہی دامنِ کوہِ صفا میں پہونچا دے

نصیب ہو مجھے پھر دیدِ منزلِ عرفات
کرم سے اپنے الٰہی منا میں پہونچا دے

نظر میں وسعتِ کونین ہیچ ہے یارب
مجھے تو گوشۂ غارِ حرا میں پہونچا دے

سجودِ شوق کو بیتاب ہے جبین نیاز
حریم کعبۂ راحت فزا میں پہونچا دے

قدم قدم پہ جہاں میری رُوح وجد کرے
سرور بخش فضائے قُبا میں پہونچا دے

نہیں پسند یہ دُنیائے رنگ و بو مجھ کو
کوئی مدینہ کی دلکش فضا میں پہونچا دے

ہمارا بہرِ خدا تحفۂ درود و سلام
کوئی حضورِ شہِ دوسرا میں پہونچا دے

جہاں مہکتی ہے شام و سحر نسیمِ کرم
کوئی اسی چمنِ دلکشا میں پہونچا دے

وہ ظلّ دامنِ رحمت میں عافیت پائے
جو مجھ کو سایۂ بابُ النّسا میں پہونچا دے

مری دُعا پہ "جو آمین" دردِ دل سے کہے
خدا اُسے حرمِ مصطفےٰ میں پہونچا دے

تڑپ رہا ہے غم و درد سے غریب حمید
کوئی مدینے کے دارُ الشّفا میں پہونچا دے

اُمّیدوارِ التفات

کیونکر حمیدؔ، جرأتِ اظہار کیجیے
ایک ایسی آرزو ہے جسے پیار کیجیے

ذکرِ دیارِ پاک کی تکرار کیجیے
کچھ اور تیز قلب کی رفتار کیجیے

پھر دیکھیے نوازشِ پیہم کی لذّتیں
دل کو تو پہلے حاضرِ دربار کیجیے

اللہ ری آستانِ رسالتؐ کی دلکشی
سجدہ ہر ایک ذرّے کو سَو بار کیجیے

سب کچھ سہی تصوّرِ طیبہ کی لذّتیں
پیدا کہاں سے منظرِ انوار کیجیے

پھر آرزو ہے رہ کے مدینہ میں رات دن
پیہم طوافِ کوچہ و بازار کیجیے

پھر مجھ پہ لُطفِ سیّدِ ابرارؐ کیجیے
پھر میرے دل کو مطلعِ انوار کیجیے

پھر دل پہ چھائی جاتی ہیں دُنیا کی ظلمتیں
پھر میرے غمکدے کو ضیا بار کیجیے

پیشِ نظر ہوں گنبدِ خضرا کی نزہتیں
پھر زائروں پہ بارشِ انوار کیجیے

دِکھلا کے اپنے جلوۂ رحمت کی اک جھلک
آنکھوں کو محوِ لذّتِ دیدار کیجیے

گھیرے ہوئے ہیں دل کو مرے نامرادیاں
خوابیدہ آرزوؤں کو بیدار کیجیے

ذوقِ طلب میں اور کچھ احساس ہی نہ ہو
آساں ہر ایک منزلِ دُشوار کیجیے

ہر وقت بارگاہِ رسالتؐ میں اے حمیدؔ
جی چاہتا ہے عرضِ بااصرار کیجیے

میرے رفیقِ خاص کو بھی یا رسولِ پاکؐ
لُطف و کرم سے اپنے گرانبار کیجیے

بیتابیٔ دل

ترا اے نگاہِ کرم دیکھ لینا
مٹا دے گا سب رنج و غم دیکھ لینا

خدا جانے کیا دمبدم دیکھ لینا
وہ رہ رہ کے سوئے حرم دیکھ لینا

وہ بیتابیٔ دل؛ وہ رخصت کا عالم
وہ مڑ مڑ کے با چشمِ نم دیکھ لینا

تری خوشخرامی کے قربان جاؤں
ادھر بھی غزالِ حرم دیکھ لینا

دیارِ نبیؐ کی طرف جانے والو
ذرا وادیٔ "ذی سلم" دیکھ لینا

یہ جذبہ ہے شوقِ زیارت کا جذبہ
ہوا ہے، نہ ہوگا یہ کم دیکھ لینا

خدا کے کرم سے جوارِ نبیؐ میں
پھر اک بار جائینگے ہم دیکھ لینا

مرے واسطے حاصلِ زندگی ہے
کسی کا بچشمِ کرم دیکھ لینا

حمیدِ غزلخواں بھی طیبہ میں ہوگا
اسے زائرانِ حرم دیکھ لینا

حریمِ قدس

حریمِ قدس میں حجّاج جا رہے ہونگے — ہر ایک گام پہ آنکھیں بچھا رہے ہونگے

یہ حال ہوگا کہ رُعبِ جمالِ کعبہ سے — لرزتے ہوں گے، قدم ڈگمگا رہے ہونگے

کچھ ایسی ہوگی حریمِ جمال کی عظمت — کہ دیکھ دیکھ کے تھرّائے جا رہے ہونگے

جو ہم سے ہونگے، انھیں ملتزم شریف کے پاس — گناہ بھولے ہوئے یاد آ رہے ہونگے

جنھیں حطیم نے آغوش میں لیا ہوگا — وہ لطف اور ہی دل میں اٹھا رہے ہونگے

جو بوسہ دینے جھکے ہونگے سنگِ اسود پر — سکون سا دلِ مضطر میں پا رہے ہونگے

کچھ اہلِ درد ہر اک کی نگاہ سے بچ کر — خدا کی یاد میں آنسو بہا رہے ہونگے

کچھ اہلِ جادہ بھی ہونگے مطاف[1] کے نزدیک — معلّم اُن کو دعائیں پڑھا رہے ہونگے

طوافِ کعبہ میں کچھ لوگ محو ہو ہو کر — نظر جھکائے ہوئے مسکرا رہے ہونگے

جو اہلِ ذوق ہیں وہ اپنے دل کے گوشے سے — حرم کے دید کی لذّت اٹھا رہے ہونگے

سرور و کیف میں کچھ ہونگے گوش بر آواز — اذاں کے نغمۂ دلدوز آ رہے ہونگے

---

[1] طواف کرنے کی جگہ کو عربی میں "مطاف" کہتے ہیں۔ ۱۲

نگاہیں شوق کی اُن شیبیوں[1] پہ ہونگی نثار
جو بابِ کعبہ پہ شمعیں جلائے ہوئے ہونگے

حجازی لحن میں بابِ السّلام پر قاری
کلامِ پاک ہر اک کو سُنائے ہوئے ہونگے

عجیب وجد کے عالم میں طائرانِ حرم
خوشی سے چاروں طرف چہچہائے ہوئے ہونگے

کچھ اہلِ مصر اُدھر ہٹ کے چاہِ زمزم پر
بصد خلوص و عقیدت نہائے ہوئے ہونگے

نظر میں ہیں وہ غلامانِ ساقیِ کوثر
صُراحیوں سے جو زمزم پلائے ہوئے ہونگے

شعاعیں نور کی ہر سمت پڑ رہی ہونگی
چراغ چاروں طرف جگمگائے ہوئے ہونگے

اُنھیں کو بابِ اجابت سے کچھ ملے گا صلہ
جو ربّنا کی صدائیں لگائے ہوئے ہونگے

وہ دلنشیں لب و لہجہ میں خوش گلو بچے
بہاریہ عربی گیت گائے ہوئے ہونگے

بہت سے لوگ تو سعیِ صفا و مروہ میں
جنوں کے جوش میں چکّر لگائے ہوئے ہونگے

کچھ اُس طرف سے اِدھر، اور اِس طرف سے اُدھر
قدم بڑھائے دُعا کرتے جائے ہوئے ہونگے

اِدھر ندامتیں ہوں گی گناہگاروں کو
اُدھر وہ شانِ کریمی دکھائے ہوئے ہونگے

وہ دن بھی آئیں گے اللہ کی عنایت سے
حمید ہم بھی مدینے کو جائے ہوئے ہونگے

---

[1] خانۂ کعبہ کے کلید بردار۔

دُعائے حمیدؔ

یہ کیا آرزو ہے، یہ کیا چاہتا ہوں
دیارِ حبیبؐ خُدا چاہتا ہوں

اِلٰہی نظر میرے ذوقِ طلب پر
مدینے کو پھر دیکھنا چاہتا ہوں

خُدا جانے کیوں دل میں یہ آرزو ہے
کوئی بات سب سے جُدا چاہتا ہوں

حرم میں کروں جا کے سجدے پہ سجدے
یہ جوشِ نیازِ وفا چاہتا ہوں

یقیں کیا، کہ ایمان ہے اِس پہ میرا
وہ خود جانتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

تو ہی ہے پیامی مرے دردِ دل کی
تجھے دل سے بادِ صبا چاہتا ہوں

کہاں تک سُنوں ہمصفیروں کے طعنے
کرم اے شہِ دوسرا چاہتا ہوں

نظر جس کی مجھ پر پڑے جھوم جائے
وہ اِک نغمۂ بے صدا چاہتا ہوں

مجھے زائرانِ حرم یاد رکھنا
دُعا کر رہا ہوں، دُعا چاہتا ہوں

تسلسُل رہے نغمۂ دل کا جاری
میں ایسا کوئی ہمنوا چاہتا ہوں

حمیدؔ اور کوئی تمنّا نہیں ہے
دیارِ حبیبؐ خُدا چاہتا ہوں

جلوۂ بیت الحرام

رسولِ پاک کا جب لب پہ نام ہوتا ہے
نفس نفس بخدا، اک پیام ہوتا ہے

فضائے شوق میں اُٹھتی ہیں سکون کی لہریں
یہ کون دل سے مرے ہمکلام ہوتا ہے

مری نگاہ میں کونین سر بہ سجدہ ہیں
عجیب کعبۂ دل کا مقام ہوتا ہے

وہ سب کا ذوقِ حضوری، وہ شوق کا عالم
عجیب منظرِ بابُ السّلام ہوتا ہے

ہر اک زباں پہ پسِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
حضورِ سرورِ عالم کا نام ہوتا ہے

وہ خاص خانۂ کعبہ کے گرد قندیلیں
کہ جیسے تاروں میں ماہِ تمام ہوتا ہے

زہے سرور و خوشا لذّتِ رکوع و سجود
جب اپنے سامنے بیت الحرام ہوتا ہے

سرورِ بادۂ عرفاں کا دور کیا کہیے
طواف کعبہ کا جب وقتِ شام ہوتا ہے

ہجوم دیکھ کے کثرت سے سنگِ اسود پر
کبھی اشارے سے بھی اِستلام ہوتا ہے

قبولِ عام نہ کیوں ملتزم شریف میں ہو
یہاں دعاؤں کا خاص التزام ہوتا ہے

وہ اُس کی قرأتِ دلکش میں کیفِ وجدانی
جو وقتِ صبح حرم میں امام ہوتا ہے

ہجومِ عام رہے کیوں نہ چاہِ زمزم پر
یہیں پہ سیر ہر اک تشنہ کام ہوتا ہے

غلاف لیکے جو آتا ہے ناقۂ محمل
عجیب ناز سے محوِ خرام ہوتا ہے

اُس ایک رات پہ قرباں سیکڑوں راتیں
جب آکے خاص منیٰ میں قیام ہوتا ہے

حضورِ شوق کی منزل عجیب منزل ہے
ہر اہلِ دل کا الگ اک مقام ہوتا ہے

نُزہت و نُور

روضۂ شاہِ دوسرا تیری فضا کے سامنے
نُزہتِ باغِ خُلد کیا کہدوں خدا کے سامنے

پھر مری التجا ہے یہ بادِ صبا کے سامنے
میرا اسلام پیش کر شاہِ ہُدیٰ کے سامنے

وجد میں کائناتِ دل، صلِّ علیٰ زبان پر
کیا مجھے یاد آگیا غارِ حرا کے سامنے

منظرِ دلنواز وہ عشرتِ صبحِ عید کا
موج تھی بحرِ نور کی شب کو منا کے سامنے

اُف وہ غلافِ کعبہ کی شوق نواز جُنبشیں
دیکھنا میرا بار بار آنکھ اُٹھا کے سامنے

ہے وُہی منظرِ جمیل میری نگاہِ شوق میں
جیسے کھڑا ہوا ہوں میں کوہِ صفا کے سامنے

کیا ہے سکوں نوازِ دل قُربتِ مُلتزم شریف
جیسے دُعائیں مانگ لیں ہمنے خُدا کے سامنے

دیکھئے کب نصیب ہو، دیدِ بہارِ دربہار
ہائے وہ جنّتِ نظر، باغِ قُبا کے سامنے

اے مری بیخودیِ شوق کیا تجھے ماسوا سے کام
کوئی بھی ذکر ذکر ہے، ذکرِ خُدا کے سامنے

آنکھ ادب سے بند ہے، دل کو مگر یقین ہے
جیسے وہ خود ہی آگئے پردہ اُٹھا کے سامنے

طیبہ کے مسافر سے

حضورِ شہِ بحر و بر جانیوالے — لئے جا ہماری نظر جانیوالے
قدم کو ترے آ نگاہوں میں رکھ لوں — ارے اُس درِ پاک پر جانیوالے
ذرا غم نصیبوں کو بھی یاد رکھنا — حبیبِ دو عالم کے گھر جانیوالے
تڑپتے ہیں کس طرح فرقت کے مارے — ارے دیکھ لے اک نظر جانیوالے
نہ کر خوفِ منزل، نہ کر فکرِ جادہ — وہ خود ہیں ترے راہبر جانیوالے
انھیں کے تصوّر کو، انکی طلب کو — بنا لے رفیقِ سفر جانیوالے
مبارک ہو وہ پُرسکوں زندگانی — مکدّر فضا سے گذر جانیوالے
انھیں بھی ذرا اک نظر دیکھ لینا — ملیں پا پیادہ اگر جانیوالے
قدم خاکِ طیبہ پہ رکھنا ادب سے — ذرا ہاں! سمجھ سوچ کر جانیوالے
ہوائیں مخالف، فضائیں مکدّر — چلے جا رہے ہیں مگر جانیوالے
ہماری تو دل سے یہی بس دعا ہے — اِدھر اب نہ آئیں اُدھر جانیوالے
خدا تجھ کو با کیف و با سوز رکھے — مرے دل کو بیچین کر جانیوالے

حمید حزیں کی بھی اِک بات سُن لے
ٹھہر، جانیوالے! ٹھہر جانیوالے

ضبطِ غم

دل کے پورے مگر ارمان نہ ہونے پائے
روضۂ پاک پہ قربان نہ ہونے پائے

چارہ گر درد کا درمان نہ ہونے پائے
دیکھ! مشکل مری آسان نہ ہونے پائے

مصلحت ہوگی کوئی اس میں مرے آقا کی
شکوۂ غم ارے نادان نہ ہونے پائے

جوشِ وحشت ہو مبارک تجھے اے دل لیکن
پُرزے پُرزے کہیں دامان نہ ہونے پائے

یہ تو مشکل ہے کہ طیبہ سے رہیں ہم محروم
اور پھر دل بھی پریشان نہ ہونے پائے

یہ بھی اک راز ہو شاید مری ناکامی کا
تاکہ اغیار[۱] کا احسان نہ ہونے پائے

بعدِ نظارہ یہ حسرت رہی اے قبۂ نور
تیرے صدقے، ترے قربان نہ ہونے پائے

بجلیاں ٹوٹ پڑیں دل پہ غم و حرماں کی
سفرِ طیبہ کے سامان نہ ہونے پائے

یادِ طیبہ سے ہمیشہ رہے یارب آباد
خانۂ دل مرا ویران نہ ہونے پائے

اپنے اک ننگِ محبت پہ بھی ہو جائے نظر
زائروں میں یہ پشیمان نہ ہونے پائے

دل کا جو حال ہے آئینہ ہے سب اُن پہ حمیدؔ
منہ سے اظہار مری جان نہ ہونے پائے

۱؎ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ حمید

کربِ مجبوری

تڑپتا پھرتا ہے کیسا حمیدؔ بیچارا
ہوا نہ گنبدِ خضرا کا آہ نظارا

یہ سوزِ غم سے ہے اب حال قلبِ مُضطر کا
کہ جس طرح سے تڑپتا ہے آگ پر پارا

خبر لے میرے سفینے کی ناخدائے جہاںؐ
کہ قطرہ قطرہ نظر آ رہا ہے اِک دھارا

ترے کرم کے تصدق، مگر مرے مولا
نگاہِ شوق کو درکار ہے وہ نظارا

وہ چاندنی، وہ ستارے، وہ نور کا عالم
وہ بھینی بھینی ہوا، جیسے عنبر سارا

وہ جگمگاتا ہوا سبز گنبد اور کلس
وہ میرے دل کا سرور، اور آنکھ کا تارا

درِ حبیبؐ پہ ہوتے، حجاب اُٹھ جاتے
نظر کے سامنے ہوتی وہ صبحِ دل آرا

کششِ نگاہِ کرم کی دکھائے لطفِ وصال
کشاکشِ غمِ فرقت نے اب مجھے مارا

قصور اپنے ہی جذبات دل کا ہے آقاؐ
خود اپنے واسطے ثابت ہوا میں ناکارا

چلو حمیدؔ، حرم کو چلو، طواف کرو
جنوں کے جوش میں کب تک پھروگے آوارا

"سجودِ خاکِ رہت بود نم تمنّا بود
بخاکِ می برم امروز ایں تمنّا را"

(جامیؒ)

ذوقِ جستجو

اِدھر ڈھونڈھتی ہے اُدھر ڈھونڈھتی ہے
خدا جانے کس کو نظر ڈھونڈھتی ہے

جہاں ڈھونڈھتی ہے جدھر ڈھونڈھتی ہے
مدینے کو میری نظر ڈھونڈھتی ہے

نظر پڑتی ہے اب جس اخبار پر بھی
مدینے کی پہلے خبر ڈھونڈھتی ہے

غمِ جستجو میں یہاں تک ہوئی گم
خود اپنی نظر کو نظر ڈھونڈھتی ہے

جھپکتی نہیں آنکھ کھلتی ہے جس دم
نظر کس کو پچھلے پہر ڈھونڈھتی ہے

نظر کی یہ محویتِ شوق دیکھو
کدھر ہیں وہ اور یہ کدھر ڈھونڈھتی ہے

وہ جس در پہ سجدے کئے تھے نظر نے
وہی ہاں وہی سنگِ در ڈھونڈھتی ہے

نظر کو نہیں راہِ جنت کی حاجت
کہ یہ تو تری رہگذر ڈھونڈھتی ہے

دعا کے لیے لوگ کہتے ہیں ہم سے
ہماری دعا خود اثر ڈھونڈھتی ہے

جو پہلے پہل جالیوں پر پڑی تھی
اُسی چشمِ نم کو نظر ڈھونڈھتی ہے

حضوری میں ٹپکے تھے جو فرطِ غم سے
وہی اشک یہ چشمِ تر ڈھونڈھتی ہے

مری چشمِ پُر شوق کو کیا ہوا ہے
مدینے کی شام و سحر ڈھونڈھتی ہے

حمید آجتک خود نہ آیا سمجھ میں
کہ کیا چیز میری نظر ڈھونڈھتی ہے

جنّتِ ارضی

وہ دن بھی کیا تھے، جب تھے دیارِ نبیؐ میں ہم
کھوئے ہوئے سے پھرتے تھے ہر اک گلی میں ہم

اب تک سکوتِ شب کا وہ عالم نظر میں ہے
یارب پہنچ گئے تھے کہاں بیخودی میں ہم

دل میں چمک سی ہوتی تھی اتنا تو یاد ہے
کیا دیکھتے تھے پچھلے پہر چاندنی میں ہم

رگ رگ میں اک برق سی ہوتی تھی موجزن
سُنتے تھے جب اذانِ حرم خامشی میں ہم

حاصل نہیں وہ دونوں جہاں کی خوشی میں بھی
پاتے تھے خاص کیف جو افسردگی میں ہم

سچ پوچھئے تو ہم کو یہ حیرت ہے آج تک
شمعِ حریمِ قدس کی اُس روشنی میں ہم؟

واعظ بہارِ روضۂ رضواں کا ذکر کیا
جنّت کو دیکھ آئے ہیں اِس زندگی میں ہم

گو جنّت البقیع کے قابل نہیں، مگر
ہو جائیں دفن سایۂ دیوار ہی میں ہم

محوِ تصوّرِ حرمِ مصطفیٰؐ رہیں
مسرور و شادماں ہیں آگہی ہی میں ہم

اے کاش! اُنکے لطف و کرم سے حمیدؔ پھر
حاضر ہوں ذوق و شوق سے بزمِ علیؓ میں ہم

اُٹھے حجاب گنبدِ خضرا سے اُس طرف
اور اِس طرف نثار کریں جاں خوشی میں ہم

تصویرِ جذبات

مدینہ کی اِک رات یاد آ رہی ہے — وہ ہر شے، وہ ہر بات یاد آ رہی ہے
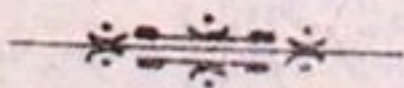
کھنچا ہے نگاہوں میں جنّت کا نقشہ — وہ تاروں بھری رات یاد آ رہی ہے

یہ کس بزم کا ذکر چھیڑا ہے دل نے — کہ اب بات پر بات یاد آ رہی ہے

بہلتا نہیں دل کسی انجمن میں — وہ بزمِ مناجات یاد آ رہی ہے

حضوری میں سب کو میں بھولا ہوا ہوں — خدا کی بس اِک ذات یاد آ رہی ہے

عبادت کا اب لطف پھر مل رہا ہے — کہ وہ التحیّات یاد آ رہی ہے

نظر سوئے گنبد، وہ حیرت کا عالم — وہ تصویرِ جذبات یاد آ رہی ہے

وہ پیشِ نظر حسنِ یٰسین و طٰہٰ — وہ تفسیرِ آیات یاد آ رہی ہے

وہ برقِ تجلّی، وہ چشمِ تحیّر — وہ دل کی مناجات یاد آ رہی ہے

سبب میرے رونے کا کیا پوچھتے ہو — مدینے کی برسات یاد آ رہی ہے

وہ سادہ مزاجی، وہ خلق اللہ اللہ — عرب کی مساوات یاد آ رہی ہے

وہ اہلِ مدینہ کی مہماں نوازی — وہ خاطر، مدارات یاد آ رہی ہے

"شرفؔ"[1] سے ملاقات پھر ہو الٰہی — شرف کی ملاقات یاد آ رہی ہے

خود اپنے کو بھی بھولتا جا رہا ہوں — خدا جانے کیا بات یاد آ رہی ہے

حمیدؔ اب مٹے کیوں نہ دل کی سیاہی
کہ وہ چاندنی رات یاد آ رہی ہے

---

[1] مخدومی حضرت مولانا ابوالشرف صاحب شرفؔ مجدّدی مہاجر مدنی (مدّت ہوئی مولانا راہیِ جنّت ہو چکے ہیں)۔

انشاء اللہ، انشاء اللہ

کوچۂ طیبہ میں مرجائینگے انشاء اللہ
ہم حیاتِ اَبدی پائینگے انشاء اللہ

روضۂ خلد مبارک ہو تجھے اے رضواں
ہم مدینہ کی ہوا کھائینگے انشاء اللہ

جاؤ جاؤ حرم پاک کے جانیوالو!
ہم بھی اک روز پہنچ جائینگے انشاء اللہ

مضطرب جنکے کرم سے دلِ پُرشوق ہے آج
وُہی تسکین بھی فرمائینگے انشاء اللہ

کوئی ساماں نہیں ظاہر میں یقیں ہے لیکن
کوچۂ طیبہ میں پھر جائینگے انشاء اللہ

اُنکی مرضی ہے وہ جس حال میں چاہیں رکھیں
ہم بہرحال نہ گھبرائینگے انشاء اللہ

رہرو راہِ طلب منزلِ مقصود پہ بھی
اک نہ اک روز پہنچ جائینگے انشاء اللہ

اپنے دیدار پُرانوار سے میرے آقا
مجھ کو محروم نہ فرمائینگے انشاء اللہ

وہ سُنیں یا نہ سُنیں اُنکی بہرحال خوشی
دردِ دل ہم تو کہے جائینگے انشاء اللہ

ایک دن مشقِ تصوّر کا یہ عالم ہوگا
وہی ہر سمت نظر آئینگے انشاء اللہ

دُور ہو جائے گی سب کشمکش جادۂ شوق
لائینگے راہ پہ وہ لائینگے انشاء اللہ

اُنکے الطاف کے قربان نوازش کے نثار
نعت ہی نعت کہے جائینگے انشاء اللہ

دل تو کہتا ہے غلامانِ حرم کی صف میں
اُنکی رحمت سے جگہ پائینگے انشاء اللہ

غمِ دُنیا کی کشاکش سے نہ گھبراؤ حمید
جلد یہ دن بھی گذر جائینگے انشاء اللہ

بھینی بھینی پھر شمیمِ جانفزا آنے لگی
ٹھنڈی ٹھنڈی پھر مدینے کی ہوا آنے لگی

اضطرابِ دل کا ساماں پھر بہم ہونے لگا
مژدۂ لطف و کرم لیکر صبا آنے لگی

پھر سکونِ دل نے کروٹ لی کہ تڑپانے لگا
دل سے پھر بیساختہ لب تک دعا آنے لگی

میں نے چھیڑا نغمۂ نعت اور ادھر ہر سمت سے
جیسے کانوں میں صدائے مرحبا آنے لگی

رفتہ رفتہ سب مناظر ہو گئے پیشِ نظر
دل میں رہ رہ کر حرم کی یاد کیا آنے لگی

قابلِ نظارہ ہے کعبے کے پردے کی بہار
ہر طرف سے جھومتی کالی گھٹا آنے لگی

پھر گیا نظروں میں میدانِ اُحد کا لالہ زار
بن کے نکہت یادِ گلزارِ قُبا آنے لگی

حبذا! اہلِ مدینہ، میں سراپا گوش ہوں
"مرحبا، اھلاً و سھلاً" کی صدا آنے لگی

کیوں نہ ہو اپنا مشامِ جاں معطّر اے حمید
باغِ طیبہ سے نسیمِ دلکشا آنے لگی

حُسنِ تصوّر

بزمِ سُرور و نور بپا کر رہا ہوں میں
یہ عالمِ خیال میں کیا کر رہا ہوں میں

تنہائیوں میں ذکرِ قُبا کر رہا ہوں میں
لبریزِ کیف دل کی فضا کر رہا ہوں میں

اِک جلوۂ لطیف ہم آغوشِ قلب ہے
محسوس آج کیفِ دُعا کر رہا ہوں میں

کیا کیا شکستِ دل کے ہیں نغمے چھڑے ہوئے
ساری فضا کو نغمہ سرا کر رہا ہوں میں

تڑپا رہی ہے دل کو مرے پھر کسی کی یاد
پھر اِنتظارِ بادِ صبا کر رہا ہوں میں

مصروف رہ کے مشقِ تصوّر میں رات دن
بابِ حریمِ شوق کو وا کر رہا ہوں میں

لفظ و بیاں سے جس کا تعلّق نہیں کوئی
ایسی کبھی ایک خاص دُعا کر رہا ہوں میں

دیوانہ وار دل میں ہیں کچھ ایسے واردات
جیسے کہ سعیِ راہِ صفا کر رہا ہوں میں

جذبِ نگاہِ شوق کے قُربان جائیے
آنکھیں ہیں بند سیرِ منا کر رہا ہوں میں

دامانِ چشمِ شوق میں جلوؤں کا ہے ہجُوم
دل میں خیالِ غارِ حرا کر رہا ہوں میں

کانوں میں گونجتے ہیں ترانے دُرود کے
کس کا یہ ذکر صلِّ علیٰ کر رہا ہوں میں

نغمے سُنا کے جوشِ محبت میں اے حمید
طیبہ کا ذوق و شوق سوا کر رہا ہوں میں

خیاباں خیاباں، گُلستاں گُلستاں

نسیمِ سحر تجھ پہ صدقے دل و جاں
ذرا اِس طرف بھی خراماں خراماں

سُنگھا دے ذرا نکہتِ کوئے طیبہ
ہے افسردہ خاطر حمیدِ غزلخواں

کئی دن سے خاموش ہے سازِ ہستی
ذرا چھیڑ دے آ کے تارِ رگِ جاں

اِدھر بھی کوئی ابرِ رحمت کا چھینٹا
پُھنکا جا رہا ہے مرا قلبِ سوزاں

بہت یاد آتے ہیں اہلِ مدینہ
سراپا محبت، خوش اخلاق انساں

مُبارک انھیں سایۂ بابِ رحمت
سلامت رہیں کوئے طیبہ کے مہماں

وہ خوش رو حسین بچیاں اور بچے
جنھیں دیکھ کر ہوں خجل حور و غلماں

تصوّر میں ہیں جلوہ گر وہ مناظر
ہے بیتابِ نظّارہ پھر چشمِ گریاں

وہ صحرا بہ صحرا، وہ منزل بمنزل
جگر سوز و دلکش نوائے حُدی خواں

سُبک گام، آہستہ رفتار محمل
چلے جا رہے تھے بیاباں بیاباں

وہ پیشِ نظر شُغدفوں کی قطاریں
وہ پچھلا پہر، وہ مری چشمِ حیراں

وہ "بیرِ علیؓ" کے دل افزا نظارے
وہ پُرنور عالم، وہ صُبحِ درخشاں

وہ گُلریز وادی، وہ گُلرنگ منظر
وہ رنگین جلوے، وہ گنجِ شہیداں

وہ "جبلُ الثنایا" کی دلکش بہاریں
اُحد کا وہ میدان جنّت بداماں

جہاں دیکھتے تھے، جدھر دیکھتے تھے
حرم کے منارے نُمایاں نُمایاں

قُبا کی وہ راہیں، وہ اپنی نگاہیں ۔ خیاباں خیاباں، گُلستاں گُلستاں
اُدھر چاند کی روشنی ہلکی ہلکی ۔ اِدھر سبز گنبد درخشاں درخشاں
کلس کی وہ ضَو پاشیاں اللہ اللہ ۔ وہ اک نور کا خط فروزاں فروزاں
حرم میں وہ برقِ تجلّی کی کرنیں ۔ وہ ہر بام و در مطرحِ نورِ یزداں
سِراجاً منیراً کی وہ ضَو فشانی ۔ وہ نورِ احادیث و آیاتِ قرآں
فدا جان و دل قُبّۂ نور تجھ پر ۔ تصوّر ترا ہے مرادِ دین و ایماں
ترا نام سرمایۂ شادمانی ۔ ترا تذکرہ دردِ دل کا ہے عُنواں
تری یاد ہے زندگی کا سہارا ۔ ترا ذکر وجہِ سکونِ دل و جاں
خدارا صبا مجھ پہ اتنا کرم کر ۔ رہوں گا میں تا زیست ممنونِ احساں
جو ہو حاضری خوابگاہِ نبیؐ پر ۔ تو یہ عرض کرنا کہ اے شاہِ شاہاںؐ
نگاہِ کرم، تاجدارِ دو عالمؐ ۔ حمیدؔ آجکل ہے نہایت پریشاں
بجز یادِ طیبہ، بجز ذکرِ طیبہ ۔ نہیں اور کوئی مسرت کا ساماں
عطا ہو مرے دل کو سوزِ محبّت ۔ بحقّ دلِ مظہرِ جانِ جاناںؒ
عطا ہو مرے دل کو دردِ محبّت ۔ بحقّ دلِ حضرتِ فضلِ رحماںؒ
یہ سب آپؐ ہی کا ہے فیضانِ رحمت ۔ کہ پہنچا یہاں تک تو شوقِ فراواں

کہے جا رہا ہوں، سُنے جا رہا ہوں
مدینے کی گلیاں، مدینے کی گلیاں

ذوقِ طلب

ہر چند روکتی رہی درماندگی مجھے
موجِ ہوائے شوق اُڑا لیگئی مجھے

بھولی ہے اور نہ بھولے گی تازندگی مجھے
جو کوچۂ حبیبؐ میں راحت ملی مجھے

ہے کوئی آرزو، تو الٰہی یہی مجھے
مل جائے کاش! سایۂ بابُ النّبیؐ مجھے

بیچین پھر نسیمِ سحر کر گئی مجھے
یاد آگئی مدینے کی اک اک گلی مجھے

بیساختہ زباں سے میں لبّیک کہہ اُٹھا
کس نے ابھی یہ دُور سے آواز دی مجھے

میں جوشِ اضطراب میں بڑھتا چلا گیا
منزل ہر ایک پاس سے تکتی رہی مجھے

آدابِ جلوہ گاہ میں اللہ ری محویت
سجدے سے سر اُٹھانے کی مہلت نہ تھی مجھے

سائے میں اپنے دامنِ رحمت لئے تھا آپ
کیا عرضِ شوق کر کے ندامت ہوئی مجھے

جب محو تھا میں گنبدِ خضرا کی دید میں
اُسوقت چشمِ شوق مری، دیکھتی مجھے

اے ہمنفس! فضائے مدینہ کا ذکر چھیڑ
محسوس ہو رہی ہے تڑپ میں کمی مجھے

جسوقت یاد گنبدِ خضرا کی آگئی
تاریکیوں میں آئی نظر چاندنی مجھے

اے ساکنانِ کوچۂ طیبہ، مرا سلام
وقتِ سلام بھول نہ جانا کبھی مجھے

طیبہ کا ذوق و شوق سلامت رہے حمید
مضمونِ نو بنو کی ہے پھر کیا کمی مجھے

ناز بر نیاز

اُس طرف تھا جو ناز کا عالم — اِس طرف تھا نیاز کا عالم

دیدنی تھا کسی کی محفل میں — نگہِ پاکباز کا عالم

لیلۃُ القدر پر بھی چھا کے رہا — اُنکی زُلفِ دراز کا عالم

پوچھو جبریلؑ سے شبِ معراج — آپؐ کے خوابِ ناز کا عالم

اللہ اللہ وہ قُربِ اَوْ اَدنیٰ — اور وہ راز و نیاز کا عالم

خود حقیقت بھی ہے اسیر اُنکی — اللہ اللہ! مجاز کا عالم

حُسن ہی جانے، عشق ہی سمجھے — دل کے سوز و گداز کا عالم

یادِ طیبہ میں ہم نے پایا ہے — نغمۂ دلنواز کا عالم

اپنی آنکھوں میں رکھ کے لایا ہوں — آپؐ کی بزمِ ناز کا عالم

وہ شبِ پاکِ مسجدِ نبویؐ — وہ سحر کی نماز کا عالم

وہ صلوٰۃ و سلام کے نغمے — ہائے وہ سوز و ساز کا عالم

پھر رہا ہے حمیدؔ آنکھوں میں
نورِ صُبحِ حجاز کا عالم

زمزمۂ حرم

ہاں غزل چھیڑ کوئی مُرغِ خوش الحانِ حَرم
یاد آجائے بہارِ چمنستانِ حَرم

نظر افروز ہے ہر جلوۂ تابانِ حرم
اللہ اللہ، بہارِ چمنستانِ حرم

مرحبا، صلِّ علیٰ، صُبحِ گلستانِ حرم
بُلبلِ سِدرہ بھی ہے وجد میں قربانِ حرم

اُس کی ہستی کا ہر اک ذرّہ ہے جنّت بکنار
جس کی آنکھوں میں رہے گوشۂ دامانِ حرم

زندگی میں ہو جسے باغِ جناں کی خواہش
دیکھ لے جا کے فضائے چمنستانِ حرم

ہر طرف بارشِ اَنوار کا اِک عالم ہے
اے زہے شعلگیٔ نیّرِ تابانِ حرم

مہر و مہ سر کو جھکاتے ہیں درِ اقدس پر
اللہ اللہ، یہ رفعت تری ایوانِ حرم

سبز، یہ عرش کی قندیل ہے، یا قُبّۂ نور
قُمقُمے ہیں یہ ارم کے، کہ چراغانِ حرم

ذرّے ذرّے میں ہے اَنوارِ محبّت کی چمک
عکس افگن ہے، مگر مہرِ درخشانِ حرم

دن کو فردوس نُما جلوے نظر آتے ہیں
شب کو اِس سے بھی سوا ہوتی ہے کچھ شانِ حرم

ایک مُدّت سے ہے تاریک سیہ خانۂ دل
کر دے روشن اسے اے شمعِ شبستانِ حرم

اِک غزل اور کہو جوشِ محبّت میں حمیدؔ
ابھی مُشتاق ہیں مُشتاق، محبّانِ حرم

آگئی، فصلِ بہارِ چمنستانِ حرم ‏ ‏ لیچل، اے جوشِ جنوں سوئے بیابانِ حرم

پھر دکھائے جو خدا دشت و بیابانِ حرم ‏ ‏ اپنی پلکوں سے چنوں خارِ مغیلانِ حرم

اب ذرا دل کو نہیں سیرِ دو عالم کی ہوس ‏ ‏ ہے تصوّر میں مرے جلوۂ تابانِ حرم

چشمِ مشتاق مری گنبدِ خضرا کے نثار ‏ ‏ دلِ پُر شوق فدائے چمنستانِ حرم

قابلِ دید ہے ہر جلوۂ نو کا عالم ‏ ‏ ہر نظر میں نظر آتی ہے نئی شانِ حرم

باغِ فردوس مبارک ہو تجھے اے رضواں ‏ ‏ ہم تو ہیں شیفتۂ رنگِ گلستانِ حرم

شوقِ نظّارہ تو تھا، دید کی جرأت نہوئی ‏ ‏ نظر اُٹھّی نہ سوئے پردۂ ایوانِ حرم

ہر گھڑی اُسکو حضوری کی ہو دولت حاصل ‏ ‏ اے زہے شان، خوشا قسمتِ دربانِ حرم

سچ جو پوچھو تو نصیب اُن کا ہے قسمت اُنکی ‏ ‏ کرتے رہتے ہیں جو نظّارۂ بستانِ حرم

کردے پُر نور مرے قلبِ سیہ تاب کو بھی ‏ ‏ تیرے قربان میں اے شمعِ شبستانِ حرم

یہ بھی کہتے ہوئے مولا مجھے شرم آتی ہے ‏ ‏ کاش مل جائے غلامیِ غلامانِ حرم

ذکر اِس سے کوئی بہتر نہیں دُنیا میں حمیدؔ ‏ ‏ تم رہو زمزمہ پردازِ گلستانِ حرم

یہ بھی لطفِ شہِ لولاک سمجھتا ہوں حمیدؔ
ورنہ میں، اور نوا سنجِ گلستانِ حرم

مژدۂ دیدار

صد شکر کہ پھر وجد میں آنے کے دن آئے
اُس انجمنِ خاص میں جانے کے دن آئے

کعبے سے اُٹھیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں
اے بادہ کشو! پینے پلانے کے دن آئے

پھر آنکھ ہے مشتاقِ تماشائے مدینہ
پھر آئے وہی رونے رُلانے کے دن آئے

ہر سانس میں ہے زمزمۂ صلِّ علیٰ آج
کیا کوچۂ محبوبؐ میں جانے کے دن آئے

مائل بہ کرم ہے نگہِ خاص کسی کی
پھر بہرِ دُعا ہاتھ اُٹھانے کے دن آئے

عید آئی ہے عید آئی ہے اربابِ نظر کی
یعنی درِ سرکارؐ پہ جانے کے دن آئے

پھر تازہ ہوا جوشِ جنوں، فصلِ گُل آئی
ہشیار کو دیوانہ بنانے کے دن آئے

پھر دل کی کلی کیوں نہ شگفتہ نظر آئے
خوش ہوں کہ غم و رنج اُٹھانے کے دن آئے

اربابِ تمنّا کو مبارک ہو مبارک
دربارِ رسالتؐ میں بُلانے کے دن آئے

اے حاجیو! اب آؤ کریں ذکرِ مدینہ
وہ لُطف کے دن، یاد دلانے کے دن آئے

بیتابیٔ دل وجہِ سکوں بنکے رہے گی
اے دیدۂ تر اشک بہانے کے دن آئے

پھر دل پہ حمیدؔ اپنے گھٹا چھائی ہے غم کی
پھر درد بھرے شعر سُنانے کے دن آئے

اِلتجائے شوق

غریبوں کو بادِ صبا یاد رکھنا
یہی ہے مری اِلتجا یاد رکھنا

حضورِ شہِ دوسرا یاد رکھنا
بوقتِ سلام و دُعا یاد رکھنا

یہی ایک صورت ہے تسکینِ دل کی
غمِ ہجر کا واسطہ یاد رکھنا

مرے ذوق کو اِستقامت عطا ہو
بطوفِ حریمِ خدا یاد رکھنا

مُبارک ہو سیرابیِ آبِ زمزم
مری تشنگی بھی ذرا یاد رکھنا

جُنونِ محبّت کا ہے یہ تقاضا
بہ اوقاتِ سعیِ صفا یاد رکھنا

نظر آئیں جب موج در موج جلوے
بہ شبہائے بزمِ منیٰ یاد رکھنا

دیارِ حبیبِ خدا میں پہونچ کر
بیادِ حبیبِ خدا یاد رکھنا

جلو میں رہے گی نظر یہ سمجھ کر
بہنگامِ سیرِ قُبا یاد رکھنا

جہاں خود کو بھی بھول جاتا ہے انساں
وہاں اے مرے رہنما یاد رکھنا

حریمِ رسالتؐ میں وقتِ زیارت
مرے دل کا شوقِ لقا یاد رکھنا

اگر دل کی روداد غم کا بیاں ہو
مجھے میرے درد آشنا یاد رکھنا

دُعا کیلئے ہاتھ جس وقت اُٹھّیں
کبھی میں بھی تھا "ہمنوا" یاد رکھنا

حمیدِ سراپا محبّت کو اپنے
مرے محترم اصطفا یاد رکھنا

بحضورِ شاہِ اُمم

مری طرف سے بھی اے رہروانِ راہِ حجاز — تمام اہلِ حرم کو سلام کہہ دینا

وہ شہرِ پاکِ مدینہ، وہ بارگاہِ حبیبؐ — دیارِ شاہِ اُممؐ کو سلام کہہ دینا

بہ اشتیاقِ حضوری، بہ التماسِ دُعا — مُجاوِرینِ حرم کو سلام کہہ دینا

ادب شناسِ محبّت، وہ رازدارِ حرم — ہمارے شیخِ[1] حرم کو سلام کہہ دینا

رہے جو یاد، تو اک دردمندِ اُلفت کا — طبیبِؐ درد و الم کو سلام کہہ دینا

طوافِ روضۂ اطہر سے جب نظر رُک جائے — تو پھر فضائے حرم کو سلام کہہ دینا

وہ آفتابِ دو عالمؐ، وہ ماہتابِ عربؐ — شہِ حجاز و عجمؐ کو سلام کہہ دینا

وہ جسکی خاکِ کفِ پا پہ مہر و ماہ نثار — اُسی کے نقشِ قدم کو سلام کہہ دینا

حقیر ذرّوں کو جسنے بنا دیا خورشید — اُس آفتابِ کرمؐ کو سلام کہہ دینا

گنہگار ہیں محتاج جسکی رحمت کے — اُسی شفیعِ اُممؐ کو سلام کہہ دینا

سلام کہہ چکو جب سب کو تم، تو چپکے سے — نسیمِ صبحِ حرم کو سلام کہہ دینا

پیام ایک ہے یہ بھی کہ ہر پیام کے بعد — شمیمِ کوئے حرم کو سلام کہہ دینا

دلِ حمید کے ذرّے اُڑا کے طیبہ میں
نبیؐ کی خاکِ قدم کو سلام کہہ دینا

---

[1] مراد از ذاتِ قدس مُرشدنا و مولانا حضرت الحاج محمد عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مُجدّدی مہاجر مدنی مدظلہ۔ ۱۲ حمید

اَلوِداع والفراق

طیبہ کی یادیں وہ رُلا کر چلے گئے
اِک آگ سی جگر میں لگا کر چلے گئے

دل سے مرے حجاب اُٹھا کر چلے گئے
بیگانۂ خودی وہ بنا کر چلے گئے

میرے دماغ و دل میں سما کر چلے گئے
اپنے ہوا، ہر اک کو بھلا کر چلے گئے

تکبیر کے ترانے سُنا کر چلے گئے
دھڑکن وہ دل کی اَور بڑھا کر چلے گئے

میرے غمِ فراق پہ چھا کر چلے گئے
احساسِ قُرب و بُعد مِٹا کر چلے گئے

ذکرِ حریمِ قُدس سے تڑپا دیا مجھے
اِک دل کی بات یاد دِلا کر چلے گئے

میں اپنا دستِ شوق بڑھاتا ہی رہ گیا
دامن اُدھر وہ اپنا بچا کر چلے گئے

زمزم کا ذکر کر کے سُرور و نشاط سے
کچھ اَور میری پیاس بڑھا کر چلے گئے

ہم سوچتے ہی رہ گئے عُنوانِ عرضِ غم
غافل نگاہِ شوق کو پا کر چلے گئے

نغمے سُنا سُنا کے صلوٰۃ و سلام کے
مدہوشِ سوز و ساز بنا کر چلے گئے

میری نگاہ غرقِ تحیّر رہی اِدھر
اور وہ اُدھر نگاہ بچا کر چلے گئے

طیبہ کا ذِکر باتوں ہی باتوں میں چھیڑ کر
عالَم ہی کوئی اور دِکھا کر چلے گئے

میں اپنی داستان ہی کہتا رہا اِدھر
اور اُسطرف وہ ہاتھ چھڑا کر چلے گئے

نقشہ دِکھا کے مجھ کو دیارِ حبیبؐ کا
دَردِ غمِ فراق بڑھا کر چلے گئے

ہر اِلتجا کو وَعدۂ فَردا پہ ٹال کر
تصویرِ انتظار بنا کر چلے گئے

کیوں ذکر کر کے گنبدِ خضرا کا بار بار
بجلی سی جان و دل پہ گرا کر چلے گئے

اَب کیا خبر اُنھیں جو گزرتی ہے ہجر میں
کیوں میرے دل کے ناز اُٹھا کر چلے گئے

کیا خوب کر گئے وہ مُداوائے دَردِ دل
میرے ہی شعر مجھکو سُنا کر چلے گئے

اَب صدمۂ فراق ہے اور میں ہوں اے حمیدؔ
وہ کیوں نظر کے سامنے آ کر چلے گئے

۱؎ یہ تاثرات اُسوقت کے ہیں جب ہمارے مُزوّر سیدی شیخ بہاء الدین صاحب مدنی ایک ماہ مہمان رہ کر بلادِ ہند سے اپنے محبوب وطن مدینۂ طیبہ کو رخصت ہوئے تھے۔ ۱۲ حمید

جلوہ زارِ تمنّا

مدینے میں کاش اے دلِ زار ہوتے
وہ پُرنور کوچے، وہ بازار ہوتے

سحر کے وہ جلوے، وہ انوار ہوتے
مدینے میں ہم مست و سرشار ہوتے

سماتے وہ آنکھوں میں دلکش مناظر
خود اپنی نظر کے خریدار ہوتے

نظر آتے ہی سبز گنبد فضا میں
صبا کی طرح گرم رفتار ہوتے

بصد شوق جب دیکھتے آنکھ اٹھا کر
حرم کے منارے نمودار ہوتے

وہ کیفیّت خاص ہوتی عنایت
نہ بیہوش ہوتے، نہ ہشیار ہوتے

کبھی بابِ جبریل پر دست بستہ
کبھی سرنگوں زیرِ دیوار ہوتے

کبھی چومتے جالیوں کو ادب سے
کبھی شوق میں محوِ دیدار ہوتے

مواجہ میں کچھ اس طرح نیند آتی
جگانے سے بھی ہم نہ ہشیار ہوتے

ادھر نامِ پاکِ نبیؐ لب پہ آتا
ادھر دل کی دھڑکن سے بیدار ہوتے

سمجھتے اسے بادشاہی سے بڑھ کر
جو بوّاب[1] کے کفش بردار ہوتے

نگاہوں میں پھرتی بقیعِ مبارک
اگر خوش نصیبی سے بیمار ہوتے

گزرتے جو پیشِ حریمِ رسالتؐ
وُہی چند انفاس باکار ہوتے

حمیدؔ ایسی قسمت کہاں تھی ہماری
کہیں ہم بھی پائینِ دربار ہوتے

---

[1] بوّاب = (یعنی دربان) جن کا کام یہ ہے کہ زائرین جب مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہیں تو اپنا جوتہ یا چھتری وغیرہ اُن کے پاس رکھا دیتے ہیں، واپسی پر یہ بحفاظت اُنکی چیز واپس کر دیتے ہیں۔ ۱۲

حسرتِ دید

پھر دیارِ پاک کا اے کاش منظر دیکھتے
پھر رسول اللہؐ کا دربارِ انور دیکھتے

باغ طیبہ کی فضائے رُوح پرور دیکھتے
جس طرف جاتی نظر اک سبز چادر دیکھتے

بڑھ کے ہو جاتی نگاہِ شوق مصروفِ طواف
دُور سے جب گنبدِ خضرا کا منظر دیکھتے

شُکر کے سجدے جبینِ شوق کرتی جابجا
ہر طرف لکھا ہوا اللّٰہُ اکبر دیکھتے

شوق میں کوہِ اُحد پر پھر پہونچتے ایک بار
اور خود اپنا بلندی پر مقدّر دیکھتے

آ کے فرطِ شوق میں بابِ مجیدی کے قریب
پھر سحر کا وہ نظر افروز منظر دیکھتے

سامنے ہوتے کبھی جب کلو حریم پاک کے
اور کبھی وہ خوخۂ[1] صدیقِ اکبرؓ دیکھتے

حضرتِ فاروقؓ کے خطبہ کا آجاتا خیال
جب نگاہِ شوق سے ہم سُوئے منبر دیکھتے

رات کو بیدار ہوتے جب اذاں کی گونج سے
مشہدِ عثمانؓ میں اک بات چھُپکر دیکھتے

یاد آجاتی جلالت اور عبادت آپکی
جب علیِ مرتضیٰؓ کا بیتِ اطہر دیکھتے

---

[1] حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ابوبکر صاحبی فی الغار و مونسی فی الغار سدّوا کل خوخۃ فی المسجد غیر خوخۃ ابی بکر (عبداللہ بن احمدؒ)۔ (یعنی ابوبکرؓ غار میں میرے رفیق تھے اور غار میں میرے مونس تھے مسجد میں جسقدر کھڑکیاں ہیں سب بند کردو مگر ابوبکرؓ کی کھڑکی کھُلی رہنے دو) ۱۲ ——— خوخہ کے معنی جھروکہ کھڑکی یا دروازے کے ہیں۔ چنانچہ آپ کے حُجرۂ انور کی کھڑکی ابتک کھُلی ہوئی ہے۔ ۱۲

بیٹھتے رملے[۱] پہ جب صحنِ حرم میں اِس طرف — اُس طرف سے جھوم کر ہم کو کبوتر دیکھتے

وہ بہارِ روضۂ جنت فضائے نور میں — بابِ رحمت سے ذرا کچھ دُور ہٹ کر دیکھتے

ہر طرف آتے نظر پھر ساقیِ مینا بدوش — آبِ کوثر سے بھرے وہ جام و ساغر دیکھتے

ناز ہوتا اپنی قسمت کی رسائی پر ہمیں — اللہ اللہ جلوۂ محراب و منبر دیکھتے

جب پہونچتے حجرۂ خاتونِ جنت کے قریب — اپنے اِک مخلص کو بھی اپنے برابر دیکھتے

ڈرتے ڈرتے جالیوں کے پاس ہوتی حاضری — نیچی نظروں سے جمالِ پردہ در دیکھتے

آنکھ اپنی کھولتے جس وقت ہم پڑھ کر سلام — برقِ رحمت کی چمک جالی کے اندر دیکھتے

رہ گئی پاسِ ادب سے اپنی ٹھہرا کر نظر — تابِ نظارہ اگر ہوتی مکرر دیکھتے

وہ حریمِ قدس، وہ آرامگاہِ شاہِ دیں
کوئی صورت ہے حمید ایسی، برابر دیکھتے

---

۱ صحنِ مسجد میں سُرخ پتھر کی باریک کنکریاں بچھی ہوئی ہیں سُنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ عہدِ رسالت میں ایک شب بارش ہوئی، مسجدِ نبوی کی چھت جو کھجور کی شاخوں سے پٹی تھی خوب ٹپکی، یہانتک کہ مسجد کا اندرونی فرش کیچڑ بن گیا صحابۂ کرامؓ جب نماز کیلئے حاضر ہوئے تو جھولیوں میں کنکریاں بھر کر لائے اور اپنی اپنی جگہ بچھا لیں۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کا یہ حُسنِ عمل پسند آیا اور آپنے فرمایا:۔ مَا اَحْسَنَ هٰذَا (یہ بہت ہی اچھی تدبیر ہے)۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے وادیِ عقیق سے کنکریاں منگوا کر بچھائیں۔ اِس وقت صحن میں کنکریاں اُس تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں۔ ۱۲

اشتیاق و اضطراب

نالہ کناں، اشکبار سُوئے حرم جائینگے | لیکے دلِ بیقرار سُوئے حرم جائینگے

آئے نہ آئے بہار سُوئے حرم جائینگے | کون کرے انتظار سُوئے حرم جائینگے

یار بدل، دل بیار سُوئے حرم جائینگے | یعنی حرم درکنار سُوئے حرم جائینگے

ذوقِ طلب کے نثار، ہم سے غریب الدیار | اور یہ دل کی پکار سُوئے حرم جائینگے

جوشِ جنون وجد میں رُک نہیں سکتے ہیں ہم | آتے ہی فصلِ بہار سُوئے حرم جائینگے

کہہ دو یہ تسکین[1] سے، دن وہ ضرور آئینگے | مل کے ہم ایک بار سُوئے حرم جائینگے

تیری اگر ہو رضا، ہم بھی کہیں اے خدا | ہمرہِ ناقہ سوار سُوئے حرم جائینگے

نعرے لگاتے ہوئے، خاک اُڑاتے ہوئے | جوش میں دیوانہ وار سُوئے حرم جائینگے

مقصدِ ہستی اسے، اپنا بنا ہی چکے | جائینگے اور بار بار سُوئے حرم جائینگے

خاک بھی ہو کر کہیں رُکتے ہیں اہلِ وفا | بنکے سراپا غبار سُوئے حرم جائینگے

اب تو کہیں بھی حمیدؔ سنکے مدینے کا نام
کہتے ہیں بے اختیار سُوئے حرم جائینگے

---

[1] مکرّمی و محترمی حضرت الحاج محمد یٰسین صاحب تسکین قریشی مدظلہ العالی۔

فردوسِ تصوّر

جب میری چشمِ تصوّر میں طیبہ کی فضائیں ہوتی ہیں
پُر شوق نگاہیں اُٹھتی ہیں، بیتاب دُعائیں ہوتی ہیں

دربارِ نبیؐ میں چھائی ہوئی رحمت کی گھٹائیں ہوتی ہیں
بخشش کے خزانے لُٹتے ہیں، مقبول دُعائیں ہوتی ہیں

وہ چاندنی راتوں کا منظر، وہ صحنِ حرم، وہ گنبد و در
جب نورِ قدم کے جلووں سے معمور فضائیں ہوتی ہیں

دُنیا کی بہاریں صدقے ہیں، جنّت کی شگفتہ کیاری پر
کیا عطر میں ڈوبی رُوح فضا، پُرکیف ہوائیں ہوتی ہیں

گلزارِ قُبا کے دامن میں کچھ سروِ خراماں دیکھے تھے
کیا ہوش رُبا معصوموں کی معصوم ادائیں ہوتی ہیں

اصلاح جو باطن کی چاہو، طیبہ کو چلو، طیبہ کو چلو
کام آئیں جو دردِ دل میں وہاں ایسی بھی دوائیں ہوتی ہیں

تاثیرِ محبت کیا کہیئے، واللہ مدینہ والوں کی
تا عُمر جو دل پر نقش رہیں، وہ اُنکی وفائیں ہوتی ہیں

جس وقت حمیدِ خستہ جگر، ہوتے ہیں وہ جلوے پیشِ نظر
ہر نغمۂ دل کے پردے میں دلدوز نوائیں ہوتی ہیں

ہجومِ تمنّا

نصیبِ آ زمانے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں جانے کو جی چاہتا ہے

ہجومِ تمنّا سے معمور ہے دل
یہ محفل سجانے کو جی چاہتا ہے

بہت دُور اب تک رہا ہوں میں تم سے
بہت پاس آنے کو جی چاہتا ہے

جہاں کیلئے وقف ہیں میرے سجدے
اُسی در پہ جانے کو جی چاہتا ہے

بظاہر بھر آئے ہیں آنکھوں میں آنسو
مگر، مُسکرانے کو جی چاہتا ہے

کبھی دل کو تاکیدِ ضبطِ مسلسل
کبھی گُدگُدانے کو جی چاہتا ہے

ذرا بھی جہاں دخل ہو ماسوا کا
وہ پردہ اُٹھانے کو جی چاہتا ہے

نمایاں نمایاں ہیں کچھ ایسے جلوے
نظر میں چھُپانے کو جی چاہتا ہے

تصوّر کو عینِ حضوری بنادو
کہ نزدیک آنے کو جی چاہتا ہے

جہاں آگیا یاد وہ آستانہ
وہیں سر جُھکانے کو جی چاہتا ہے

مقامِ ادب ہے درِ پاک، لیکن
یہاں لڑکھڑانے کو جی چاہتا ہے

مدینے کی گلیوں میں اِک اِک قدم پر
خزانے لُٹانے کو جی چاہتا ہے

کششِ ہے وہ طیبہ کے دیوار و در میں
گلے سے لگانے کو جی چاہتا ہے

عجب دلکشی ہے ریاضِ قُبا میں
نشیمن بنانے کو جی چاہتا ہے

ترے سائے میں اے بقیعِ مبارک
ہمارا بھی آنے کو جی چاہتا ہے

حمیدؔ اب یہ ہے شادکامی کا عالم
کہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے

عالمِ انوار

یاد آتا ہے اُس بزمِ پُرانوار کا عالم
شاہنشہِ کونینؐ کے دربار کا عالم

ہے پیشِ نظر ہر در و دیوار کا عالم
اب تک ہے وہی جلوۂ دیدار کا عالم

وہ نور فشاں انجمنِ ناز کی راتیں
وہ خوابگہِ سیدِ ابرارؐ کا عالم

وہ سورۂ مزمّل و طٰہٰ کی تلاوت
ہر گوشے میں وہ بارشِ انوار کا عالم

وہ کیفِ جبیں سائی، وہ سجدوں کی لطافت
آنکھوں میں وہ محویتِ دیدار کا عالم

ہنگامِ مناجات وہ اشکوں کی روانی
یا شافعِ محشرؐ کی وہ تکرار کا عالم

وہ وقتِ تہجدؐ نظر افروز نظارے
ہر سمت وہ تابانیِ انوار کا عالم

وہ عکس فگن ماہِ رسالتؐ کی شعاعیں
اور وہ حرمِ پاک کی دیوار کا عالم

وہ چاندنی راتوں میں جھلکتی ہوئی سبزی
وہ قبۂ پُرنور، وہ مینار کا عالم

وہ مشہدِ عثمانؓ، وہ نظارۂ دلکش
مخصوص وہ اک روزنِ دیوار کا عالم

جبریلؑ کی آمد کا وہ احساسِ تصوّر
وہ پچھلے پہر ہبطِ انوار کا عالم

معمورۂ ظلمت میں وہ انوارِ تجلّی
وہ آخرِ شب، صبح کے آثار کا عالم

وہ صبح کو فردوس نظر جلوۂ رنگیں
اور شام کو وہ کوچہ و بازار کا عالم

میدانِ اُحد کے وہ دل افروز مناظر
ہر سمت وہ رنگینیِ کہسار کا عالم

ہر وقت حضوری کی ہے دولت جسے حاصل
اللہ رے اُس طالعِ بیدار کا عالم

جو روضۂ اقدس کے قریں اشک فشاں ہو
اللہ رے اُس چشمِ گہربار کا عالم

جو یادِ مدینہ میں دھڑکتا ہے ہر دم
کیا پوچھتے ہو اُس دلِ بیدار کا عالم

تا حشر رہے میری نگاہوں میں الٰہی
آرامگہِ احمدِ مختار کا عالم

پھرتے ہو حمید آج یہ کیوں کھوئے ہوئے سے
یاد آگیا کیا طیبہ کے گلزار کا عالم

نویدِ مسرّت

نویدِ مسرّت صبا بنکے آئی — مرے دردِ دل کی دوا بنکے آئی

مری "آمنہ"[۱] ہمنوا بنکے آئی — تری یاد کا سلسلا بنکے آئی

اِدھر میری آنکھوں میں بھر آئے آنسو — اُدھر رحمتِ حق گھٹا بنکے آئی

مری کامیابی تخیّل سے پہلے — حقیقت میں فکرِ رسا بنکے آئی

اُسی رَوشنی میں چلا جا رہا ہوں — تجلّی تری پیشوا بنکے آئی

وہ تمہیدِ معراج میں مغفرت کی — شفاعت کا اِک سلسلا بنکے آئی

---

[۱] رفیقۂ سفرِ حجاز، مجسّمۂ صدق وصفا، خواہرِ عزیز آمنہ خاتون سلّمہا کہ رفاقت ورافتش درحقِ من مشعلِ راہِ حقیقت گردید ——— ؎

نگاہِ لُطفِ تو خضرِ طریقتم آمد ؛ ہزار گونہ بنازم بہ طالعِ بیدار

حمید

خدا شاد رکھےّ مری جستجو کو — جو خاکِ درِ مصطفےٰ بنکے آئی

جنوں کی خلش تھی جو وارفتگی میں — وہی شوقِ سعیِ صفا بنکے آئی

میں تنہائیٔ غم کے قربان جاؤں — نشاطِ قیامِ منا بنکے آئی

تمنائے دیدار دل سے لبوں تک — مناجاتِ غارِ حرا بنکے آئی

جزائے خدا اس کی بادِ صبا کو — بہارِ ریاضِ قبا بنکے آئی

وہی سبز گنبد کی رنگیں فضا ہے — نگاہوں کا جو مدعا بنکے آئی

بسائی گئی جب تصور کی دنیا — دیارِ حبیبِ خدا بنکے آئی

وہ تابانیٔ جنبشِ پردۂ در — نظر اپنی کیا جانے کیا بنکے آئی

حمیدؔ ایسی منزل کے قربان جاؤں
جو ہر گام پر رہنما بنکے آئی

عیدگاہِ عاشقاں

نصیب ہو جو یہ روزِ سعید کیا کہنا
حمیدؔ اہلِ مدینہ کی عید کیا کہنا

نظر نواز اُحد کی فضائے رنگیں ہیں
ہلالِ گنبدِ خضرا کی دید کیا کہنا

وہ ہر نگاہ میں نظّارہ سبز گنبد کا
وہ بازدید کا لُطفِ مزید کیا کہنا

چلو حرم میں صلوٰۃ و سلام پیش کریں
ہر اک طرف یہی گفت و شنید کیا کہنا

اُسی کے ہیں یہ دو عالم، اگر میسّر ہو
مدینے میں، کبھی کعبے میں عید کیا کہنا

اُٹھی صدا دلِ مومن سے یا حبیبیؐ کی
ہلالِ نو نظر آیا حمیدؔ کیا کہنا

نہ کیوں ہو بارشِ اکرام روزہ داروں پر
نزولِ رحمتِ حق کی نوید کیا کہنا

شمیمِ روضۂ اطہر نسیم لائی ہے
مرے خزینۂ دل کی کلید کیا کہنا

وہی ہے آتشِ سوزِ دلِ نظارہ طلب
وہی ہے شورشِ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کیا کہنا

حمیدؔ کہتے ہیں سب "مرحبا مبارکباد"
یہ نظمِ تازہ، یہ فکرِ جدید کیا کہنا

رحمتوں کا زمانہ

حمید اللہ اللہ وہ کیا تھا زمانہ — مدینے کو جب ہو رہے تھے روانہ

طبیعت میں اک جوش تھا بے نہایت — نظر کھوئی کھوئی، قدم والہانہ

وہی میرے دل میں بھی گونجا ہوا تھا — لبوں پر حُدی خواں کے تھا جو ترانہ

کبھی رُوح پرور ہواؤں کے جھونکے — کبھی ابرِ رحمت کا تھا شامیانہ

درختوں کے سائے میں بستر لگائے — دل آویز وہ زندگی بدویانہ

نہ بجلی کی دہشت، نہ صیاد کا ڈر — کھجوروں کے جھرمٹ میں تھا آشیانہ

اگر دو قدم بڑھ گیا کوئی محمل — مرے واسطے بن گیا تازیانہ

بڑے لطف سے منزلوں کا گزرنا — کسی کا وہ لطف و کرم غائبانہ

دکھا دے الٰہی مجھے پھر دکھا دے — زمانہ وہی رحمتوں کا زمانہ

دلوں کی تمنّا، امیدوں کا مرکز — شہنشاہِ کونین کا آستانہ

حرم میں نمازیں پڑھوں پے بہ پے میں — ادب سے دعائیں کروں مخلصانہ

حضورِ دلی سے کروں التجائیں — نظر کو جھکائے ہوئے عاجزانہ

تخیّل میں ہر وقت ہو ذاتِ اقدس — نگاہوں کا انداز ہو عارفانہ

کہوں پردۂ شعر میں حال دل کا
زباں پر رہے نغمۂ عاشقانہ

دیارِ حبیبؐ

نگاہِ شوق ہے، اور برملا دیارِ حبیبؐ
یہ ربط و ضبطِ محبت خوشا دیارِ حبیبؐ

بہت دنوں میں کیا ہے کرم غریبوں پر
بعافیت تو ہے بادِ صبا دیارِ حبیبؐ

اب اتنا ہوش کہاں ہے کسی طرف دیکھوں
نگاہ و دل پہ ہے چھایا ہوا دیارِ حبیبؐ

حریم کعبہ کی عظمت سے ہے کسے انکار
مگر ہے قبلۂ اہلِ وفا دیارِ حبیبؐ

یقیں ہے اہلِ شریعت بھی ہوش کھو بیٹھیں
مری نظر سے جو دیکھیں ذرا دیارِ حبیبؐ

وہاں پہونچ کے کہیں اور کوئی کیا جائے
کہ رشکِ خلد ہے نامِ خدا دیارِ حبیبؐ

کرم سے اپنے وہاں بھی خدا دکھادے گا
بہشت میں بھی جو یاد آئے گا دیارِ حبیبؐ

سکونِ قلب میسر نہ ہو سکے گا یہاں
چلو، چلے بھی چلیں منتہا[۱] دیارِ حبیبؐ

بحقِ عائشہ خاتونؓ و فاطمہ زہراؓ
"حمیرا[۲] بی" کو بھی یارب دکھا دیارِ حبیبؐ

غمِ فراق سے یہ حالِ دل ارے توبہ
(قطعہ) نظر کے سامنے جبتک رہا دیارِ حبیبؐ

نگاہِ یاس کی بپتا بیاں معاذ اللہ
پلٹ پلٹ کے میں دیکھا کیا دیارِ حبیبؐ

زفرطِ شوق سراپا جنونِ بیدارم
بیا بیا بہ کنارم، بیا دیارِ حبیبؐ

حمیدؔ صبر کرو، اسقدر نہ گھبراؤ
خدا نے چاہا، تو پھر دیکھنا دیارِ حبیبؐ

---

۱ مخلص مجتباں منتہا خاں صاحب۔۱۲ ۲ میری لختِ جگر حمیرا خاتون سلمہا۔۱۲ حمید

دلکش نظّارے

ادھر جیبِ و دامن دریدہ دریدہ
اُدھر رُخ کی رنگت پریدہ پریدہ

یہ ہونٹوں پہ خشکی، یہ آنکھوں میں آنسو
حمیدؔ آج کیوں ہو کبیدہ کبیدہ

مرے چشم و دل پھر انھیں ڈھونڈتے ہیں
کہ جو لذّتیں ہیں چشیدہ چشیدہ

فضائے تخیّل میں گونجے ہوئے سے
وہ نغماتِ رنگیں شنیدہ شنیدہ

نسیمِ سحر کے قدم بہکے بہکے
غزالانِ صحرا رمیدہ رمیدہ

وہ اطرافِ عالم کے بیتاب "زائر"
چلے آرہے تھے دویدہ دویدہ

وہ پائے طلب، وہ جنونِ محبّت
وہ خارِ مغیلاں خلیدہ خلیدہ

غبارِ رہِ شوق کا منھ پہ غازہ
وہ اشکِ مسرّت چکیدہ چکیدہ

دعا زیرِ لب، سرنگوں، دست بستہ
بہ ذوقِ حضوری تپیدہ تپیدہ

ریاضِ قبا کی وہ دلکش بہاریں
وہ گلہائے رنگیں دمیدہ دمیدہ

وہ خوش رنگ پتّوں میں جنبش ہوا سے
وہ سرسبز شاخیں خمیدہ خمیدہ

وہ شادابیٔ سبزہ کھجوروں کے جھرمٹ
نہالانِ گلشن کشیدہ کشیدہ

وہ دلچسپ عالم، وہ پُرکیف منظر
کہ چشمِ فلک ہم نہ دیدہ دیدہ

حمیدؔ غزلخواں چہ خوش گفت ہاتف
بایں نغمگی ہم قصیدہ قصیدہ

مرحبا، مرحبا

حبّذا، حبّذا، نسیمِ شمال
مرحبا، مرحبا، تعال تعال

یاد آ ہی گیا تجھے آخر
ایک ہجراں زدہ شکستہ حال

تیرے آنے سے آئی جان میں جان
شدّتِ غم سے جی بہت تھا نڈھال

یادِ ایّامِ دلفروز، کہ جب
دولتِ دید سے تھے مالا مال

اب بھی آتی ہے کیا نسیمِ حرم؟
"ذوالحلیفہ" میں بہرِ استقبال

ساکنانِ مدینہ کیسے ہیں؟
خادمانِ حرم کا ہے کیا حال

ہم جوارِ درِ حبیبِ خدا
خوبرو، خوشجمال، نیک خصال

اُن کے عزّ و شرف کا کیا کہنا
دولتِ قرب سے ہیں مالا مال

کتنے اچھے ہیں سائلانِ حرم
حُسن و خوبی میں آپ اپنی مثال

تنگدستی کے باوجود کبھی
نہیں کرتے دراز دستِ سوال

نذر کر لیتے ہیں قبول، مگر
خواہ اک "قرش" ہو کہ ایک "ریال"

ہو گئے جو گدائے کوئے حبیب
ہیں وہی خوش نصیب و خوش اقبال

پاک باطن غریب "تکرونی"[1]
جن میں ہوتے ہیں بعض صاحبِ حال

دیکھ کر جن کو یاد آتے ہیں
سیّد العاشقین بلال رض بلال رض

---

[1] تکرونی (حبشی نما) مسجدِ نبوی کے ایک گوشے میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ۱۲

صبح کے وقت کیا نماز کے بعد / اب بھی پڑھتے ہیں "سورۂ انفال"

قابلِ رشک ہے وہ خوش قسمت / جس کو حاصل ہو حاضری ہر سال

اللہ اللہ تھے کبھی ہم بھی / محوِ نظّارۂ حریمِ جمال

عیدِ نظّارہ تھا نظر کے لئے / قُبّۂ نور کے کلس کا ہلال

درِ اقدس کی جالیوں کی طرف / دیکھ لے آنکھ بھر کے کس کی مجال

آج ہیں وقفِ انتظار آنکھیں / آج گویا نظر نظر ہے سوال

شوقِ دیدار میں ہیں محوِ سکوت / جرأتِ عرضِ حال بھی ہے محال

اپنے ہاتھوں ہوئے ہیں خود برباد / اپنے قدموں سے خود ہوئے پامال

حالِ دل جس نے کر دیا ابتر / ہے وہ خود اپنی شامتِ اعمال

کب نظر آئے گا وہ نورِ سحر / جائیگی کب یہ شامِ رنج و ملال

یاد آتی ہے صبح و شامِ حرم / پڑھتے ہیں بالغدوِّ والآصال

آجتک ہیں نگاہ و دل پہ محیط / جلوہ ہائے دیارِ حسن و جمال

عینِ بیداری و حقیقت کو / کیسے سمجھیں ہم آہ خواب و خیال

یہ بھی انکے کرم کا صدقہ ہے / عالمِ ہجر بھی ہے عینِ وصال

تو رہے برقرار دردِ حبیب / شادم از سوزِ ہجر در ہمہ حال

برق سی دل پہ گر گئی ہے حمید
جب مدینے کا آگیا ہے خیال

صلّی اللہ علیہ وسلّم

سبحان اللہ روضۂ اطہر صلّی اللہ علیہ وسلّم
اللہ اکبر، اللہ اکبر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

وہ شبِ ماہ کا دلکش منظر صلّی اللہ علیہ وسلّم
پھیلی ہوئی اِک نور کی چادر صلّی اللہ علیہ وسلّم

باغِ حریمِ پاک سے ہو کر نکہتِ گُل کی اوڑھے چادر
بادِ صبا آئی ہے معطّر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل سے مدینہ یاد کیے جا، رُوح کو اپنی شاد کیے جا
کوئی نہیں فکر اس سے بہتر صلّی اللہ علیہ وسلّم

گنبدِ خضرا اور منارے صدقے جن پر چاند ستارے
دیکھیے جس کو نور کا پیکر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

گنبدِ خضرا کا نظّارہ، نور کا جیسے اِک فوّارہ
دیکھتے رہیے جس کو برابر صلّی اللہ علیہ وسلّم

"اُستُنِ حنّانہ"[1] اس جانب چشم و نظر کا مرکز و محور
اور اُدھر محرابِ پیمبر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

خُلد کا اِک گلدستہ کہیے، ہر لحظہ بس دیکھتے رہیے
اللہ اللہ جلوۂ منبر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

دیکھ رہی ہے نور کے ساماں، پاسِ ادب سے حیراں حیراں
جا کے نظر جالی کے اندر صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل میں دھڑکن آنکھیں ہیں تر، قالَ اللہ تعالیٰ لب پر
اِنّا اَعطَینٰکَ الکوثر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل میں حمید کے جو ہے جلوہ، پرتو ہے گنبد کے کلس کا
جس سے منوّر ہیں مہ و اختر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

---

[1] یعنی "ستونِ حنّانہ" جس نے منبر کی تیاری کے بعد حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جدا ہونے پر گریہ و بکا کیا تھا۔ ۱۲

نُورٌ علیٰ نُور

صُبحِ حرم، یا جلوۂ طور — اللہ اللہ، نور ہی نور

ہر جلوہ فردوسِ نظر — ہر شے نور سے ہے معمور

چپّہ چپّہ رشکِ ارم — ذرّہ ذرّہ بُقعۂ نور

گوشہ گوشہ طیبہ کا — جانِ تجلّی، نازشِ طور

حُجرۂ انور، صلِّ علیٰ — شرحِ جمالِ سُورۂ نور

رحمت رحمت ارضِ بقیع — جنّت جنّت، اہلِ قبُور

کیوں نہ رہیں جیرانِ رسُولؐ — قُرب کی دولت سے مسرور

جن کی اِک اِک موجِ نظر — ساغرِ کوثر، جامِ طہور

دیدۂ باطن جلوہ نگر — دیدۂ ظاہر بیں مخمور

سب ہیں انھیں زُلفوں کے اسیر — کوئی قریب، اور کوئی دُور

اہلِ حرم سے ہے اُمّید — یاد کریں گے مجھ کو ضرور

کہہ نہیں سکتے دیدۂ نم
راز جو دل میں ہیں مستور

دردِ فراق کی حد معلوم
شیشۂ دل ہے غم سے چور

دل بھر آتا ہے جس دم
آنکھیں رونے پر مجبور

(قطعہ)

بادِ صبا! ہاں بادِ صبا
عرض یہ کرنا اُن کے حضور

دردِ محبت سے بیتاب
سوزِ جدائی سے رنجور

حیرت و حسرت کا مارا
ایک شکستہ دل مہجور

رو رو کر یہ کہتا ہے
خُذ بِیَدِی یا نُورَ النُّور

تا کے آخر دورِ فراق
کب ہوگی یہ دوری دور

ایک نظر کا مارا ہوں
ایک نظر پھر میرے حضور

اُن کے در پر مجھ کو حمیدؔ
مرنا جینا سب منظور

حاصلِ دل

اگر معنیِ دل سمجھتے رہیں گے
مدینے کو منزل سمجھتے رہیں گے

سلامت رہے ذوق و شوقِ زیارت
محبت کا حاصل سمجھتے رہیں گے

نسیمِ سحر تیرے احساں بہت ہیں
تجھے محرمِ دل سمجھتے رہیں گے

جو ہیں رازدارِ جمالِ تلاطم
وہ موجوں کو ساحل سمجھتے رہیں گے

نظر تھرتھرائے، قدم ڈگمگائیں
یہ عنوانِ منزل سمجھتے رہیں گے

یہ دیوانے تیرے خدا جانے کب تک
بگولوں کو محمل سمجھتے رہیں گے

نظر شمعِ محفل پہ جنکی نہیں ہے
وہ آدابِ محفل سمجھتے رہیں گے

نہ پہونچیں گے جب تک دیارِ نبی میں
بہت دور منزل سمجھتے رہیں گے

توقع ہے ذاتِ گرامی سے ہم کو
حضوری کے قابل سمجھتے رہیں گے

ہم ایسوں کو بھی تاجدارِ مدینہ
غلاموں میں شامل سمجھتے رہیں گے

خُلدِ نظر

دربارِ نبیؐ کے جلوؤں کی وہ بارشِ پیہم کیا کہیے

وہ صُبح کا منظر کیا کہیے، وہ شام کا عالم کیا کہیے

وہ جنّتِ رُوح و خُلدِ نظر، وہ سوز و گدازِ قلب و جگر

وہ روضۂ اطہر صلِّ علیٰ، وہ نورِ مجسّم کیا کہیے

وہ لذّتِ غم سینہ میں نہاں، وہ اشکِ طرب آنکھوں سے رواں

وہ درد و نشاطِ تشنہ لبی، وہ رشحۂ زمزم کیا کہیے

جسوقت تصوّر کرتا ہوں، اِک نیند سی آنے لگتی ہے

اے صلِّ علیٰ، آرامگہِ سرکارِ دوعالم کیا کہیے

وہ راز و نیاز کی یکسوئی، وہ دل کی حضوری کا عالم

وہ جوشِ تلاوت پچھلے پہر، وہ سورۂ مریمؑ کیا کہیے

اِک کیفِ مُسلسل حاصل ہے اِک نسبتِ خاص کے صدقے میں

دُنیائے محبّت نازاں ہے، لُطفِ خلشِ غم کیا کہیئے

ہر عیش و طرب کی محفل میں، دل ہے کہ اُمنڈنے لگتا ہے

کیا جانیئے کیوں از خود آنکھیں ہو جاتی ہیں پُرنم کیا کہیئے

وہ وقتِ سحر پھولوں کی مہک، شاخوں کی لچک، سبزے کی لہک

گلزارِ قُبا کے دامن پر، کیفیّتِ شبنم کیا کہیئے

میدانِ اُحد کی صُبحِ طرب، پھرتی ہے ابھی تک آنکھوں میں

اُس کیف و سُرور کے عالم میں، جیسے تھے ہمیں ہم کیا کہیئے

قُربان حمیدِ خستہ جگر، کیا چاہیئے اور اس سے بڑھ کر

ہے دل پہ مرے کیا کیا کرمِ سرکارِ دو عالم کیا کہیئے

برقِ تجلّی

تصوّر میں کون آگیا اللہ اللہ
مرا دل دھڑکنے لگا اللہ اللہ

کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے مجھ کو
مدینہ ہے جلوہ نما اللہ اللہ

جہاں جبرئیلِ امیںؑ پر شکستہ
وہاں میری طبعِ رسا اللہ اللہ

یہ کس کیف میں آج میں ہوں کہ لب پر
محمدؐ محمدؐ ہے، یا اللہ اللہ

نہ تھمتے ہیں آنسو، نہ رکتی ہیں آہیں
یہ کیا آج یاد آگیا اللہ اللہ

نہیں اب تو کچھ ہوش اس کا بھی مجھ کو
کہ یہ دل کی دھڑکن ہے یا اللہ اللہ

مری چشمِ پُر شوق میں جلوہ گر ہے
مدینے کی اک اک ادا اللہ اللہ

تصوّر میں ہے آج عہدِ رسالتؐ
نظر آ رہا ہے، یہ کیا اللہ اللہ

وہ مہرِ نبوّت کی پُر نور کرنیں
ہر اک سمت جلوہ نما اللہ اللہ

نسیمِ کرم کے وہ پُر کیف جھونکے
دریچے وہ جنّت کے وا اللہ اللہ

وہ تاروں بھری رات، وہ عالمِ ہُو
وہ یا ربّنا کی صدا اللہ اللہ

وہ تنویرِ والنجم کی ضو فشانی
وہ پچھلا پہر رات کا اللہ اللہ

نظر در پہ اور کان آہٹ پہ ہر دم
وہ سب کا اُدھر دیکھنا اللہ اللہ

تجلّیِ باری کی وہ نور باری
وہ گلبانگ صلِّ علیٰ اللہ اللہ

وہ حجرے سے حضرتؐ کا تشریف لانا
لبوں پر وہ بیساختہ اللہ اللہ

اَذاں میں وہ دلسوز لحنِ بلالیؓ — وہ تکبیر کا گونجنا اللہ اللہ

صحابہؓ کی انجم نما وہ جماعت — مُقابل شہِ دوسرا اللہ اللہ

اِدھر افضلُ الخلق صدّیقِ اکبرؓ — حبیبِ حبیبِ خدا اللہ اللہ

اُدھر جانِ اسلام فاروقِ اعظمؓ — نبوّت کے راز آشنا اللہ اللہ

وہ عُثمانِ عفّانؓ بحرِ سخاوت — مُجسّم وہ حلم و حیا اللہ اللہ

شہیدِ خلافت علیؓ شیرِ یزداں — وہ تاجِ سرِ اولیا اللہ اللہ

نمازوں میں پیشِ نظر رُوحِ کعبہ — وُہی نورِ ربُّ العُلا اللہ اللہ

اِدھر سُورۂ وَالضّحٰی کی تلاوت — اُدھر جلوۂ وَالضّحٰی اللہ اللہ

وہ ہر ایک کا اَلتّحیّات پڑھنا — نظر بر حبیبِ خدا اللہ اللہ

شہنشاہِ کونینؐ کے وہ فدائی — عبادت تھی جنکی غذا اللہ اللہ

اُنھیں ہر عبادت سے محبوب تر تھا — فقط آپؐ کو دیکھنا اللہ اللہ

وہ اَصحابِ صُفّہ کی پُر شوق نظریں — وہ دیدارِ بدرُالدّجیٰ اللہ اللہ

اِدھر یا حبیبی اَغِثنی زباں پر — اُدھر سے وہ لُطف و عطا اللہ اللہ

صبا کی، نہ پیغامبر کی ضرورت — وہ اظہارِ غم برملا اللہ اللہ

وہ ہر سمت ضو پاش برقِ تجلّی — وہ لمعاتِ شمس الضّحیٰ اللہ اللہ

حمیدؔ آج کس دُھن میں تو ہے غزلخواں
یہ لے مرحبا مرحبا اللہ اللہ

حسنِ تمنا

مدت ہوئی گلزارِ مدینہ نہیں دیکھا
پھولوں سے بھرا دامنِ صحرا نہیں دیکھا

یوں تو نگہِ شوق نے کیا کیا نہیں دیکھا
دیکھا تھا کبھی جس کو وہ جلوا نہیں دیکھا

مشتاق نگاہوں کو ہے جس گل کا تجسس
تو نے تو کہیں نرگسِ شہلا نہیں دیکھا

جو راہبرِ منزلِ مقصود ہوا اے دل
مدت سے فلک پر وہ ستارا نہیں دیکھا

اے چاندنی دیکھا تھا جو طیبہ کے سفر میں
وہ شب کے اندھیرے میں اجالا نہیں دیکھا

رشک آتا ہے واللہ مہ و مہر پہ مجھ کو
جب سے تجھے اے گنبدِ خضرا نہیں دیکھا

نمناک نگاہوں نے مدینے کے چمن میں
رحمت کی گھٹاؤں کا برسنا نہیں دیکھا

پھر بیٹھ کے اٹھنے کو نہ جی چاہے جہاں سے
اغوات[1] کے رہنے کا وہ گوشہ نہیں دیکھا

آتے تھے جہاں رشد و ہدایات کے پیغام
وہ مہبطِ[2] جبریلؑ، وہ صفہ نہیں دیکھا

یاد آئے نہ کیوں آخرِ شب نور کا عالم
وہ خاص تہجد کا مصلّا[3] نہیں دیکھا

۱؎ آغا ترکی لفظ ہے جسکی جمع ہے اغوات۔ حرم نبوی کے خدام۔ حجرۂ مقصوہ کی پشت پر جانب شمال، باب جبرئیلؑ و باب النساء کے درمیان ایک چبوترہ (دکۃ الاغوات) پر بیٹھے رہتے ہیں، اصحابِ صفہؓ کا بھی یہی صفہ (چبوترہ) تھا۔

۲؎ وہ مقام جہاں حضرت جبرئیلؑ اکثر وحی لیکر نازل ہوا کرتے تھے۔۱۲

۳؎ یہ مصلّا مقصوہ شریفہ کی پشت کی جانب ہے (یعنی شمالی دیوار میں) یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نمازیں ادا فرمائی ہیں۔۱۲

وہ رُوح فزا خُلد کی کیاری نہیں دیکھی   محراب کا وہ جلوۂ زیبا نہیں دیکھا
رہتی ہے جہاں بارشِ انوار برابر   وہ حضرتِ صدّیقؓ کا خوخا نہیں دیکھا
وہ حضرتِ فاروقؓ کی مسجد نہیں دیکھی   وہ حضرتِ عثمانؓ کا روضہ نہیں دیکھا
کچھ ڈھونڈ رہی ہیں مری بیتاب نگاہیں   وہ بیرِ علیؓ بارِ الٰہا نہیں دیکھا
پُرنور فضاؤں میں گلستانِ قُبا کی   بیتِ شرفِ فاطمہ زہراؓ نہیں دیکھا
ہنگامِ سحر گنبدِ خضرا کے کلس پر   خورشید کی کرنوں کا مچلنا نہیں دیکھا
وہ جلوہ گہِ خاصِ شہنشاہِ دوعالمؐ   وہ عائشہ صدیقہؓ کا حجرا نہیں دیکھا
وہ نور کی کثرت کہ ٹھہرتی نہیں نظریں   ہمنے انھیں آنکھوں سے مگر کیا نہیں دیکھا
دل ڈھونڈ رہا ہے اُسی اندازِ کرم کو   جُنباں حرمِ قدس کا پردا نہیں دیکھا
جو یہ نہ سمجھتا ہو، مجھے دیکھ رہے ہیں   ایسا تو کوئی دیکھنے والا نہیں دیکھا
جلوے سے یکایک جو نگاہیں مری جھپکیں   بہتا ہوا پھر نور کا دریا نہیں دیکھا
کہنے کو کیا، حُسنِ تصوّر نے بڑا کام   دیکھا تو ہے لیکن اُنھیں گویا نہیں دیکھا
ہر نقش جو دل پر ہے وُہی نقش ہے اوّل   ہمنے کسی جلوے کو دوبارا نہیں دیکھا

کیا اس سے زیادہ ہو حمیدؔ اُنکی نوازش
خالی کبھی آغوشِ تمنّا نہیں دیکھا

آؤ مدینے چلیں

چھوڑ کے ہندوستاں آؤ مدینے چلیں ۔۔۔ دل نہیں لگتا یہاں آؤ مدینے چلیں

اہلِ نظر کے لئے، صاحبِ دل کے لئے ۔۔۔ ہے وُہی دارالاماں آؤ مدینے چلیں

کہنے کی حاجت نہیں، کوئی ضرورت نہیں ۔۔۔ اُنپہ ہے سب کچھ عیاں آؤ مدینے چلیں

کس سے بیاں کیجئے، کس کو دُعا دیجئے ۔۔۔ لیکے یہ دردِ نہاں آؤ مدینے چلیں

چین تو سب چھین کر لیگئی یادِ حبیبؐ ۔۔۔ چین یہاں اب کہاں آؤ مدینے چلیں

مائلِ پرواز ہوں، گوش بر آواز ہوں ۔۔۔ کوئی کہے ناگہاں آؤ مدینے چلیں

عُمر کا حاصل ہے بس خاکِ درِ مصطفےٰؐ ۔۔۔ عُمر نہ ہو رائگاں آؤ مدینے چلیں

مرکزِ صد جُستجو، حاصلِ ہر آرزو ۔۔۔ یعنی ہے سب کچھ وہاں آؤ مدینے چلیں

فکر سی دن رات ہے، سچ کہو کیا بات ہے ۔۔۔ چلتے ہو "مُنّے میاں"[۱] آؤ مدینے چلیں

آؤ مدینے چلیں، ہونگی غزلخوانیاں ۔۔۔ ہونگی غزلخوانیاں آؤ مدینے چلیں

دل میں ہے برپا حمیدؔ شورشِ ھل من مزید

کہتی ہیں بیتابیاں آؤ مدینے چلیں

۱؎ رفیق العرفات مُحبّی و مخلصی حاجی حافظ قاری احمد علی خاں صاحب۔ ۱۲ حمید

ابرِ بہاری کے دن

مدینے میں ابرِ بہاری کے دن ہیں — یہی میکشو میگساری کے دن ہیں

سُنا ہے کہ جو اشکباری کے دن ہیں — وُہی عشق کی آبیاری کے دن ہیں

یہی جو بہت بیقراری کے دن ہیں — یہی عشق کی پردہ داری کے دن ہیں

گزرتے ہیں جو دن حضوری میں اُنکی — وُہی دن بہت ہوشیاری کے دن ہیں

درود و سلام اُنپہ ہر وقت پڑھئے — عطایائے محبوبِ باری کے دن ہیں

مُبارک تمھیں تیرہ بختانِ فُرقت — سُنا ہے وہاں نور باری کے دن ہیں

چلو عاصیو بابِ رحمت کھُلا ہے — خطاؤں کی آمرزگاری کے دن ہیں

وُہی جوشِ لُطف و کرم کا زمانہ — وُہی شوقِ طاعت گذاری کے دن ہیں

مُبارک تمھیں رہروانِ مدینہ — ہمارے لئے شرمساری کے دن ہیں

انھیں میں مزہ ہے تڑپنے کا اے دل — یہی ہاں یہی آہ و زاری کے دن ہیں

نہ خلوت میں تسکیں، نہ جلوت میں راحت — عجب طرح کی بیقراری کے دن ہیں

مری ناتوانی نگاہوں میں رکھنا — یہی راہبر غمگساری کے دن ہیں

نسیمِ سحر کوئی جھونکا ادھر بھی — یہی دن تو اُمیدواری کے دن ہیں

بہت لکھ چکے داستانِ محبت
حمید اب تو مدحت نگاری کے دن ہیں

پیشِ نظر حریمِ رسالت ہے آجکل — دُنیائے دل خیال کی جنّت ہے آجکل

چھایا ہوا ہے دل پہ عجب کیفِ بیخودی — وہ غائبانہ لُطف و عنایت ہے آجکل

اندازۂ سُرورِ محبّت محال ہے — سرشار دل کسی کی بدولت ہے آجکل

للہ آبگینۂ دل کو نہ چھیڑیے — لبریز سوز و سازِ محبّت ہے آجکل

عالم تمام مطلعِ انوار بن گیا — اتنی تجلّیات کی کثرت ہے آجکل

دیدِ حرم کی جیسے مدینے میں عید ہو — کعبے میں بھی وہ جشنِ مسرّت ہے آجکل

زمزم کے گرد تشنہ لبوں کا ہے اژدحام — رندوں پہ خاص بارشِ رحمت ہے آجکل

پھر اہتمامِ خاص سے بیت الحرام میں — صف بستہ حاجیوں کی جماعت ہے آجکل

پھر میرے جذبِ شوق نے پہونچا دیا مجھے — پھر ملتزم شریف سے قربت ہے آجکل

پھر استلام[1] رُکنِ یمانی[2] کے ذوق میں | بیتابیِ طواف و زیارت ہے آجکل

دل کھنچ رہا ہے دیکھ کے آغوشِ شوق سے | ایسی حطیمِ پاک میں نُزہت ہے آجکل

رونق ہی اور ہے جبلِ بُوقُبیس کی | آئینہ دارِ جلوۂ رحمت ہے آجکل

کیا کیا صفا و مروہ پہ جوش و خروش ہے | اہلِ جنوں کی اَوج پہ قسمت ہے آجکل

پیشِ نگاہِ شوق مناظر منا کے ہیں | دل بے نیازِ خلوت و جلوت ہے آجکل

غارِ حرا وہ خلوتِ رازو نیازِ شوق | صد جلوہ گاہِ نور و لطافت ہے آجکل

ہٹتی نہیں نگاہ جدھر پڑ گئی حمید
ہر شے میں ایک حُسن ہے، ندرت ہے آجکل

---

[1] استلام = جب حجرِ اسود کی نسبت مُستعمل ہوتا ہے تو اُس کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے، اور جب رُکنِ یمانی کی نسبت بولا جاتا ہے تو صرف اُس کا چھو لینا مُراد ہوتا ہے۔ ۱۲

[2] رُکنِ یمانی = ایک پتھر ہے جو کعبۂ مکرمہ کے ایک گوشے میں بجانبِ یمن گڑا ہوا ہے۔ ۱۲

عیدِ میلادالنبیؐ

نسیمِ صُبحِ صادق ہے پیامی
مُبارک مُژدہ ہائے شادکامی

جب آئی صحنِ گلزارِ حرم میں
چٹک کر ہر کلی نے دی سلامی

نُزولِ رحمتِ حق ہو رہا ہے
زمانے سے گئی آوارہ گامی

یہ آمد آمد اُس محبوبؐ کی ہے
کہ نورِ جاں ہی جس کا نامِ نامیؐ

وُہی مہرِ مُنیرِ قابَ قوسین
وُہی شمسُ الضحٰیؐ ماہِ تمامیؐ

جہاں والوں کی قسمت جگمگائی
جہاں افروز ہے نورِ گرامی

خوشی میں "عیدِ میلادالنبیؐ" کی
یہ اہلِ شوق کی خوش انتظامی

کھڑے ہیں با ادب صف بستہ قُدسی
حضورِ سرورِ ذاتِ گرامیؐ

کہا بڑھ کر یہ جبریلِ امیںؑ نے
"بشوقت جاں بلب آمد تمامی"

حمیدِ دل شکستہ بھی ہے حاضر
بصد شوق و باندازِ غُلامی

جانِ رحمت

جانِ رحمت، جہانِ رحمت ہے
شانِ محبوبؐ، شانِ رحمت ہے

جب سے آئے زمیں پہ اُنکے قدم
خلق، زیرِ امانِ رحمت ہے

ہر نظر اُن کی عاطفت گستر
اُنکی ہر شان، شانِ رحمت ہے

موردِ رحمتِ خدا ہے وہ بزم
جس میں اُن کا بیانِ رحمت ہے

جس جگہ آپؐ کا ہو نقشِ قدم
وہ زمیں، آسمانِ رحمت ہے

خلد کیا ہو، نبیؐ کے صدقے میں
عاصیوں کا مکانِ رحمت ہے

حشر میں منھ گناہگاروں کا
وجہِ اظہارِ شانِ رحمت ہے

جس کی مرضی، خدا کی مرضی ہو
اپنا آقاؐ، وہ جانِ رحمت ہے

نقشِ پائے حضورؐ، صلِّ علیٰ
رُوکشِ صد نشانِ رحمت ہے

ذرّہ ذرّہ زمینِ طیبہ کا
نیّرِ آسمانِ رحمت ہے

اللہ اللہ! وہ گنبدِ خضرا
ہو بہو، سائبانِ رحمت ہے

ایک ہو تو کہے حمیدؔ کوئی
اُنکی ہر بات، شانِ رحمت ہے

یادِ ایّام

چمنِ طیبہ کی جب سیر کیا کرتے تھے
کیا کہیں کون سے عالم میں رہا کرتے تھے

ترجمانِ دلِ بیتاب ہوا کرتے تھے
خود بخود آنکھ سے آنسو جو بہا کرتے تھے

ہائے وہ دل کی اُمنگیں، وہ سُرورِ تازہ
جب کبھی سیرِ گُلستانِ قُبا کرتے تھے

"مرحبا! اہلاً و سہلاً" مدنی کرکے خطاب
کس محبت سے بصد لُطف بُلا کرتے تھے

چلتے چلتے کہیں رُکنا، کہیں آگے بڑھنا
ساتھ والے ہمیں آواز دیا کرتے تھے

آگے بڑھتے تھے تو بڑھتے ہی چلے جاتے تھے
بیٹھ جاتے تھے تو مُشکل سے اُٹھا کرتے تھے

دیکھنے والے خُدا جانے سمجھتے کیا تھے
ہم جو مدہوش سے گلیوں میں پھرا کرتے تھے

"لِی حبیبٌ عربیٌ مدنیٌ قرشیٌ"
عالمِ شوق میں ہر وقت پڑھا کرتے تھے

ماہ و انجم کی طرح رات کے سنّاٹے میں
قُبۂ نور کا نظّارہ کیا کرتے تھے

نیند سے بند ہوئی جاتی ہوں آنکھیں جیسے
حرمِ پاک کے در بند ہوا کرتے تھے

جیسے کانوں میں سمائی ہو تہجّد کی اذاں
یک بیک نیند سے ہم چونک اُٹھا کرتے تھے

آکے دیتے تھے خبر سرد ہوا کے جھونکے
شب کو دروازے حرم کے جو کھُلا کرتے تھے

سر جھکائے ہوئے با دیدۂ نم، دردِ بدل
حاضرِ بارگہِ قدس ہوا کرتے تھے

شوقِ دیدار میں وہ کیفِ حضوری توبہ
لڑکھڑائے سے قدم اپنے پڑا کرتے تھے

جالیوں کیطرف اُٹھتی نہ ادب سے جو نگاہ
گوشۂ چشم سے ہم دیکھ لیا کرتے تھے

ہمہ تن دل اسی جانب متوجہ ہوتا
جب اشارہ سے کوئی بات بہا[1] کرتے تھے

دل کو تھی نقشِ کفِ پائے مبارک کی تلاش
جا بجا شوق میں ہم سجدے کیا کرتے تھے

اُنپہ حسرت سے ستاروں کی نظر پڑتی تھی
وہ جو دامن پہ مرے اشک گرا کرتے تھے

دیکھ لیتے تھے جنازہ جو حرم میں کوئی
دل سے بیساختہ مرنے کی دعا کرتے تھے

رشک سے دیکھتے تھے ہم وہ کبوتر پیہم
گرد جو گنبدِ خضرا کے پھرا کرتے تھے

آبِ کوثر کی تمنا جو ہوا کرتی تھی
درِ ساقی کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے

محو رہتا تھا کوئی بے خبر ہوش مگر
دونوں عالم بھی نگاہوں میں پھرا کرتے تھے

اللہ اللہ کہ ہم خلوت و جلوت میں حمیدؔ
سو طرح ایک ہی نغمے کو سنا کرتے تھے

---

[1] حبیبی و سیدی شیخ بہاء الدین صاحب خاشقجی معلم مدینۂ منورہ جن کو ہم فرطِ محبت میں "بہا یا بہا" کہکر مخاطب کیا کرتے تھے۔ ۱۲ حمید

اوّل، اوّل

وہ دیدارِ ارضِ حجاز اوّل اوّل
وہ جوشِ جنونِ نیاز اوّل اوّل

وہ نظارۂ بے نظر پہلے پہلے
وہ اک منظرِ جاں نواز اوّل اوّل

وہ عالم، عجب بیخودی کا تھا عالم
ہوئے تھے جو ہم سرفراز اوّل اوّل

وہ ارضِ مقدّس کی سادہ فضائیں
حرم میں وہ کیفِ نماز اوّل اوّل

وہ کیفیتِ اضطرابِ حضوری
وہ ذوقِ جبینِ نیاز اوّل اوّل

وُہی بن گیا دردِ دل آخر آخر
بظاہر جو تھا سوز ساز اوّل اوّل

غم و کیف کا امتزاج اللہ اللہ
دل و درد کا ساز باز اوّل اوّل

کلامِ حق آموز بے لفظ و معنی
پیامِ محبّت نواز اوّل اوّل

ابھی تشنۂ دید ہی تھیں نگاہیں
کہ دل پر گری برقِ ناز اوّل اوّل

جمالِ مجرّد، بہ رنگِ تماشا
حقیقت، بشکلِ مجاز اوّل اوّل

وہ اک جلوۂ بے جہت آخر آخر
وہ اک پردۂ نیم باز اوّل اوّل

دھڑکتے ہوئے دل کے خونبار آنسو
وہ آنکھوں سے افشائے راز اوّل اوّل

حضورِ شہنشاہِ کونین ادب سے
وہ عرضِ سلامِ نیاز اوّل اوّل

اُدھر التفاتِ کرم کی بشارت
اِدھر گریۂ جانگداز اوّل اوّل

حمید آہ وہ رقصِ رُوحِ محبّت
وہ ہر سانس نغمہ طراز اوّل اوّل

بیچارگی

اشکِ غم یوں ڈبڈبا کر رہ گئے
جیسے تارے جھلملا کر رہ گئے

جانے والے تو یہ کہنے چل دیے
ایک ہم آنسو بہا کر رہ گئے

اضطرابِ شوق میں بے ربط سے
چند فقرے لب تک آ کر رہ گئے

دل بھر آیا، آنکھ پُر نم ہو گئی
اُف نہ کی، لب تھرتھرا کر رہ گئے

دل پہ رکھا ہاتھ، ٹھنڈی سانس لی
کچھ نگاہوں سے بتا کر رہ گئے

گنبدِ خضرا کا جب آیا خیال
دل کے گوشے جگمگا کر رہ گئے

سنتے ہی ذکرِ گلستانِ قبا
زخمِ دل سب مسکرا کر رہ گئے

آ گئی جب یادِ محرابِ نبیؐ
ہم ادب سے سر جھکا کر رہ گئے

ہائے وہ جلوے جو اٹھتے ہی نظر
دیدہ و دل میں سما کر رہ گئے

اللہ اللہ اُن کی قسمت کا فروغ
جو درِ اقدس پہ جا کر رہ گئے

خیر تو ہے بات کیا ہے اے حمید
ایک ہی مصرع سنا کر رہ گئے

حُسنِ طَلَب

شمیمِ روضۂ خیر البشرؐ نہیں آئی
بہت دنوں سے نسیمِ سحر نہیں آئی

کھڑے ہیں بادہ کشانِ الست جام بدست
وہ خُم بدوش گھٹا جھوم کر نہیں آئی

خُدا ہی جانے کہاں کھو گیا ہے دل اپنا
کہ اک زمانہ سے کوئی خبر نہیں آئی

کوئی تو درد ہے جس کی نہیں مجھے بھی خبر
یہ بے سبب تو مری آنکھ بھر نہیں آئی

گزر گیا ہے زمانہ اسی تمنّا میں
ہنوز دعوتِ ذوقِ نظر نہیں آئی

نثارِ روحِ محبّت بھی جس کے آنے پر
وہی نویدِ محبّت اثر نہیں آئی

پھر اور کیا ہے جو رہ رہ کے دل دھڑکتا ہے
مری طلب کی بشارت اگر نہیں آئی

بہت سے مرحلے آئے، گزر گئے، لیکن
تلاش جس کی ہے وہ رہگذر نہیں آئی

ہوا ہے یوں بھی کہ ہنگامِ دید پہروں تک
گئی نگاہ، تو پھر لوٹ کر نہیں آئی

زہے مُشاہدۂ حُسنِ نسبتِ بے رنگ ۔۔۔ نظر تجلّیِ دیوار و در نہیں آئی

مزہ ہی روضۂ اقدس پہ کھل کے رونے کا ۔۔۔ تری بہار ابھی چشمِ تر نہیں آئی

ہمیں یقیں نہیں آتا کہ اے حرم والو ۔۔۔ ہماری یاد تمھیں بھول کر نہیں آئی

وہ کون سی ہے تجلّی دیارِ رحمت کی ۔۔۔ بیک نگاہ جو دل میں اُتر نہیں آئی

ہوئی تھی دُور مرے دل کی جس سے تاریکی ۔۔۔ وہ چاندنی در و دیوار پر نہیں آئی

قدم قدم پہ جہاں اضطراب بڑھتا ہی ۔۔۔ ابھی وہ منزلِ راہِ سفر نہیں آئی

جب آفتاب ہوا جا رہا تھا ہر ذرّہ ۔۔۔ وہ جگمگاتی ہوئی دوپہر نہیں آئی

نگاہ میں ہیں قبا کے لطیف نظّارے ۔۔۔ مگر وہ نکہتِ گُلہائے تر نہیں آئی

ہوئی تھی گنبدِ خضرا کے سائے میں جو نصیب ۔۔۔ پھر ایسی شام، پھر ایسی سحر نہیں آئی

مرے تصوّرِ صبحِ حرم کا کیا کہنا ۔۔۔ کہ آج نیند مجھے رات بھر نہیں آئی

نسیمِ صبح سے کچھ آس تھی، سو وہ بھی حمید
اُدھر گئی تو گئی، پھر اِدھر نہیں آئی

یادِ حرم

بہت آج اہلِ حرم یاد آئے
خود اُنکو بھی شاید کہ ہم یاد آئے

ستم یاد آئے، نہ غم یاد آئے
ہمیں تو کرم ہی کرم یاد آئے

یہ ترکِ تعلّق بھی ہے کیا تعلّق
وہ کچھ اور بھی دمبدم یاد آئے

جہاں کچھ ہوا دل کو احساسِ فُرقت
وہیں اُنکے لُطف و کرم یاد آئے

اِدھر چھڑ گیا خود بخود سازِ دل کا
اُدھر، طائرانِ حرم یاد آئے

گھنی چھاؤں والی ببولوں کے جھرمٹ
مُقیمانِ "اُمّ السَّلَم" یاد آئے

ہجومِ تجلّی کے پُر کیف منظر
بہت یاد آئے، تو کم یاد آئے

ملی یک بیک لذّتِ تشنہ کامی
مجھے ساقیانِ حرم یاد آئے

حرم کے وہ رہ رہ کے جنبش میں پردے
نسیمِ سحر کی قسم یاد آئے

کہاں کے گُل و لالہ و ماہ و انجم
وہی اُن کے نقشِ قدم یاد آئے

وہاں جا کے بادِ صبا کچھ نہ کہنا
ہماری اگر شامِ غم یاد آئے

سُنا ہے حمید آج اُس انجمن میں
بہت سبکو رہ رہ کے ہم یاد آئے

جلوۂ اُمید

اہلِ طیبہ جو کبھی خواب میں آجاتے ہیں
خلشِ حسرتِ دیدار بڑھا جاتے ہیں

منظرِ حسنِ جہانتاب دکھا جاتے ہیں
دل کے ہر گوشے کو پُرنور بنا جاتے ہیں

دعوتِ ذوقِ نظر دیکے بصد لطف و کرم
دل کی خوابیدہ اُمیدوں کو جگا جاتے ہیں

ڈال کر بیخودی شوق کے پردے دل پر
خود مجھے میری نگاہوں سے چھپا جاتے ہیں

چھیڑ کر سازِ تمنائے زیارت پیہم
دل کو اک دردِ مجسّم وہ بنا جاتے ہیں

جلوہ ہائے حرمِ پاک کا اللہ رے کرم
جب اُٹھاتا ہوں نظر سامنے آجاتے ہیں

آخرِ شب نگہِ شوق کو ماہ و انجم
سبز گنبد کی فضا، یاد دِلا جاتے ہیں

آکے طیبہ سے نسیمِ سحری کے جھونکے
دِل کے مرجھائے ہوئے پھول کھلا جاتے ہیں

اُٹھتے ہیں کعبہ کی جانب سے جو بادل پیہم
نگہِ لطف کی اُمّید دِلا جاتے ہیں

شبِ غم پچھلے پہر ڈوبتے تارے دل کو
مژدۂ جلوۂ دیدار سُنا جاتے ہیں

ابر میں برق کی چشمک کے نظارے اکثر
عالمِ جلوہ گہِ ناز دِکھا جاتے ہیں

آہ وہ سوز میں ڈوبے ہوئے نغماتِ اذاں
دھڑکنیں دل کی مرے اور بڑھا جاتے ہیں

یاد آآکے شب و روز، شب و روزِ حرم
دل کے جذبات میں طوفان اُٹھا جاتے ہیں

جالیاں روضۂ اقدس کی جو یاد آتی ہیں
دیدہ و دل پہ کچھ انوار سے چھا جاتے ہیں

یاد آتے ہیں حضوری کے وہ لمحے جو حمیدؔ
سچ تو یہ ہے غمِ کونین بھلا جاتے ہیں

راہِ شوق میں

یاد آ رہے ہیں یاد آنے والے
اب کوئی کیسے دِل کو سنبھالے

اے یادِ ماضی، اے فکرِ فردا
جتنا ترا جی چاہے ستالے

اے عمرِ رفتہ آخر کُجائی؟
دورِ حضوری واپس بُلالے

یاد آ رہے ہیں، اہلِ مدینہ
معصوم چہرے وہ بھولے بھالے

وہ دلبرانہ نازک خرامی
گردن جھکائے نظریں سنبھالے

اللہ اللہ اُن کا مقدّر
اللہ جن کو اپنا بنالے

اے رہ نوردِ کوئے مدینہ
ہم غمزدوں کی بھی کچھ دُعالے

اللہ تجھ پر، منزل بمنزل
لُطف و کرم کے برسائے جھالے

سوزِ جنوں کو، دردِ طلب کو
خضرِ رہِ شوق اپنا بنالے

ہر اَشک بَنجائے دَریائے رحمت احساسِ عصیاں اتنا بڑھا لے

کُھلنے نہ پائے رازِ محبّت تنہائیوں میں آنسو بہا لے

ان کے سِوا میں، کیا نذر کرتا قلب و نظر ہیں تیرے حوالے

میرے بھی غم کی رُوداد کہنا جب حالِ دِل تو اپنا سُنا لے

یہ عرض کرنا باچشمِ گریاں اے تاج والے، اپنا بنا لے

جَانم فِدایت ماہِ مدینہ آنکھوں کی ٹھنڈک، دِل کے اُجالے

رُحمے بحالم، رَحمے بجانم دل سے لبوں تک آئے ہیں نالے

رُوحی فِداک اے محبوبِ باری "اَلطَّابَخُولِیْ" فرمانیوالے

تجھ بِن ہے داتا، کون اَب کھوَیّا ندیا بھی گہری، نیّا بھی ہالے

اَرضِ بقیعِ پاک اَب خُدارا دامن میں اپنے مجھ کو چھپا لے

تا کے حمیدِ بیچارہ گردد

آزُردہ خاطِر، آشُفتہ حالے

ہم غریبوں کا بھی سُلطانِ غریباںؐ کو سلام

زائرو عرض کرو جب شہِ ذیشانؐ کو سلام
ہم غریبوں کا بھی سُلطانِ غریباںؐ کو سلام

پیش کرنا بکمالِ اَدب و شوقِ نیاز
قبلۂ اہلِ وفا، کعبۂ ایماںؐ کو سلام

یاد رکھنا حرمِ پاک کے جانے والو
اِس گنہگار کا بھی رحمتِ یزداںؐ کو سلام

بھول جانا نہ کہیں وقتِ تلاوت للّٰہ
مہبطِ روحِ امیں، حاملِ قُرآں کو سلام

خوابگاہِ شہِ کونینؐ پہ ہر لحظہ دُرود
سحر و شام، مرے حاصلِ ایماں کو سلام

گوشہ گوشہ پہ شبستانِ رسالتؐ کے دُرود
روضہ و منبر و محراب درخشاں کو سلام

قُبۂ نور پہ ہوتے ہیں جو قُرباں ہمہ شب
اُن ستاروں کو سلام، اُس مہِ تاباں کو سلام

جس سے ہوتی ہیں مری ہجر کی راتیں روشن
حرمِ قُدس کی اُس شمعِ شبستاں کو سلام

فرشِ بار رہتی ہی جو صحنِ حرم میں ہر سُو
اُس شبِ ماہ کو، اُس صبحِ درخشاں کو سلام

جس سے روشن ہوئے دل ہم سے سیہ کاروں کے
اُس درِ پاک کی قندیلِ فروزاں کو سلام

گنبدِ سبز کا ہر روز جو کرتی ہیں طواف — اُن شعاعوں کو، اور اُس مہرِ درخشاں کو سلام

روضۂ خلد میں جو محوِ عبادت ہونگے — اُنکے حُسنِ نظر و چہرۂ تاباں کو سلام

درِ اقدس پہ جو مصروفِ گہرباری ہو — نگہِ شوق کا اُس دیدۂ گریاں کو سلام

وہ جو احسانِ ندامت سے ہو طوفاں بکنار — ڈبڈبائی ہوئی اُس چشمِ پشیماں کو سلام

گُم جو ہو جلوۂ بے رنگ کے نظّارے میں — دلِ مشتاق کا اُس دیدۂ حیراں کو سلام

باصدِ اخلاص و باندازِ غلامی کہنا — حرمِ پاک کے ہر خادم و درباں کو سلام

دل کو دل چشمِ توجّہ سے بنایا جس نے — دل سے اُس راہبرِ منزلِ عرفاں کو سلام

جنکو حاصل ہے شرف آپؐ کی پابوسی کا — اُن گلی کوچوں کے ذرّاتِ درخشاں کو سلام

جو پھرا کرتے ہیں مستوں کی طرح گلیوں میں — اُن سگانِ بلدِ شاہِ رسولاںؐ کو سلام

نگہِ سرورِ کونینؐ پڑی ہے جس پر — اُس رہ و منزل و کہسار و بیاباں کو سلام

اِک نظر کوہِ اُحد پر مری خاطر بہلے — پھر اُسی وادیِ فردوس بداماں کو سلام

محوِ آرام ہیں جس خاک پہ اصحابِ اُحدؓ — ایک مہجور کا اُس گنجِ شہیداں کو سلام

کیف و مستی میں فراموش نہ ہوں اہلِ بقیع — جملہ اصحابِ شہنشاہِ رسولاںؐ کو سلام

جس میں ہر لحظہ مہکتی ہی نسیمِ رحمت
اُس گلستاں کو سلام، اہلِ گلستاں کو سلام

رنگ و نکہت پہ شمیمِ چمنِ خلد نثار
غنچہ و لالہ و گل، سنبل و ریحاں کو سلام

جس میں ہی خلد در آغوش قُبا کی مسجد
اُس خیاباں کو سلام، اُس چمنستاں کو سلام

سازِ دل گونج اُٹھا کیفِ نوا سنجی سے
چمنِ طیبہ کے مرغانِ خوش الحاں کو سلام

جنکے صدقے میں خلش ہوتی ہی ابتک دل میں
سنگریزوں کو، اور اُن خارِ مغیلاں کو سلام

جذبۂ شوق کے عالم میں ذرا یاد رہے
قافلے والوں کو، اور اُنکے حُدی خواں کو سلام

مست و سرشار نظر آئیں جو کچھ ناقہ سوار
اُنکے بکھرے ہوئے گیسوئے پریشاں کو سلام

جس جگہ کرتے ہیں حُجّاج پہونچکر منزل
اُن مقامات کو، اُن کوہ و بیاباں کو سلام

پا پیادہ جو ملے راہ میں دیوانۂ شوق
اُس غریب الوطن و بے سر ساماں کو سلام

غازۂ خاکِ رہِ شوق ہو جس کے رُخ پر
اُسکے ذوقِ طلب و رنگِ پریشاں کو سلام

نعت پڑھتا ہوا ملجائے جو کوئی ڈمنی
غائبانہ مرا اُس مست و غزلخواں کو سلام

رحمتِ حق سے میسّر ہوں وہ دن کاش حمیدؔ
خود کریں عرض شہنشاہِ رسولاںؐ کو سلام

شوقِ جبہ سائی

جانِ بیتاب پر بَن آئی ہے — خاکِ طیبہ تری دُہائی ہے

حسرتِ دید رنگ لائی ہے — رُوح آنکھوں میں کھنچکے آئی ہے

درِ اقدس کی جبہ سائی ہے — جذبۂ شوق کی بَن آئی ہے

حاصلِ زیست زندگی ہے وہی — جو مدینے میں جاکے پائی ہے

خاکِ طیبہ کے ذرّے ذرّے میں — ہائے کیا شانِ دلرُبائی ہے

عالَمِ نور ہی نظر آیا — جسطرف بھی نظر اُٹھائی ہے

اللہ اللہ وہ منظر، جس کی — جلوۂ ذات تک رسائی ہے

آجتک وہ فضائے نورانی — دیدہ و دل پہ میرے چھائی ہے

قُبۂ نور ہی کا صدقہ ہے — دل نے یہ روشنی. جو پائی ہے

کیوں نہ پُرسوز ہوں مرے نغمے — سازِ طیبہ سے لَے مِلائی ہے

شرم رکھ لے خدا، کہ دل نے مِرے　　محفلِ آرزو سجائی ہے

یادِ طیبہ نے جب کیا ہے کرم　　آنکھ بیساختہ بھر آئی ہے

عالَمِ رنج و یاس میں اکثر　　یہ صدا میرے دل سے آئی ہے

"سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِی"　　رحمتِ حق نوید لائی ہے

(قطعہ)

آستانِ نبیؐ پہ جب میں نے　　پئے سجدہ جبیں جھکائی ہے

جالیوں کے قریب جانے سے　　نگہِ شوق، تھرتھرائی ہے

یک بیک عالَمِ حضوری میں　　ایک ہیبت سی دل پہ چھائی ہے

پھر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہی　　کیسی تسکینِ قلب پائی ہے

سایۂ رحمتِ دو عالَمؐ میں　　کیا ہی پُرکیف نیند آئی ہے

مرحبا عشق! آفریں اے دل　　نسبتِ حُسن، رنگ لائی ہے

دل شکستہ حمیدؔ خلوت میں　　آج، محوِ غزل سرائی ہے

پھر مدینے بُلائینگے وہ حمیدؔ

اسقدر کیوں غمِ جُدائی ہے

جوارِ مدینہ

دکھادے الٰہی، دیارِ مدینہ　　بہت دن سے ہوں بیقرارِ مدینہ

بنائے دو عالم، دیارِ مدینہ　　حبیبؐ خدا، تاجدارِ مدینہ

محبت نمایاں نمایاں رہے گی　　بن اے دل تو آئینہ دارِ مدینہ

حُدی خواں نے عرفاں کے ساغر پلائے　　چلا جھومتا بادہ خوارِ مدینہ

یہاں آکے دل کس کا جانے کو چاہے　　کہ جنت ہے ہر رہگذارِ مدینہ

حیات آفریں، رُوح پرور فضائیں　　خوش آیند ہے کیا جوارِ مدینہ

خیاباں خیاباں نہ کیوں ہو بہاراں　　بہار آفریں ہے، بہارِ مدینہ

شہیدانِ بدر و اُحد کا لہو ہے　　زہے جلوۂ لالہ زارِ مدینہ

مہ و مہر ہیں جسکے صدقے میں روشن　　وہ اک قبۂ نور بارِ مدینہ

شریعت طریقت کا کیا ذکر واعظ　　حقیقت ہے خود ہمکنارِ مدینہ

نظیرِ مدینہ ہوئی ہے، نہ ہو گی　　بسوگندِ پروردگارِ مدینہ

سبھی کچھ سہی باغِ جنت میں لیکن　　بہارِ مدینہ، بہارِ مدینہ

خدا مجھ سے پوچھے گا "کیا چاہتا ہے؟"　　تو کہدوں گا "خاکِ دیارِ مدینہ"

حمیدؔ اسقدر کیوں ہو مایوس آخر
بُلائینگے پھر تاجدارِ مدینہ

ہجومِ کیفیات

یاد آتے ہیں اب دن رات
کیفِ حضوری کے لمحات

مہبطِ نورِ ذات و صفات
حجرۂ فخرِ موجوداتؐ

شوق و تمنّا کی وہ رات
اور وہ رحمت کی برسات

اللہ اللہ جلوۂ ذات
محو تھی ساری موجودات

قلبِ حمیدؔ اور یہ جذبات؟
اُن کی نظر کے احسانات

دیدہ و دل پر چھائے ہیں
دیدِ مدینہ کے اثرات

نور فروزِ بزمِ وجود
خاکِ مدینہ کے ذرّات

طورِ تجلّی، قبّۂ نور
مرکزِ انوار و برکات

پیشِ نظر تھا دورِ بلالؓ
سُنکے اذانوں کے نغمات

بادِ سحر کے جھونکوں میں
لطف و کرم کے پیغامات

ایک ہی دھن تھی شام و سحر
ایک ہی مقصد تھا دن رات

عرضِ سلام و وِردِ دُرود — شام و سحر کے معمولات

دل میں چمک سی ہوتی تھی — وقتِ سلام، اکثر اوقات

صُبحِ بہاراں کہیئے جسے — یاد رہے گی وہ اِک رات

اہلِ مدینہ، کیا کہنا! — اہلِ مدینہ کی کیا بات

بیٹھے ہوئے وہ صف بستہ — صُفّہ پر ہر سُو، اُغوات

دیکھ کے جن کو یاد آئیں — عہدِ صحابہؓ کے حالات

خوشرو، خوشخو بچّوں کے — وہ معصومانہ جذبات

رُخ پہ پسینے کی بُوندیں — پھُول پہ شبنم کے قطرات

وقتِ تکلّم، کیا کہیئے — دلکش و شیریں وہ کلمات

جیسے ابھی تھے طیبہ میں — چشمِ تصوّر کی کیا بات

اپنا اپنا ذوقِ نظر — اپنے اپنے احساسات

لفظ و بیاں میں آ نہ سکی — دل ہی میں ہے اب تک دلکی بات

راحتِ جاں ہے نعتِ حمیدؔ

کہتے ہیں اہلِ دل حضرات

انوارِ حرم

حضورؐ کے انوار یاد آ رہے ہیں
وہ لمحاتِ دیدار یاد آ رہے ہیں

دل آویز و کیف آور و روح پرور
مدینے کے گلزار یاد آ رہے ہیں

بسو گندِ آثارِ صحرائے طیبہ
رہِ شوق کے خار یاد آ رہے ہیں

سُنے تھے حُدی خواں سے جو منزلوں تک
وہ نغمے، وہ اشعار یاد آ رہے ہیں

کبھی جن پہ چمکا تھا مہرِ رسالتؐ
وہ پُرنور کہسار یاد آ رہے ہیں

نمایاں نمایاں، درخشاں درخشاں
حرم کے وہ مینار یاد آ رہے ہیں

فضا جن کی ہے عطر بیزِ محبت
قُبا کے وہ گلزار یاد آ رہے ہیں

جو راہ حرم میں مقامات آئے
وہ سب سلسلہ وار یاد آ رہے ہیں

جہاں پھرتے ہیں اہلِ دل، دل کو تھامے
وہ کوچے، وہ بازار یاد آ رہے ہیں

رسائی ہے دربارِ اقدس میں جنکی
وہی شمع بردار یاد آ رہے ہیں

حرم میں جو رہتے ہیں محوِ تجلّی
وہ سرمست و سرشار یاد آ رہے ہیں

بقیعِ مبارک کی حسرت ہے جن کو
وہ خوش بخت بیمار یاد آ رہے ہیں

مؤدّب جو رہتے ہیں بابِ حرم پر
وہ سب کفش بردار یاد آ رہے ہیں

دُعاؤں میں جو یاد رکھتے ہیں ہم کو
وہ ہمدرد و غمخوار یاد آ رہے ہیں

حمیدؔ اہلِ طیبہ جو سُنتے تھے ہم سے
خود اپنے وہ اشعار یاد آ رہے ہیں

حسرتِ شوق

ہم ابکی بار دیارِ نبیؐ میں جا نہ سکے
جو چاہتے تھے وہ دل کی مُراد پا نہ سکے

وہ خاکِ پاک کہ آنکھوں میں ہم لگا نہ سکے
جبینِ شوق کو سجدوں سے جگمگا نہ سکے

حضورِ سرورِ کونینؐ ہم سُنا نہ سکے
وہ دل کا حال، جو لفظ و بیاں میں آ نہ سکے

نیاز و ناز کی راتیں نصیب ہو نہ سکیں
ہم اُنکی بزم میں خلوت کا لُطف اُٹھا نہ سکے

وہ جس کو سجدہ گہِ عاشقاں بھی کہتے ہیں
اُس آستانِ کرم پر جبیں جھکا نہ سکے

نگاہ ڈھونڈھتی ہے اُس لطیف جلوے کو
کسی کی چشمِ تصوّر میں بھی جو آ نہ سکے

جو یادِ خارِ مُغیلاں میں رکھتی ہے بیچین
ہم اپنی وہ خلشِ شوق بھی مٹا نہ سکے

رہِ حجاز میں ناقے کے ساتھ گام بگام
بذوق و شوق حُدی خواں سے لَے ملا نہ سکے

مزے ملے نہ وہ منزل پہ خوابِ شیریں کے
نسیمِ کوچۂ طیبہ کا لُطف اُٹھا نہ سکے

جہاں سے ہوتا ہے نظّارۂ حریمِ جمال
متاعِ دردِ محبّت وہاں لٹا نہ سکے

سحر کے وقت چمن در چمن روش بہ روش
قبا میں دیکھ کے پھولوں کو مسکرا نہ سکے

فضائے نور و تجلّی میں اُٹھ کے پچھلے پہر
تصوّرات کی دُنیا کو جگمگا نہ سکے

بہارِ روضۂ جنّت میں ہو کے محوِ جمال
تجلّیات سے دُنیائے دِل بسا نہ سکے

بچا بچا کے مہ و مہر کی نگاہوں سے
نظر کو قُبّۂ پُر نور پر جما نہ سکے

وہ طلعتِ حرمِ پاک، وہ تجلّیٔ شب
وہ میرے اشکِ ندامت جو جگمگا نہ سکے

یہ بات کیا ہے کہ اے ساکنانِ کوئے حرم
بہت دنوں سے تمھیں ہم جو یاد آ نہ سکے

بغیر نسبتِ دردِ فراق و یادِ حبیب ﷺ
خود اہلِ دل بھی محبّت کا لُطف اُٹھا نہ سکے

بغیر جلوۂ دیدِ جمالِ پاکِ حبیب ﷺ
بڑے بڑے بھی نظر کو حسیں بنا نہ سکے

بس ایک پھول پہ اس طرح جم گئیں نظریں
ہزار خُلد بھی نظروں میں پھر سما نہ سکے

حمید پُوچھ نہ اُس بینوا کی حسرتِ شوق
زباں بھی فرطِ ندامت سے جو ہلا نہ سکے

نظّارۂ بے نظر

تمنّا ہے پھر اک نظر دیکھ لیتے
مدینے کی شام و سحر دیکھ لیتے

مدینہ، وُہی رحمتوں کا خزینہ
وُہی پھر بہشتِ نظر دیکھ لیتے

ہزار انجم و ماہ و خورشیدِ تاباں
ہر اک ذرّے میں جلوہ گر دیکھ لیتے

زِ سر تا قدم بن کے شوق و تمنّا
وہ نظّارۂ بے نظر دیکھ لیتے

جمالِ عروسی ہو گھونگھٹ میں جیسے
وہ طیبہ کے دیوار و در دیکھ لیتے

ہجومِ تجلّی میں گُم ہو کے باہم
وہ اک جلوۂ مُعتبر دیکھ لیتے

وہ عرشِ زمیں، وہ شبستانِ نوریں
وُہی طورِ اہلِ نظر دیکھ لیتے

تصوّر میں یوں قُبۂ نور رہتا
تخیّل کو ہم عرش پر دیکھ لیتے

سنبھالے ہوئے دونوں ہاتھوں سے دِل کو
درِ پاکِ خیرُ البشر دیکھ لیتے

دمِ دید پاسِ ادب بھی یہ ہوتا ‏ ‏ نہ اُٹھتیں نگاہیں، مگر دیکھ لیتے

وہ نادیدہ بے نام سی اِک تجلّی ‏ ‏ درِ پاک کو دیکھ کر دیکھ لیتے

جدھر رُعبِ بہیم سے دیکھا نہ جاتا ‏ ‏ کبھی ڈرتے ڈرتے اُدھر دیکھ لیتے

کبھی جا کے پائینِ اقدس کی جانب ‏ ‏ بصد آرزو سنگِ در دیکھ لیتے

کبھی دیدۂ دل پہ وقتِ حضوری ‏ ‏ نگاہِ کرم کا اثر دیکھ لیتے

کبھی یک بیک خادمانِ حرم کی ‏ ‏ وُہی التفاتِ نظر دیکھ لیتے

کبھی سبز گنبد کا نظّارہ کرتے ‏ ‏ کبھی منبر و بام و در دیکھ لیتے

کبھی دُور جا کر حرم کے منارے ‏ ‏ شبِ ماہ میں جلوہ گر دیکھ لیتے

کبھی پردۂ دامنِ شب میں روشن ‏ ‏ دل افروز، نورِ سحر دیکھ لیتے

کبھی لذّتِ دید میں غرق ہوتے ‏ ‏ کبھی خود کو حیرت نگر دیکھ لیتے

حمیدؔ ایک بار اور راہِ حرم میں
سب احباب کو ہمسفر دیکھ لیتے

نگاہِ خود نگر

پھر اوجِ کمالِ نظر دیکھ لیتے
مدینے کو بارِ دگر، دیکھ لیتے

جدھر سے گئی تھی نبیؐ کی سواری
وہ رشکِ ارم رہگذر دیکھ لیتے

ہر اک ذرّے پر خاکِ کوئے حرم میں
ضیا بارِ شمس و قمر، دیکھ لیتے

سکوں بخشِ دلہائے عشّاقِ بسمل
مدینے کی وہ دوپہر دیکھ لیتے

حضوری میں پھر آتشِ شوقِ پنہاں
بہر لمحہ کچھ تیز تر دیکھ لیتے

سنبھلنے نہ دیتا ہمیں شوقِ بیحد
نہیں دیکھ سکتے، مگر دیکھ لیتے

وہ جیسے ہو قرآن کا سبز جزدان
وہ گنبد، بذوقِ نظر دیکھ لیتے

فدا جس پہ کونین کی رفعتیں ہیں
وہ جلوؤں سے معمور گھر دیکھ لیتے

رواں چشمِ گریاں سے دامن پہ اپنے
مسرّت کے لعل و گہر دیکھ لیتے

جب اپنے گناہوں کا احساس ہوتا
ندامت کے اشکوں سے تر، دیکھ لیتے

حریم رسالت میں اہلِ حرم کی — نگاہِ محبت اثر، دیکھ لیتے

کسی وقت آئینۂ بیخودی میں — کچھ اپنا بھی حسنِ نظر دیکھ لیتے

وہ عہدِ نبوت کا دورِ مبارک — تصور میں ہم جلوہ گر دیکھ لیتے

روِش در روش پھر کے باغِ قبا میں — وہ خوش رنگ گلہائے تر دیکھ لیتے

برستے ہوئے شب میں انوارِ رحمت — ہم اٹھ اٹھ کے پچھلے پہر دیکھ لیتے

پھر اک بار اے قبۂ نور تجھ کو — اندھیرے میں ہم جلوہ گر دیکھ لیتے

حرم میں ہر اک منظرِ روح پرور — ذرا دیر ہم بیٹھ کر، دیکھ لیتے

یہ ہر بار دل دیکھ کر چاہتا ہے — کہ اے کاش بارِ دگر دیکھ لیتے

الٰہی دعا ہے کہ مرنے سے پہلے — وہ خلدِ نظر، اک نظر دیکھ لیتے

مزہ جان دینے میں کچھ اور ہوتا — دمِ نزع طیبہ، اگر دیکھ لیتے

حمید آرزو ہے کہ ہم وقتِ آخر

درِ پاک کو زیرِ سر، دیکھ لیتے

حسرت نصیبی

جب دیارِ رحمتِ عالمؐ کی یاد آ جائے ہے — کیا کہوں کیا کیا دلِ مضطر کو تڑپا جائے ہے

کچھ عجب عالم فضا میں ہر طرف چھا جائے ہے — جب سکوتِ شب میں دل کا ساز چھیڑا جائے ہے

دل ہجومِ یاس سے جس وقت گھبرا جائے ہے — بابِ رحمتؐ کے تصوّر سے سکوں پا جائے ہے

جب کسی اہلِ حرم کا کوئی خط آ جائے ہے — روح کو مسرور، دل کو شاد فرما جائے ہے

جب شمیمِ کوئے طیبہ لے کے آتی ہے نسیم — آرزوؤں کے گلستاں میں بہار آ جائے ہے

ہو کے محوِ دیدِ طیبہ دیکھتا ہوں جس طرف — ذرّے ذرّے پر مرا کیفِ نظر چھا جائے ہے

اللہ اللہ جس طرف نظریں اٹھا کر دیکھئے — ایک فردوسِ تجلّی سامنے آ جائے ہے

یاد آتا ہے وہ اکثر گوشۂ صحنِ حرم — جس جگہ پر بیٹھ کر مشکل سے اُٹھّا جائے ہے

ہوتا جاتا ہے فزوں جتنا غمِ دردِ فراق — اشتیاقِ دیدِ طیبہ اور بڑھتا جائے ہے

جا رہے ہیں قافلوں پر قافلے سوئے حرم — دل وفورِ شوق سے سینے میں مچلا جائے ہے

آہ یہ حسرت نصیبی، ہائے یہ درماندگی — دل تڑپ جاتا ہے جب طیبہ کی یاد آ جائے ہے

پا شکستہ ہوں کدھر جاؤں، الٰہی کیا کروں — قافلے کا ساتھ بھی اب مجھ سے چھوٹا جائے ہے

المدد اے چارہ فرمائے غمِ دل المدد — عُمر گھٹتی جائے ہے، اور شوق بڑھتا جائے ہے

مجھ سا عاصی، اور وہ دربارِ اقدس اے حمیدؔ
اب تو دل اُس کے تصوّر سے بھی تھرّا جائے ہے

فردوسِ تجلّی

جب نسیمِ طیبہ کا جھونکا کبھی آ جائے ہے　　شعلۂ سوزِ نہاں کو اور بھڑکا جائے ہے

قُبّۂ انور کا منظر یاد جب آ جائے ہے　　نور کا عالم نگاہِ شوق پر چھا جائے ہے

قافلے جب صف بصف جاتے ہیں طیبہ کی طرف　　اک عجب عالم بہر جانب نظر آ جائے ہے

گونج اُٹھتی ہیں فضائیں نغمۂ لبیک سے　　جب وفورِ شوق میں احرام باندھا جائے ہے

چاندنی شب میں وہ اُونٹوں کا خرامِ دلنشیں　　ہر قدم پر دعوتِ نظارہ دیتا جائے ہے

بیخود و سرشار ہو کر جادۂ پُر شوق میں　　اپنے نغموں سے حُدی خواں وجد میں آ جائے ہے

وہ پہاڑوں کا تسلسل، وہ نگاہِ جستجو　　ہر حجابِ درمیاں رہ رہ کے اُٹھتا جائے ہے

دیدہ و دل جگمگا اُٹھتے ہیں نورِ دید سے　　دُور سے جب منزلِ عرفاں نظر آ جائے ہے

کوئی مصروفِ فغاں ہے، کوئی ہے محوِ سکوت
کوئی فرطِ بیخودی میں رقص کرتا جائے ہے

"یا شفیع المذنبیں بارِ گناہ آوردہ ام"
دمبدم با دیدۂ نم، کوئی پڑھتا جائے ہے

اپنا اپنا حسنِ نسبت، اپنا اپنا حالِ شوق
کوئی روتا جائے ہے اور کوئی ہنستا جائے ہے

پہلے پہلے اُٹھتے ہیں چشمِ تمنا کے حجاب
رفتہ رفتہ سامنے دل کا مقام آ جائے ہے

اور ہو جاتی ہے ہر دم دل کی دھڑکن تیز تیز
کوئے طیبہ جس قدر نزدیک ہوتا جائے ہے

تشنگانِ دید کی ہوتی ہے قبل از وقت عید
جب ہلالِ گنبدِ خضرا نظر آ جائے ہے

ہائے وہ وقتِ حضوری اضطراب و التہاب
اشک بہتے جائے ہیں اور دل دھڑکتا جائے ہے

اے زہے وہ حیرتِ نظارۂ کیف آفریں
دفعتاً جب سبز گنبد سامنے آ جائے ہے

کیسا نظارہ، کہاں کے ہوش، کیسی تابِ دید
روضۂ انور کی جانب کس سے دیکھا جائے ہے

مجھ کو پہروں تک خبر اپنی نہیں رہتی **حمید**
بیخودی میں ایک ایسا بھی مقام آ جائے ہے

ذکرِ جمیل

کچھ دیارِ نبیؐ کی بات کرو — دوستو! زندگی کی بات کرو

ہے یہ وہ وقت اور کچھ نہ کہو — اُس درِ پاک ہی کی بات کرو

دل کو صبر و سکوں سے کیا سروکار — مُضطرب زندگی کی بات کرو

عقل کے تجربے بہت سے کیے — کوئی دیوانگی کی بات کرو

ہو نہ مایوس اے خطا کارو! — سبقتِ رحمتی کی بات کرو

بات جب ہے کہ بیخودی میں بھی — ہوش و فرزانگی کی بات کرو

راگ چھیڑو نہ اور کوئی، مگر — نغمۂ شوق ہی کی بات کرو

ختم جس کا نہ سلسلہ ہو کبھی — وسعتِ رحمتی کی بات کرو

شرحِ شوقِ طوافِ کعبہ میں — مستی و بیخودی کی بات کرو

دشتِ عرفات کے تصوّر میں — عشق و دیوانگی کی بات کرو

قلبِ شب میں خُلوصِ قلب کے ساتھ — قلبِ قرآن ہی کی بات کرو

ہو کے غرقِ تصوّرِ طیبہ — شوق و وارفتگی کی بات کرو

ہو کبھی تذکرہ کھجوروں کا — کبھی "لوزُ النبیؐ"[1] کی بات کرو

جو کھِلی تھی قُبا کے گُلشن میں — اُس شگفتہ کلی کی بات کرو

ساقیانِ حرم کی یاد کے ساتھ — لذّتِ تشنگی کی بات کرو

چھیڑ کر ذکرِ صُبح و شامِ حرم — زُلف و رُوئے نبیؐ کی بات کرو

گُنبدِ سبز کے تصوّر میں — شجرِ طُور ہی کی بات کرو

ماہ و انجم بھی جس کے ذرّے ہیں — اُسی روشن گلی کی بات کرو

جو چھٹکتی ہے زیرِ قُبۂ نور — ہاں اُسی چاندنی کی بات کرو

جالیوں سے جو چھَن کے آتی ہے — بس اُسی روشنی کی بات کرو

ذکر جس کا ہے زندگی دل کی — ہمدمو! صرف اُسی کی بات کرو

چھوڑ کر سارے تذکروں کو حمیدؔ
بس دیارِ نبیؐ کی بات کرو

---

[1] "لوزُ النبیؐ" ایک گول دھاریدار پتّی ہوتی ہے جسمیں بلاشُبہ بادام کا ذائقہ ملتا ہے، سُنا ہو کہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اس کو تناول فرمایا ہے، اِسی لئے اس کا نام "لوزُ النبیؐ" ہو گیا ہے۔

معراجِ تصوّر

طیبہ کی خوش آیند فضا یاد رہے گی
ہر بات، ہر اک شے، بخدا یاد رہے گی

دیدِ حرمِ پاک خدا یاد رہے گی
وہ حسن و تجلّی کی فضا یاد رہے گی

گر گر کے سنبھلنے کی ادا یاد رہے گی
وارفتگیِ سعیِ صفا یاد رہے گی

کعبہ پہ نظر پڑتے ہی نکلی تھی جو دل سے
وہ سوز سے لبریز دعا یاد رہے گی

وہ نور کی موجیں، وہ مری چشمِ تحیّر
کیفیّتِ شبہائے منا یاد رہے گی

ہر گام پہ لٹتی ہی متاعِ دلِ پُر شوق
وہ گرمیِ بازارِ منا یاد رہے گی

بھولے ہیں، نہ بھولینگے وہ لمحاتِ زیارت
وہ روشنیِ غارِ حرا یاد رہے گی

وہ مرکزِ رحمت، وہ شبستانِ رسالتؐ
وہ انجمنِ نور و ضیا یاد رہے گی

وہ لطفِ سجود اور وہ ذوقِ جبیں سائی
وہ خنکیِ خاکِ کفِ پا یاد رہے گی

ہر خلوت و جلوت میں بتوفیقِ الٰہی
خلوتگہِ محبوبِ خدا یاد رہے گی

وہ جس کا تصوّر بھی ہے معراجِ تصوّر
اس بزم کی ایک ایک ادا یاد رہے گی

رشکِ مہ و انجم ہیں جہاں خاک کے ذرّے
اس کوچے کی پُر نور فضا یاد رہے گی

پہونچا ہی دیا مجھ کو بھی بستانِ حرم تک
دامن کشیِ بادِ صبا یاد رہے گی

آنکھوں میں ہیں اب تک رہِ طیبہ کے مناظر
برسوں وہ حُدی خواں کی نوا یاد رہے گی

وہ کوہِ مُفرّح کی بلندی پہ پہونچ کر
بیتابیِ اربابِ وفا یاد رہے گی

وہ پہلے پہل بیخودیِ شوق کا عالم
ہر گام پہ وہ لغزشِ پا یاد رہے گی

نظروں کو جھکائے ہوئے دربارِ حرم میں
رُک رُک کے وہ چلنے کی ادا یاد رہے گی

وہ رُعبِ حضوریِ شہنشاہِ مدینہ
وہ دل کے دھڑکنے کی صدا یاد رہے گی

وہ جسکی زیارت ہے نگاہوں کی عبادت
اُس روضۂ انور کی فضا یاد رہے گی

وہ پچھلے پہر رات کی خاموش فضا میں
نظّارگیِ ارض و سما یاد رہے گی

ہنگامِ سحر، گنبدِ خضرا کے مقابل
وہ خُلد در آغوش گھٹا یاد رہے گی

پھولوں کے وہ جھرمٹ میں شعاعوں کی تجلّی
وہ نزہتِ گلزارِ قُبا یاد رہے گی

گلریز و طرب خیز اُحد کی وہ فضا میں
خوشبوئے قبورِ شُہدا یاد رہے گی

وہ سبزۂ خوشرنگ، وہ نخلِ تر و تازہ
وہ سیرِ گلستانِ بہا[۱] یاد رہے گی

اربابِ مدینہ سے وہ تجدیدِ ملاقات
وہ اھلاً و سہلاً کی صدا یاد رہے گی

وہ لطفِ معیت، وہ نوازش، وہ رفاقت
دلجوئیِ چشمِ رُفقا یاد رہے گی

یاد آکے دلا جاتی ہے گلزارِ حرم کی
یاد آوریِ بادِ صبا یاد رہے گی

تا عمر نہ بھولوں گا حمیدؔ اہلِ حرم کو
ہر ایک کی ایک ایک ادا یاد رہے گی

۱؎ یعنی رئیس المزورین حضرت المکرم الشیخ بہاء الدین صاحب نخاشقجی ۱۲-

نذرِ عقیدت

صبا میری نذرِ عقیدت لئے جا
سلام و پیامِ محبت لئے جا

گہر ہائے چشمِ بصیرت لئے جا
یہ جتنے ہیں اشکِ ندامت لئے جا

نگاہوں کا جوشِ لطافت لئے جا
مرے دردِ دل کی امانت لئے جا

مری آرزوئیں، مری التجائیں
بدر گاہِ ختمِ رسالتؐ لئے جا

بچھانا مدینے کی اک اک گلی میں
یہ گلہائے داغِ محبت لئے جا

سرو کار کیا اس سے قلبِ حزیں کو
یہ جو کچھ ہے سامانِ راحت لئے جا

سکوں آبِ زمزم کے چھینٹوں سے ہوگا
مرے سوزِ دل کی حرارت لئے جا

ارادہ اگر ہے طوافِ حرم کا
مرے اشک بھی ابرِ رحمت لئے جا

طلب کی بشارت مجھے آکے دینا
مرا ذوق و شوقِ زیارت لئے جا

مدینے کی صبحِ تجلّی کا صدقہ
سوادِ غمِ شامِ فرقت لئے جا

مرے دیدہ و دل کا اللہ مالک
مرے دیدہ و دل کی حسرت لئے جا

میں کیا قبۂ نور کے بعد دیکھوں
مری چشمِ نم کی بصارت لئے جا

حمیدِ حزیں کی طرف سے خدارا
پئے نذر، نظمِ ارادت لئے جا

لب تشنہ با آب اندر

اے ساقیِ کونینؐ یہ کیا بوالعجبی ہے
سیراب ہوں میں پھر بھی وہی تشنہ لبی ہے

اب اور کسی بزم کو کیا دیکھئے جا کر
آنکھوں میں سمایا ہوا دربارِ نبیؐ ہے

کٹتے ہیں مدینے کے تصوّر میں شب و روز
چھایا ہوا اب تک اثرِ نیم شبی ہے

اے گنبدِ خضرا ترے جلوؤں کے تصدّق
تو خوابگہِ خاصِ رسولِ عربیؐ ہے

رگ رگ میں مری، بنکے لہو دوڑ رہا ہے
وہ کیف، جو صد نازشِ کیفِ عنبی ہے

یاد آتے ہیں رہ رہ کے مدینے کے مناظر
اے لذّتِ غم پھر وہی راحت طلبی ہے

گونجا ہوا کانوں میں ہے وہ لحنِ حجازی
پیشِ نظر ایک ایک خوش آوازِ صبی[1] ہے

آرامگہِ سیّدِ لولاکؐ کی جانب
اُٹھنا نگہِ شوق کا بھی بے ادبی ہے

آتا ہے مدینے سے ہوا کا کوئی جھونکا
افسردہ نہ ہو آگ جو سینے میں دبی ہے

کیا چیز ہے پھر گرمیِ ہنگامۂ محشر
جب سایۂ دامانِ رسولِ عربیؐ ہے

کہتے ہیں غزل سنکے حمید اہلِ محبت
کیا زمزمہ پردازِ گلستانِ نبیؐ ہے

---

[1] مزوّرین کے وہ خدام جو بارگاہِ خیر الانام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں زائرین کو سلام پڑھاتے ہیں ۱۲۰

نوائے حرم

ہے بہت بیقرارِ کوئے حرم
ایک اُمّیدوارِ کوئے حرم

خُلد بھی ہے نثارِ کوئے حرم
اللہ اللہ بہارِ کوئے حرم

کیا دل آویز و رُوح پرور ہے
نکہتِ لالہ زارِ کوئے حرم

کُحلِ مازاغ چشمِ عشاق ہے
نور افزا، غُبارِ کوئے حرم

سر بسر منزلِ خُلوص و ادب
ایک اِک رہگذارِ کوئے حرم

پُوچھئے اہلِ عشق کے دل سے
شان و عزّ و وقارِ کوئے حرم

ہم کو دیکھو، کہ ہم نے دیکھا ہے
عالمِ نور بارِ کوئے حرم

منظرِ حُسنِ خُلد کیا دیکھیں
دیکھ کر جلوہ زارِ کوئے حرم

اب مجھے دو جہاں سے کیا مطلب
دل ہے آئینہ دارِ کوئے حرم

رات دن یاد آتے رہتے ہیں
مجھ کو لیل و نہارِ کوئے حرم

اَوج پر تھا کبھی نصیب اپنا
ہم تھے اور رہگُذارِ کوئے حرم

"فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست"
ہم تو ہیں خواستگارِ کوئے حرم

بکُشا، غنچۂ دلم، بکُشا
اے نسیمِ بہارِ کوئے حرم

دردمند و غریب و مسکینم
کرم، اے تاجدارِ کوئے حرم

ہے تمنّائے آخری یہ حمید
جان و دل ہوں نثارِ کوئے حرم

سلامِ نیاز

حضورِ شافعِ روزِ جزا سلامِ نیاز
بہ پیشِ قبلۂ صدق و صفا سلامِ نیاز

بہ بارگاہِ نبیُ الہدیٰ سلامِ نیاز
بہ آستانۂ خیرُ الوریٰ سلامِ نیاز

بہ رُوحِ سرورِ ہر دوسرا سلامِ نیاز
بنامِ خاصِ شہِ انبیاؐ سلامِ نیاز

بہ قُبّۂ حرمِ قُدس، بے شمار درود
بخوابگاہِ حبیبِ خدا سلامِ نیاز

بہ نورِ روضۂ انور، درودِ نا محدود
بخاکِ پاکِ درِ مصطفےٰؐ سلامِ نیاز

حضورؐ کا جنھیں قُربِ دوام حاصل ہے
اُن اہلِ عشق و وفا کو مرا سلامِ نیاز

بقیع میں ابدی نیند سونے والوں کو
بصد خلوص و عقیدت مرا سلامِ نیاز

نظر بچشمِ کرم ہے بہت دنوں سے حمید (ق)
قبول کیجیے یا مصطفےٰؐ سلامِ نیاز

یہ آرزو ہے کہ پھر اذنِ حاضری مل جائے
کروں میں عرض بصد التجا سلامِ نیاز

حریمِ خاص میں ہنگامِ آستاں بوسی
"درودِ پاک" لبوں پر ہو، یا "سلامِ نیاز"

حضورِ سرورِ عالمؐ قبول ہو جائے
حمیدِ خستہ و رنجور کا سلامِ نیاز

شرحِ جذبات

پھر اہلِ حرم سے ملاقات ہوتی — پھر اشکوں سے کچھ شرحِ جذبات ہوتی

دمِ دید پھر جلوۂ نو بنو سے — مرے چشم و دل کی مدارات ہوتی

مدینے کی پُرنور و دلکش فضا میں — نظر محوِ دیدِ مقامات ہوتی

اُدھر جلوہ گر قبۂ نور ہوتا — دل افروز اِدھر چاندنی رات ہوتی

مدینے کے احباب ہمراہ ہوتے — شبِ ماہ میں سیرِ باغات ہوتی

نظر مستِ صہبائے دیدار رہتی — زباں وقفِ حرف و حکایات ہوتی

خبر کچھ نہ رہتی زمین و زماں کی — وہ محویتِ خاص دن رات ہوتی

پہونچ جائیں پائینِ اقدس کی جانب — یہی آرزو اکثر اوقات ہوتی

تصوّر میں وہ مصحفِ پاک ہوتا — نگاہوں میں تنویرِ آیات ہوتی

دعاؤں میں جامیؒ کے اشعار پڑھتے — نظامی کی لب پر مناجات ہوتی

ادب مانعِ عرض و اظہار ہوتا — نظر ترجمانِ خیالات ہوتی

اِدھر چشمِ پُرنم سے آنسو ٹپکتے — اُدھر رحمتِ حق کی برسات ہوتی

فرشتے جیسے سُنکے "آمین" کہتے — اک ایسی دُعا بعض اوقات ہوتی

لبِ شوق سے گو نہ اظہار ہوتا — مگر دل کو محسوس ہر بات ہوتی

بہت دن غمِ ہجرِ طیبہ میں گذرے — بس اب کچھ تلافیِ مافات ہوتی

"اَمِتنی[1] بِھٰذا البلد یا الٰہی" — دُعا یہ حمید اپنی دن رات ہوتی

[1] یعنی ع- اسی شہر میں مجھکو موت آئے یارب

اُمّیدوارِ کرم

اِک تشنۂ دیدار پہ ہو جائے کرم اور
اِک بار بُلا لیجئے اے شاہِ اُمَمؐ اور

کچھ اِس لئے رکھتے ہیں وہ محرومِ کرم اور
ہو جائے دل اپنا ابھی شائستۂ غم اور

بس ایک تمنّا ہے یہ اے شاہِ اُمَمؐ اور
وہ خُلدِ نظر، ایک نظر دیکھ لیں ہم اور

جو خاک کہ سرکارؐ کے قدموں میں لگی تھی
آنکھوں سے لگائیں وُہی پھر خاکِ قدم اور

حسرت ہی نہیں کچھ دلِ بیدار طلب کی
طیبہ کے سوا شوقِ فراواں کی قسم اور

وہ سامنے ہے بارگہِ سرورِ کونینؐ
اے راہروِ کوئے حرم، چند قدم اور

کعبہ کی ہے کیا بات، مگر کوئے نبیؐ میں
ہے بات ہی کچھ دیدۂ حیراں کی قسم اور

ہاں پاسِ ادب اے شرف اندوزِ زیارت
ہٹ کر درِ اقدس سے ذرا چند قدم اور

جس درجہ ہمیں ہوگی گناہوں پہ ندامت
ہونگے اُسی نسبت سے وہ مائل بہ کرم اور

یُوں بھی کرمِ خاص کے قابل نہ تھے لیکن
(قطعہ) مایوس کئے دیتے ہیں دُنیا کے ستم اور

اب حج و زیارت پہ بھی ہے قیدِ تعیّن
ہم ہجر کے ماروں کو ہوا ایک یہ غم اور

تجدیدِ تمنّا نہ کریں پانچ برس تک [1]
اربابِ تمنّا پہ ہے یہ تازہ ستم اور

پہونچادے صبا جا کے حضورِ شہِ کونینؐ (ق)
اک آخری پیغام یہ از راہِ کرم اور

مل جائے پھر اک بار ہمیں اذنِ حضوری
حاضر ہوں سلامی کو درِ پاک پہ ہم اور

ہر حال میں یوں تو نگہِ لطف رہی ہے
ہو جائے دمِ نزع ذرا چشمِ کرم اور

مشتاق ہیں کچھ اور حمیدؔ اہلِ محبت
ہو نغمہ زن اے بلبلِ بستانِ حرم اور

---

[1] اشارہ ہے حکومتِ ہند کی عائد کردہ اس نئی پابندی کی طرف کہ مغل کمپنی کو ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے جو درخواست دیجائے اُس میں تصدیق ہو کہ جدہ کے ٹکٹ کی اُمید کرنے والے نے اودھر پانچ برس کے اندر حج نہیں کیا ہے (یہ پابندی ۱۹۶۲ء سے عائد کی گئی ہے)۔ ۱۲ حمیدؔ

عرضِ نیاز

بدرگاہِ شمسُ الضُحیٰ عرض کرنا
بدربارِ بدرُ الدُّجیٰ عرض کرنا

بہ اصحابِ خیرُ الوریٰ عرض کرنا
بہ انوارِ نورُ الھدیٰ عرض کرنا

بحقِ شہِ دوسرا عرض کرنا
بحُبِّ حبیبِ خدا عرض کرنا

بہ تعظیم و حسنِ ادا عرض کرنا
بتکریم و ذوقِ وفا عرض کرنا

تمنّا و شوقِ لقا عرض کرنا
جو کچھ ہے مرا مُدّعا عرض کرنا

غمِ ہجر کا ماجرا عرض کرنا
بڑی اِلتجا سے صبا عرض کرنا

قرارے نہ گیرد دلِ بیقرارم
رخزاں دیدہ و حسرتِ بہارم

میں دن رین جاگوں سُکھیو کہ ناہیں
کہر جوا کی ٹیسیں مٹیو کہ ناہیں

نسیمِ سحر حالِ غم عرض کرنا
حضورِ شفیعُ الاُمم عرض کرنا

برنگِ محبّت، بحُسنِ عقیدت
سلامِ ارادت رقم عرض کرنا

میسّر ہو دوری میں کیفِ حضوری
نہ ہو شوقِ دیدار کم عرض کرنا

یہی آرزو ہے، یہی اِلتجا ہے
رہے مجھ پہ چشمِ کرم عرض کرنا

نہیں طاقتِ ضبطِ سوزِ جُدائی — سرِ بندگی کر کے خم عرض کرنا

کہاں تک رہوں نامرادِ محبّت — بصد یاس و با چشمِ نم عرض کرنا

منِ بے نوا و تو دامن کشیدہ — نگاہِ کرم، سوئے قلبِ تپیدہ

وہ کوثر کے ساغر پلیّو کہ ناہیں

لگی آگ مَن ما، بجھیّو کہ ناہیں

بہت دل شکستہ ہیں ہم عرض کرنا — اِدھر بھی نگاہِ کرم عرض کرنا

نہیں شوقِ بے صبر کا کچھ مداوا — کہاں تک کریں ضبطِ غم عرض کرنا

زمانہ ہوا جسے دیکھی نہیں ہے — تجلیِ صبحِ حرم عرض کرنا

جبینِ محبّت ہے بیتابِ سجدہ — برائے نشانِ قدم عرض کرنا

نگاہوں کو شوقِ زیارت ہے کیا کیا — کریں عرض کس مُنھ سے ہم عرض کرنا

حریمِ رسالت میں حاضر ہوں اک دن — حمید اور حامد[۱] بہم عرض کرنا

بگرِ دیم آوارہ جامہ دریدہ — جنونِ محبّت بپایاں رسیدہ

مدینے میں اب ہوں بلیّو کہ ناہیں

وہ سُندر نگریا دکھیّو کہ ناہیں

۱؎ حبّی و حبیبی محبّ النبی الحاج شیخ حامد حسین صاحب نے ادجۃ ۔ ۱۲ حمید

اب ستاتا ہے رہ رہ کے یہ دل کو غم — کیوں چلے آئے آخر مدینے سے ہم

وجہِ تسکینِ دل، چارۂ درد و غم — یادِ صبحِ حرم، ذکرِ شامِ حرم

نغمہ و ساز میں وہ کہاں کیف و کم — دل ہے معمورِ سوزِ اذانِ حرم

بارک اللہ جا کر مدینے میں ہم — دیکھ آئے ہیں جنت خدا کی قسم

وہ حضوری کا عالم نہ بھولیں گے ہم — سہمی سہمی نظر، بہکے بہکے قدم

اللہ اللہ گدایانِ کوئے حرم — سر بہ خم ہیں سلاطینِ روم و عجم

حاضری ہو تری جب نسیمِ کرم — پیشِ دربارِ دُربارِ شاہِ اُمم

باصد آدابِ قلبی، بشوقِ اتم — عرض کرنا کہ "اے تاجدارِ حرم"

زینتِ عرش و کرسی و لوح و قلم — صدرِ بزمِ جناں، شہریارِ ارم

آج کوئی نہیں مُونسِ شامِ غم
کس کو آواز دیں، کس طرف جائیں ہم

ہے بہت آرزو مندِ چشمِ کرم
اِک غُلامِ غُلامانِ اہلِ حرم

اب بڑھا دیجئے آپ دستِ کرم
اب بہت ڈگمگانے لگے ہیں قدم

لاج رکھ لیجئے عاصیوں کی حضورؐ
آپ کو سب ہے معلوم، جیسے ہیں ہم

چین لینے نہ دیں دل کی بیتابیاں
اضطرابِ محبّت کبھی ہو نہ کم

موت سے پہلے پا جائیں ہم زندگی
نزع کے وقت ہو جائے چشمِ کرم

کاش طیبہ میں جا کر ہوں واصل بحق
دفن ہونے کو مل جائے ارضِ حرم

آج آخر یہ کیوں اشک تھمتے نہیں
یاد کیا آگیا تجھ کو اے چشمِ نم

رہنمائے دو عالم ہے سب کے لئے
سرورِ دیںؐ کا ایک ایک نقشِ قدم

دونوں عالم میں کافی ہے مجھ کو حمید
انتسابِ غُلامیِ شاہِ اُممؐ

تاجدارِ حرم

اے صبا بگذری چوں بکوئے حرم
بوسہ زن بر درِ پاکِ شاہِ اُمَم

عرض کُن از منِ کُشتۂ درد و غم
پیشگاہِ حریمِ شہِ محترم

غرقِ بحرِ گناہم ز سر تا قدم
اَلغیاث، الغیاث اے شفیع الاُمَم

ہیچ دارم نہ من زادِ راہِ حرم
دستگیری بکُن اے شہِ محترم

نیست شوقے بجز شوقِ ارضِ حرم
اے نبیُ الحرم، یک نگاہِ کرم

اے شہنشاہِ کونینؐ رُوحی فداک
رحمتِ ہر دو عالمؐ بشارت شوم

یک نظر دیدنِ قُبّۂ نور را
آرزو دارم اے تاجدارِ حرم

بر زباں یا حبیبیؐ سلامٌ علیک
از بقیعِ مُبارک بہ محشر رسم

بازگو نغمۂ نو بنو باز گو
اے حمیدِ غزل خواں بیادِ حرم

یک نگاہِ کرم، یک نگاہِ کرم

اے نسیمِ سحر قاصدِ برق دم
رو بدولت سرائے شفیعُ الاُمَمؐ

با صد آداب نہ بر زمینش قدم
ایکہ آں خاکِ پاک است تاجِ سرم

ایکہ آرام گاہِ نبیُ الحرمؐ
جان و ایمان و دل را فدایت کنم

صد سلام و صلوٰۃ از منِ بیکسے
سر نہادہ بر آستانِ کرم

ہمچو ماہیِ بے آب یک ساعتے
در فراقت قرارے نہ گیرد دلم

خاکِ پاک ذرّہ یا غبارِ رہت
نیست جز ایں مداوائے دردِ سرم

بر منِ عاجز و دور اُفتادہ
یک نگاہِ کرم، یک نگاہِ کرم

حاصلِ زندگیِ فراق است اگر
می شود در سرِ کوئے تو تربتم

روزِ محشر حمیدِ حزیں را بود
بر زباں نعرۂ "یا شفیعُ الاُمَمؐ"

خطاب بحضرت قبلۂ ارباب طریقت مرشدنا و مولانا حضرت الحاج محمد عبد الغفور شاہ صاحب نقشبندی مجددی دہاجیرملی مد ظلہ

پیامِ ارادت

صبا اگر گذرے افتدت بکوئے حبیب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ زمن سلام و نیازے ببر بسوئے حبیب

انیسِ جان و دلِ مخلصان و اہلِ نیاز ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ خلوص پرور و مخدومی و حقیر نواز

چراغِ راہِ حرم، رہنمائے صدق و صفا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جناب مولوی عبد الغفور قبلۂ ما

سپس بگوئے کہ اے معدنِ عطا و کرم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ یکے ز حلقہ بگوشانِ مخلصِ تو منم

بدامِ خلقِ کریمت اسیر ہر کہ و مہ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ز خوانِ عاطفتت بہرہ گیر ہر کہ و مہ

ہمیں شرف نہ ترا بس کہ در جوارِ نبیؐ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ "فدائے او دل و جانِ حمیدؔ" جا داری

بشکر اینکہ بر آں آستانۂ قدسی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ میسرست ترا روز و شب جبیں سائی

چہ باشد ار بقدم گاہِ روضۂ انور ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بشوق عرض کنی زیں غلامِ خستہ جگر

کہ "اے شفیعِ امم، حامیِ خطا کاراں" ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ یکے نگاہِ کرم، بر حمیدِ بے ساماں

خطابِ خاص بہ قرآں ترا رؤف و رحیم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ روا مدار کہ مانم چنیں بہ حالِ سقیم

بہ ہند خستہ و رنجور تا بکے باشم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ز آستانِ تو مہجور تا بکے باشم

تو ابرِ رحمتی، بر حالِ زارِ من رحمے
ایا رؤف، بجانِ نزارِ من رحمے

حدیثِ شوق

تضمین بر غزل

سلطان المشائخ حضرت سلطان نظام الدّین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سپاس و حمدِ جنابِ باری بطوفِ بیتُ الحرام بر خواں
ہر آن لبّیک ربِّ کعبہ بذوق و شوقِ تمام بر خواں
پس از فراغِ مناسکِ حج درود با اہتمام بر خواں
صبا بسوئے مدینہ رو کن ازیں دعاگو سلام بر خواں
بگرد شاہِ رسلؐ بگرد و بصد تضرّع پیام بر خواں

حدیثِ شوقِ دلِ غریبم، بغایتِ احترام بر خواں
بہ آہِ سرد و، بہ اشکِ پیہم، بدرد و سوزِ تمام بر خواں
صلوٰۃ بر خواجۂ دو عالمؐ بحسبِ وقت و مقام بر خواں
صبا بسوئے مدینہ رو کن ازیں دعاگو سلام بر خواں
بگرد شاہِ رسلؐ بگرد و بصد تضرّع پیام بر خواں

منارہ ہائے بلند و بالا، حریفِ اوجِ مہ و ثریا

ببیں، کہ آں قبۂ معلّٰی، چہ حسن دارد، چہ رنگِ زیبا

بچشمِ شوقم بکن تماشا بصد ادب می خرام ہرجا

بباب رحمت گہے گزر کن، بباب جبریلؑ گہ جبیں سا

سلامِ ربّی علیٰ حبیبی گہے بباب السلام برخواں

بذوقِ صادق، بشوقِ کامل، بصد عقیدت بخاکِ آں کو

ببوس ہر ذرّۂ دیارِ حریمِ رحمت. بخاکِ آں کو

بسا بہ انداز والہانہ جبینِ شوقت. بخاکِ آں کو

بنہ. بچندیں ادب طرازی سرِ ارادت بخاکِ آں کو

صلوٰۃِ وافر بہ روحِ پاکِ جنابِ خیر الانامؐ برخواں

بچشمِ مشتاقِ من نہ سنجد بہارِ جنّت بخاکِ آں کو

خدا بہر لحظہ می فزاید نزولِ رحمت. بخاکِ آں کو

کہ فخرِ عالم حبیبِ حق محوِ استراحت بخاکِ آں کو

بنہ. بچندیں ادب طرازی سرِ ارادت بخاکِ آں کو

صلوٰۃِ وافر بہ روحِ پاکِ جنابِ خیر الانامؐ برخواں

بشام طٰہٰ بہ قرأتِ دلنواز بگذار اندراں جا
بہ صبح یٰسین ہم بسوز و گداز بگذار اندراں جا
تو نعتِ خیرُالوریٰ سراپا نیاز بگذار اندراں جا
بشوزِ من صورتِ مثالی نماز بگذار اندراں جا
بلحنِ خوش سورۂ محمدؐ تمام اندر قیام برخواں

بہ شام وَاللَّیل گر بخوانی بہ حُسنِ تکرار اندراں جا
بہ صبح وَالفجر ورد کُن ہم بذوقِ بسیار اندراں جا
غبارِ آئینۂ خودی را زِ پیش بردار اندراں جا
بشوزِ من صورتِ مثالی نماز بگذار اندراں جا
بلحنِ خوش سورۂ محمدؐ تمام اندر قیام برخواں

گدائے دربارِ مصطفٰے شو، ثنا گرِ شاہِ ھَل اَتیٰ شو
دلِ حمیدِ حزیں بگیر و، نثارِ محبوبِ کبریا شو
بسازِ شوقم، بسوزِ جانم، بصد ترنم غزل سرا شو
بلحنِ داؤدؑ ہمنوا شو، بنالۂ درد آشنا شو
بہ بزمِ پیغمبرؐ ایں غزل را زِ عبدِ عاجز نظامؔ برخواں

تاب و تب

تضمین بر غزل سرخیلِ عاشقاں حضرتِ جامی علیہ الرحمۃ

بہت ہے تجھ سے اُمیدِ تعاوُن لگی ہے ایک مُدت سے یہی دُھن
سُن! اے جانِ محبت آشنا سُن نسیما جانبِ بطحا گزر کُن
ز احوالم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) را خبر کُن

کہانتک کاہشِ غم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہانتک اشکِ پیہم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہانتک دامنِ نم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) توئی سُلطانِ عالم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
ز راہِ لُطف سُوئے مَن نظر کُن

بہت مُدت سے ہوں شوقِ سراپا مری نظریں بھی ہیں بیتابِ جلوا
کہانتک آہ یہ امروز و فردا ببر ایں جانِ مشتاقم درانجا
فدائے روضۂ خیرُ البشر کُن

بجانِ دردمندانِ محبت بپاسِ گوشۂ دامانِ رحمت
حمیدِ خستہ پر ہو پھر عنایت مُشرف گرچہ شد جامیؔ ز لُطفت
خدایا ایں کرم بارِ دِگر کُن

سلامٌ علیک

حضورِ سیّدِ ہر دو سرا سلامٌ علیک
بذوق و شوق ہم از اصطفا سلامٌ علیک

بصد ہزار ادب و التجا سلامٌ علیک
زمن بَری بہ مدینہ صبا سلامٌ علیک

چنانکہ می بَرد اہلِ وفا سلامٌ علیک

حریمِ قدس میں دے حاضری بہ قلبِ صمیم
دکھا وفورِ ارادت پہونچ کے پیشِ حطیم

دعائیں مانگ بروئے مقامِ[1] ابراہیمؑ
رساں رساں بدرِ روضۂ رسولِ کریمؐ

بصد تضرّع زِ ما بینوا سلامٌ علیک

فدائے رحمتِ عالمؐ، نثارِ شانِ کرم
بذوق و شوق و دعا بر لب و بدیدہ نم

کئے ہی جا بہ ادب عرضِ مدّعا بہم
بروزِ عینِ توقّع کہ از گنہگارم

نہ رد کُنی بپذیری شہا سلامٌ علیک

جنونِ شوق میں شاید ابھی ہے کچھ خامی
ستا رہا ہے بہت دل کو رنجِ ناکامی

حمیدؔ کا نہیں تیرے سوا کوئی حامی
زخستہ عاجز و مسکین و ناتواں جامیؔ

رساں بحضرتِ او اے خدا سلامٌ علیک

---

[1] باب کعبہ کی سمت مقابل میں محلِ نشانِ قدم حضرت ابراہیمؑ ہے، جسکی نسبت قرآنِ کریم میں آیا ہے:-
"وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّی" (ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا ٹھکانہ بناؤ)۔۱۲

طیبہ نگری

جس دیس میں ہے اللہ کا گھر — وہ پیارے نبیؐ کا پیارا نگر
ہر شے ہے جہاں فردوس نظر — انوار کی بارش آٹھ پہر

مَن موہنی سُندر رہگذر ی
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

طیبہ کی بھری برساتوں میں — پُر نور، سہانی راتوں میں
آئینگے مزے دیہاتوں میں — دِن رین کٹیں گے باتوں میں

مٹ جائیگی یہ تڑپن سگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

کچھ حُسنِ نظر بڑھ جائے گا — کچھ رنگ تصوّر لائے گا
دل کیوں نہ حمیدؔ اترائے گا — جب اپنی مُرادیں پائے گا

حد سے ہے سوا سوزِ جگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری
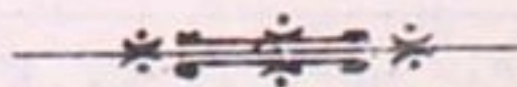
تو قُربِ کسے داری

پہچان گئے پردۂ در دیکھنے والے
اللہ کے محبوبؐ کا گھر دیکھنے والے

چھایا ہوا اک رنگ ہے، اک کیف ہے، اک نور
کیا چیز ہوئی پیشِ نظر دیکھنے والے

اس نور کے ٹکڑے[1] میں عجب جذب و اثر ہے
دیکھا ہی کریں شام و سحر دیکھنے والے

جلووں کا نگاہوں سے نہ ہو جائے تصادم
ہُشیار، خبردار، اُدھر دیکھنے والے

اعجازِ بصیرت بھی بصارت میں نہاں ہے
آئینے میں دیکھ اپنی نظر دیکھنے والے

جلووں کا وہ عالم، کہ ٹھہرتی نہیں نظریں
دیکھیں گے یونہی تجھ کو، مگر دیکھنے والے

ہوں پیشِ نظر روضۂ اقدس کے مناظر
دیکھیں مری نظروں سے اگر دیکھنے والے

---
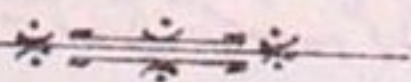
[1] اِس نظم میں اُن تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے جو روضۂ اطہر کے غلاف کا ایک ٹکڑہ دیکھ کر پیدا ہوئے۔ ۱۲

زائرانِ حرم کی آمد

خاکِ درِ رسولؐ کی دولت لیے ہوئے
آتے ہیں سب خزینۂ رحمت لیے ہوئے

گھر سے گئے تھے دیدۂ حسرت لیے ہوئے
آئے ہیں نورِ چشمِ بصیرت لیے ہوئے

کعبہ سے آ رہی ہے گھٹا جھومتی ہوئی
دامن میں اپنے بارشِ رحمت لیے ہوئے

آئی نسیمِ صبح عجب لطف و ناز سے
گلہائے باغِ طیبہ کی نکہت لیے ہوئے

آئے ہیں زائرانِ حرم آج اے حمید
دل میں سرور و کیفِ زیارت لیے ہوئے

دیکھے تو چشمِ خاص سے انکی طرف کوئی
کیا چیز ہے نگاہِ محبت لیے ہوئے

ہر اک نگاہِ شوق قدم چومنے لگی
آنکھیں جو ہیں جمالِ زیارت لیے ہوئے

کیوں اہلِ دل نہ فرطِ محبت سے چوم لیں
دستِ شوق کس کی ہیں نسبت لیے ہوئے

شاید غلافِ کعبہ سے اکثر ہوئی ہیں مس
آنکھیں ہیں ایک خاص لطافت لیے ہوئے

خاکِ درِ حبیبؐ کا دیکھے کوئی اثر
رخ ہے سرور و نورِ عبادت لیے ہوئے

محسوس ہو رہا ہے یہ لطفِ کلام سے
ہر سانس ہے پیامِ مسرت لیے ہوئے

نظارۂ حریمِ رسالتؐ کے فیض سے — دل کا ہر ایک گوشہ ہے جنّت لئے ہوئے

کیا جانئے کہ سجدے کئے ہیں کہاں کہاں — اِک نور ہے جبینِ عقیدت لئے ہوئے

ہر گوشۂ نگاہ کے قربان جایئے — ہے منظرِ حریمِ رسالتؐ لئے ہوئے

سچ پوچھئے تو اسکی ہمیں خود خبر نہیں — دل ہے جو اِک لطیف امانت لئے ہوئے

تشریف لائے مولوی اسلمؔ[1] بفضلِ حق — طیبہ سے دو جہان کی دولت لئے ہوئے

ہم بیکسوں کے واسطے بھی کیجئے دُعا — دل آپ کا ہے دردِ محبّت لئے ہوئے

حاضر درِ نبیؐ پہ جگرؔ[2] بھی ہوں اے خدا — آنکھوں میں جوشِ اشکِ ندامت لئے ہوئے

پہونچے درِ حبیبؐ پہ اے کاش پھر حمیدؔ — دردِ غمِ فراق کی لذّت لئے ہوئے

اِک آہ کھینچ کر یہ کہے "یا رسولِ پاکؐ"
آیا ہوں در پہ دردِ محبّت لئے ہوئے

---

[1] مخدوم و مکرم حضرت الحاج مولانا مولوی محمد اسلم صاحب فرنگی محلیؒ (افسوس ہے کہ اسوقت تک مولانا کی وفات کو بھی چند سال گزر گئے) ۔۱۲

[2] محترمی اُستاذی حضرتِ جگرؔ مرادآبادی مدظلہ العالیؒ (۱۹۵۳ء میں بفضلِ ایزدی شرفِ اندوزِ حج و زیارت ہو گئے) ۔۱۲ حمیدؔ

گدایانِ کوئے حرم

غلامانِ شاہِ اُممؐ آ رہے ہیں ۔۔۔ گدایانِ کوئے حرم آ رہے ہیں

گئے تھے گنہگار بن بن کے، لیکن ۔۔۔ سزاوارِ لطف و کرم آ رہے ہیں

زیارت کو بیتاب ہے دل یہ سُن کر ۔۔۔ مرے مُخلص و مُحترم آ رہے ہیں

تجھے اب تک اے دل یقیں کیوں نہیں ہے ۔۔۔ تری آرزو کی قسم آ رہے ہیں

پیئے ساغرِ زمزم و جامِ کوثر ۔۔۔ وُہی مست باکیف و کم آ رہے ہیں

ضیا بار آنکھیں ہیں، روشن جبینیں ۔۔۔ لئے نورِ صبحِ حرم آ رہے ہیں

فسردہ دلوں کیلئے "حاجی صاحبؒ" ۔۔۔ مثالِ نسیمِ کرم آ رہے ہیں

نظر رُوح پرور، قدم رہبرانہ ۔۔۔ بہ فیضانِ شاہِ اُممؐ آ رہے ہیں

اِدھر سے بھی باچشمِ نم ہی گئے تھے ۔۔۔ اُدھر سے بھی باچشمِ نم آ رہے ہیں

نثار اُنپہ کونین کی شادمانی ۔۔۔ جو دل میں لئے دردِ غم آ رہے ہیں

حمید اپنی آنکھوں سے بڑھ کر لگا لو

درِ پاک سے وہ قدم آ رہے ہیں

لہ یعنی مخدومی و محترمی حاجی محمد شفیع صاحب بجنوریؒ اور آپکے ہمراہیان کی آمد آمد میں ایک خاص جذبے سے متاثر ہو کر یہ نظم کہی گئی تھی۔ حاجی صاحبؒ ۱۹۵۱ء (۸ ذی الحجہ) کو ایامِ حج میں بحالتِ احرام کسی خاموش صدا پر "لبیک لبیک" کہتے ہوئے مکۂ مکرمہ ہی میں جنت مقام ہو گئے۔ مدفن جنت المعلیٰ میں ہے۔ ۱۲ حمید

اللہ کے گھر والے

کوئی عالم ہو رُک سکتے ہیں کیونکر دیکھنے والے
وہ آئے دیکھئے اللہ کا گھر دیکھنے والے

پسِ پردہ کوئی ہے جلوہ گستر دیکھنے والے
اُسی جانب کو دیکھے جا برابر دیکھنے والے

نہ ہوں کیوں دیکھ کر قربان تجھ پر دیکھنے والے
تری آنکھیں لئے ہیں خاص منظر دیکھنے والے

سراپا حسن بنکر آرہے ہیں زائرِ طیبہ
سنبھالیں اپنا اپنا قلبِ مضطر دیکھنے والے

قسم ہے تجھکو ذوقِ دید کی اتنا تو بتلادے
نظر آیا تھا کیا، کعبہ کے اندر دیکھنے والے

کوئی اسوقت محویت کی اک تصویر لے لیتا
تری آنکھیں تھیں جب حیران و ششدر دیکھنے والے

تری حیرت زدہ آنکھوں نے دیکھا کون سا جلوہ
حریمِ کعبہ کے پردے میں چھپکر دیکھنے والے

فرشتے سربسجدہ رہتے ہیں جس آستانے پر
وہ دیکھا تو نے گھر، اللہ اکبر دیکھنے والے

حریمِ پاک کے جس وقت پردے اٹھ رہے ہوں گے
وہ عالم تو نے دیکھا ہوگا کیونکر دیکھنے والے

تری جنت کو لے رضواں اگر دیکھیں تو کیا دیکھیں
مدینے کی بہشتِ روح پرور دیکھنے والے

اِدھر آ تیری آنکھوں کی بلائیں تو ذرا لیلوں
بہارِ گنبدِ خضرا کا منظر دیکھنے والے

مگر نقش و نگارِ بزمِ ہستی کس طرح دیکھیں
رسول اللہ ﷺ کا دربارِ انور دیکھنے والے

تصدق ربعِ مسکونکی لطافت تیری آنکھوں پر
چراغ و مسجد و محراب و منبر دیکھنے والے

خدا جانے یہ کیسا جذب ہے تیری نگاہوں میں
تجھے دیکھے ہی جاتے ہیں برابر دیکھنے والے

حمیدؔ اپنی غزل میں کھینچ دے نقشہ مدینے کا
تڑپ جائیں جسے سُنکر وہ منظر دیکھنے والے

صاحبِ دل جگر

"تمنائے اہلِ نظر بن کے آئے"

امیدوں کی شام و سحر بن کے آئے
نظر میں وہ حسنِ نظر بن کے آئے

پیامِ محبت اثر بن کے آئے
کہ موجِ نسیمِ سحر بن کے آئے

مداوائے دردِ جگر بن کے آئے
دعا بن کے آئے، اثر بن کے آئے

کسی کو بنایا ہلاکِ تمنا
کسی کے لئے چارہ گر بن کے آئے

لبوں پر درود اور نگاہوں میں مستی
ثنا خوانِ خیر البشر بن کے آئے

صبا جس سے ہے رسمِ پیغام جاری
اسی کے شریکِ سفر بن کے آئے

عجب شان سے طے ہوئی راہِ طیبہ
گئے شعلہ ساماں، شرر بن کے آئے

کسے ڈھونڈتی ہیں یہ مشتاق نظریں
جو آئے تو حیرت نگر بن کے آئے

زمانے کی پڑتی ہیں ان پر نگاہیں
کوئی چیز المختصر بن کے آئے

صلہ مل کے رہتا ہے ذوقِ طلب کا
وہ مقبولِ خیر البشر بن کے آئے

ہم ایسے تہی دامنوں کے لئے وہ
عطائے شہِ بحر و بر بن کے آئے

زہے اجرِ حسنِ نیاز و عقیدت
سراپا محبت جگر[ل] بن کے آئے

مبارک حمید ان کو یہ ہوش و مستی
بہت بے خبر، باخبر بن کے آئے

ل تہنیت مراجعت سفرِ حج مخدومی و محترمی استاذی حضرت جگر مرادآبادی مدظلہ - ۱۲ حمید

اہلاً و سہلاً

خوشا نگاہ کہ اُو بنگرد بہ شوقِ تمام
تجلّیِ حرم و روضۂ رسولِ انامؐ

سب اہلِ عشق جسے شہرِ حُسن کہتے ہیں
اُس ارضِ پاک پہ شام و سحر دُرود و سلام

جو خاص جلوہ گہِ رحمتِ دو عالمؐ ہے
جو خود خُدا کو بھی محبوب ہے وہ پاک مقام

زہے چمن کہ نسیمِ کرم جہاں ہر وقت
شمیمِ روضۂ اطہر لئے ہے محوِ خرام

نفس نفس میں وہ کیف و نشاط کا عالم
نظر نظر میں وہ انوارِ حُسن گام بگام

کوائفِ سفرِ حج سُنائیے تو سہی
دیارِ پاک میں کتنے دنوں رہا تھا قیام؟

جمالِ گنبدِ خضرا کے دیکھنے والے
ہمارے دیدۂ تر کا بھی کہہ دیا تھا پیام؟

مجھے بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھّا تھا؟
زباں پہ کیا کبھی آیا تھا اِس حقیر کا نام؟

حمیدؔ کے لئے کر دیجئے دُعا دل سے
درِ حضورؐ پہ حاضر ہو کاش پھر یہ غلام

خُدا دکھائے مجھے پھر مدینۃُ المحبوبؐ
بحقِّ خاصۂ خاصانِ انبیائے کرامؑ

بسلسلۂ تہنیت و واپسی محبّ گرامی شیدائے دیارِ پاکِ رحمۃ للعالمینؐ الحاج غلام زین العابدین صاحب از حرمین الشریفین سنہ ۱۹۶۴ء

خوش آمدید

خوشی سے ہر اک کیوں نہ آنکھیں بچھائے
کہ محمود صاحب[1] مدینے سے آئے

نظر میں حقائق کے جلوے چھپائے
محبّت کے زخموں کو دل سے لگائے

انھیں کی نگاہِ بصیرت سے پوچھو
جو منظر محبّت نے ان کو دکھائے

"فقیرِ محمدؐ"[2] کا دل جانتا ہے
خدا سے انھوں نے جو انعام پائے

حقیقت سفر کی وُہی جانتا ہے
قدم جو رہِ جستجو میں بڑھائے

مبارک ہو اُن مضطرب ہستیوں کو
جدائی کے صدمے جنھوں نے اٹھائے

بفضلِ خدائے نگہبانِ عالم
سفر سے بخیر الخیر تشریف لائے

اِدھر بھی نظر ہو ذرا بندہ پرور
نگہ میں یہ جلوے ہیں کس کے سمائے

زبانِ حقیقت سے فرمایئے کچھ
تصوّر رہی میں کاش کچھ لطف آئے

وہ محمود و مسعود آئے زمانہ
کہ پھر ربِّ کعبہ مدینے بلائے

حریمِ رسالتؐ میں ہو باریابی
دل اُسکے نظاروں سے تسکین پائے

---

[1] مخلص محبّاں الحاج حکیم محمود الرحمٰن خانصاحب پیلی بھیتی۔ [2] کرم فرمائے من جناب حاجی فقیر محمدؐ صاحب۔ ۱۲

بمہمانِ محترم

اے خوشا نصیب آئیں ہند میں "بہاء الدین"[1] کس قدر مدینے میں محترم ہے نام ان کا

ان کی میزبانی سے آج ہم مشرّف ہیں خاص ہم غریبوں پر ہے یہ فیض عام ان کا

رشکِ صد تمنّا ہے انکی یہ جواں بختی ہے جوارِ رحمت میں رات دن قیام ان کا

کیوں نہ ہو، مزوّر ہیں یہ حریمِ اقدس کے اللہ اللہ یہ رفعت، اور یہ مقام ان کا

مسکن و مقام ان کا ہے دیارِ محبوبی کیوں نہ دل کرے اپنا عزّت و احترام ان کا

ہر گھڑی حضوری کا ہے شرف انھیں حاصل سنتے ہیں رسول اللہ روز و شب پیام ان کا

آنکھ محوِ نظّارہ، لب پہ یادِ رسول اللہ حاصلِ عبادت ہے شغلِ صبح و شام ان کا

ہو غریب یا منعم، سب کو دیکھنا یکساں حسنِ خلق یہ ان کا، اور یہ لطفِ عام ان کا

زائرانِ طیبہ سے پوچھئے، حقیقت میں دیکھنے کے قابل ہے حسنِ انتظام ان کا

حاضرینِ مجلس کی التجائے غم سنئے صرف ایک حسرت ہے مختصر پیام ان کا

بارگاہِ حضرت میں حاضری ہو جب حاصل دل سے پیش فرمائیں ہدیہ سلام ان کا

دل بھی تو حمید اپنا اب نہیں کسی قابل
نذر انکی خدمت میں کیا کرے غلام ان کا

---

[1] یہ نظم مجسمۂ خلوص و محبت رئیس المزوّرین حضرت شیخ بہاء الدین صاحب مدنی مدظلہ کی تشریف آوری کے موقع پر ہوئی تھی، آپکی ہستی حقیقتاً ایک قابلِ قدر ہستی ہے، حسنِ اخلاق و وسعتِ مدارات کا اندازہ آپکے کاموں سے ہوتا ہے صبح سے شام تک مہمانوں کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں، زائرین کے قیام اور آرام و آسائش پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ ۱۲

مدینہ کے مسافر

(۱۹۳۴ء)

مسرت رقص میں ہے، ہر طرف عشرت کا ساماں ہے
سرور و وجد میں ہر ایک دل خود ہی غزلخواں ہے
چمکتا ہے جو ذرہ ذرہ، یہ کیا ہے، نورِ ایماں ہے
نگاہیں خیرہ ہیں جس سے وہ موجِ برقِ عرفاں ہے
فضائیں چھائی ہیں ہر سمت گویا جنّتیں بنکر
برسنے کو ہیں یہ کالی گھٹائیں رحمتیں بنکر

خدا کے نیک بندے ہم گنہگاروں میں آئے ہیں
خطائیں بخشوا کر پھر خطا کاروں میں آئے ہیں
لٹے ایماں کی دولت ہم سے ناداروں میں آئے ہیں
گلستاں چھوڑ کر یہ پھول پھر خاروں میں آئے ہیں
مدینے کے مسافر جانبِ ہندوستاں آئے
زہے نیرنگیِ قسمت، کہاں تھے اور کہاں آئے

عرب میں دیکھ آئے ہیں یہ نظّارہ حقیقت کا
انھوں نے موجزن دیکھا ہے سرچشمہ ہدایت کا
انھیں معلوم ہے ہر راز اسرارِ محبّت کا
انھوں نے غور سے دیکھا ہے اک اک بابِ فطرت کا
زہے قسمت کہ تھے اکبر میاں[1] بزمِ رسالتؐ میں
خوشا وقتے کہ جب تھے سایۂ دامانِ رحمت میں

وہ چشمِ شوق، جو دیکھے بہارِ گنبدِ خضرا
وہ چشمِ شوق، جو دیکھے رسول اللہؐ کا روضہ
وہ چشمِ شوق، نظّارہ کیا جس نے مدینے کا
وہ چشمِ شوق، دیکھا جس نے حسنِ جادۂ بطحا
وہ چشمِ شوق، کعبہ جس نے دیکھا ہے، اسے چومو
لطافت جذب کر لو آنکھ سے، اور وجد میں جھومو

---

[1] مخلص کرم گستر حاجی محمدؐ اکبر علی خاں صاحب۔ ۱۲ حمید

عرب کے میکدے سے پی کے آئے مے حقیقت کی ‌ ‌ گھٹائیں چھائی ہیں احمد علی[1] کے سر پہ رحمت کی
کیا حج، ہوگئیں طے منزلیں راہِ محبت کی ‌ ‌ مبارک اعظم[2] و بھابی[3] کو یہ دولت شفاعت کی

یہ دنیا ہو کہ جنت اب یہ بھابی سب تمہاری ہے
خدا کی ہوگئیں تم، تو خدائی اب تمہاری ہے

خدا اب فضلو[4] بھائی کو بھی یہ دن جلد دکھلائے ‌ ‌ دیارِ پاک میں باجی[5] کو بھی اللہ پہونچائے
عنایت کی نظر قاسم[6] پہ بھی اللہ فرمائے ‌ ‌ کمالِ جذبۂ الفت انھیں بھی جلد بلوائے

ادا ہو فرض حج کا، حاجیوں میں یہ بھی ہو جائیں
جو داغِ معصیت دامن پہ ہوں ان کے وہ دھو جائیں

یہاں جنت بداماں آمنہ[7] آنا مبارک ہو ‌ ‌ مے وحدت سے بھر کر زمزمی لانا مبارک ہو
مبارک ہو سرورِ سرمدی پانا مبارک ہو ‌ ‌ حریمِ مصطفےٰ میں پھر تمھیں جانا مبارک ہو

ثنا خوانی مری مقبول ہو گی مدعا بنکر
حمید اشعار میرے رنگ لائینگے دعا بنکر

---

[1] حبیبی و محبی حاجی حافظ قاری احمد علی خاں صاحب۔ ۱۲
[2] محبِ دلنواز مخلصم حاجی محمد اعظم علی خاں صاحب۔ ۱۲
[3] اہلیۂ حاجی محمد اعظم علی خاں صاحب۔ ۱۲
[4] شفیق مکرم جناب سید فضل حسین صاحب۔ ۱۲
[5] محترمہ ساجدہ خاتون صاحبہ۔ ۱۲
[6] عزیز گرامی قدر ابو القاسم خاں صاحب سلمہٗ۔ ۱۲
[7] رفیقۂ سفرِ حجاز، رہبرِ راہِ شوق و نیاز، محرمِ راز، نسیم ناز، حمید نواز، عزیزۂ قلبی آمنہ خاتون سلمہا۔ ص

جمالِ صورت و معنی بہ یمنِ ہمت تست ‌ ‌ کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد

الحمد للہ تعالیٰ کہ ۱۹۵۶ء میں الحاجہ ساجدہ خاتون صاحبہ و جناب سید فضل حسین صاحب اور ۱۹۶۰ء میں محب العزیز ابو القاسم خاں صاحب سلمہٗ بھی حج و زیارت کی دولت سے سرفراز ہو گئے۔ ۱۲

لالۂ صحرا

کی گلستاں نے دشت پیمائی — یعنی صحرا میں بھی بہار آئی

غیرِ ذی زرع[۱] وادی اور یہ باغ؟ — حُسنِ فطرت کی کارفرمائی

شانِ ترتیب سے نمایاں ہے — انتہائے کمال و دانائی

سرو و سنبل کی دو رنگ وہ قطار — وہ چمن بندیوں کی پہنائی

ہر طرف اہتمامِ ذوقِ نظر — ہر نظر محوِ گلشن آرائی

ہر روش، بوستانِ محبوبی — ہر شجر نو بہارِ زیبائی

نرگس و نسترن و لالہ و گل — نکہت و رنگ و حسن و رعنائی

اے زہے عالمِ گل افشانی — ہے فضا میں سرورِ صہبائی

گل بداماں ہیں صحنِ گلشن میں — لالہ رُخ دخترانِ صحرائی

دیکھ کر جلوہ ہائے رنگا رنگ — دل کی ہر چوٹ پھر اُبھر آئی

باغ سارا سدا بہار رہے — بہمہ دلکشی و زیبائی

تہنیت خواں ہے صدقِ دل سے حمید
باُمیدِ قبولِ فرمائی

---

۱ وادیِ غیرذی زرع میں وارزقھم من الثمرات کی دعا کی قبولیت کا روح نواز و نگاہ پرور اثر مکہ مکرمہ کے ایک باغ میں دیکھ کر اور پھر اُس کے گل و لالہ سے دل کی ہر چوٹ کس طرح اُبھر آئی اس کا اندازہ اس نظم سے کیجیے۔ ۱۲ حمید

آستانۂ عالیہ مجدّدیہ سرہند شریف

سُرور افزا فضا "سرہند" کی معلوم ہوتی ہے
یہاں کی زندگی میں زندگی معلوم ہوتی ہے

کشش ایسی کہیں بھی دیکھنے سُننے میں کب آئی
کبھی محسوس ہوتی ہے، کبھی معلوم ہوتی ہے

فضا معمور ہے یوں حُسن کے جلوؤں کی کثرت سے
کہ ہر ذرّے کو جیسے آگہی معلوم ہوتی ہے

یہاں کا ذرّہ ذرّہ دے رہا ہے درسِ رُوحانی
سُکونِ قلب کی سی خامُشی معلوم ہوتی ہے

تجلّی ضَو فگن ہے بالیقیں ماہِ رسالتؐ کی
کہ دِن میں چاندنی چھٹکی ہوئی معلوم ہوتی ہے

تصرّف ہے یہ سیرت کا، تجلّی ہے یہ سُنّت کی
جھلک بالکل دیارِ پاک کی معلوم ہوتی ہے

وُہی جمعیّتِ خاطر، وُہی انوار کی بارش
مدینے کی سی جیسے حاضری معلوم ہوتی ہے

مسرّت خیز ہے موجِ ہوا کی شبنم افشانی
شگفتہ آج کچھ دل کی کلی معلوم ہوتی ہے

یہاں راہیں دِکھائی جاتی ہیں گُم کردہ راہوں کو
یہاں آکر خودی بھی بیخودی معلوم ہوتی ہے

زمیں سے آسماں تک موجزن ہے نور کا دریا
فضا میں روشنی ہی روشنی معلوم ہوتی ہے

شُعاعیں عکس افگن ہیں کسی کے جلوۂ رُخ کی
دلِ تاریک میں تابندگی معلوم ہوتی ہے

سُکونِ قلبِ مُضطر ہے، نشاطِ رُوح پرور ہے
حقیقت میں یہ "جنّت کی گلی" معلوم ہوتی ہے

سُرور و کیف سے از خود ہوئی جاتی ہیں بند آنکھیں
پہونچتے ہی یہاں کچھ نیند سی معلوم ہوتی ہے

زبانِ حال سے بھی شرح جس کی ہو نہیں سکتی
کوئی مخصوص ایسی بات بھی معلوم ہوتی ہے

کچھ ایسا مُطمئن ہے جذبۂ بے اختیارِ دل
اسی در کی مجھے نسبت قوی معلوم ہوتی ہے

مزارِ "حضرتِ معصومؓ" کے جلوؤں کا کیا کہنا
اُدھر اک بات کوئی دوسری معلوم ہوتی ہے

حمیدؔ اللہُ اکبر کس قدر شانِ جلالت ہے
دُعا کرتے ہوئے بھی کپکپی معلوم ہوتی ہے

بر آستانۂ خضرِ طریقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادی

لیکے آئی ہے کہاں یہ میری حیرانی مجھے
گم کئے دیتی ہے جلوؤں کی فراوانی مجھے

ہو بہو "سرہند" کا نقشہ ہے میرے سامنے
منظرِ اوّل بنا ہے منظرِ ثانی مجھے

میں کہاں "گنج مرادآباد کا روضہ" کہاں
کھینچ لایا ہے یہاں تک فضلِ رحمانی مجھے

اور بھی اکثر مزاروں پر ہوئی ہے حاضری
لیکن ایسی تو نظر آئی نہ "تابانی" مجھے

دل میں استغنا کی دولت سر میں سودائے طلب
کچھ تو پہونچا ہے اُدھر سے فیضِ رُوحانی مجھے

شعر پڑھ پڑھ کر ترے مستوں نے کیف و حال نے
کر دیا بے ساختہ محوِ غزلخوانی مجھے

کیا بیاں ہوں مسجد و محراب و منبر کے صفات
خود بخود یاد آگئی "محرابِ عثمانی" مجھے

اللہ اللہ کیا فضائے نور و نکہت ہے یہاں
ہے مرادِ دل، مزارِ فضلِ رحمانی مجھے

کیجئے میری سفارش بھی ذرا "احمد میاں"
اک نظر بس دیکھ لے محبوبِ سبحانی مجھے

منتشر شیرازۂ دل کی تسلی کیلئے
ہے بہت اُن گیسوؤں کی مشک افشانی مجھے

اک نظر درکار ہے اے چارہ سازِ دردِ دل
عالمِ افکار میں کیوں ہو پریشانی مجھے

منظرِ طیبہ کی دل میں آرزو رکھتا ہوں میں
اس زیارت سے ملے اُس در کی دربانی مجھے

گرچہ اس قابل نہیں ہوں پھر بھی حسرت ہے یہی
فیض حضرت سے ملے وہ بزمِ نورانی مجھے

واقعاتِ حالِ دل کیونکر کہوں میں اے حمید
سنگِ در سے سر اُٹھانے دے تو پیشانی مجھے

الاسماءُ المنظومہ لِنبی الرّحمۃ

اے اسمِ تو حرزِ جانِ عُشّاق
اے ذکرِ تو نورِ قلب و دیدہ

(حضرتِ جگرؔ مُرادآبادیؒ)

تعارف

از حضرت الحاج شفاء الملک حکیم حافظ خواجہ شمس الدین احمد صاحب

صدیقِ محترم زائرِ حرم جناب حمید صدیقی لکھنوی جن کا وظیفۂ زندگی و مشغلۂ شاعری سرکارِ مدینہ و حرمِ پاکِ مدینہ کی ثنا خوانی و مدح طرازی ہے۔ ان کا جدید کارنامہ یہ ہے کہ اسمائے نبویہ کو انھوں نے منظوم کرکے ہمارے سامنے پیش کیا ہے' ان کا یہ کارنامہ جو ہمارے علم میں اولیت کا بھی شرف رکھتا ہے واقعی اس قابل ہے کہ ہم اس پر انکی خدمت میں تہنیت و تبریک پیش کریں' بظاہر اُن کے ایسے قادر الکلام اور سخن گوئے باکمال کیلئے اسمائے شریفہ کو سلکِ نظم میں منسلک کردینا چنداں دشوار امر نہیں معلوم ہوتا لیکن انکی پوری نظم کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کس حسن و خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ وہ اس فرض سے عہدہ بر آ ہوئے ہیں جس کو حقیقت شناس ہی جان سکتے ہیں کہ کس قدر دشوار فرض تھا جسے انھوں نے اپنے ذمہ لیا تھا جس طرح بکھرے جواہرات کو تاجِ شاہی میں سلیقہ اور نفاست سے جڑنا ہر صنعت ساز کا کام نہیں ہوسکتا' اسی طرح کسی عروض داں شاعر کا (خواہ وہ کسی قدر باکمال کیوں نہو) یہ حوصلہ نہیں ہوسکتا کہ وہ صدہا اسمائے نبویہ کو سلکِ نظم میں منسلک کرسکے تاوقتیکہ تائیدِ ربانی اسکے شاملِ حال نہو اور وہ قواعدِ عروض کی پابندی کے ساتھ تناسبِ اسماء کا پورا لحاظ اور ان کو موقع و محل سے جمع کرنے اور سلاست و روانی نظم کو قائم رکھنے کا التزام نہ کرلے۔

جناب حمید صاحب جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شیفتگیٔ پنہاں و محبتِ آشکارا کی نعمتِ لازوال سے مالا مال ہیں مؤیّد من اللہ ہیں اسی لئے وہ کام کرجاتے ہیں جو ہر ایک سے نہیں ہوسکتا۔۔۔

وَذَالِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

کیمیائیست عجب بندگیِ پیرِ مغاں

خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند

ان کی نعتوں اور مدحیہ نظموں کی دنیا میں دھوم ہے، ہندوستان و پاکستان بلکہ حجاز میں بھی ہر طرف ان کی شہرت ہے، اہلِ محبت انکی نغمہ طرازیوں سے روحِ مسرت و سکینت حاصل کرتے ہیں اور اہلِ ایمان افزائش ایمان کی دولت بہم پہونچاتے ہیں، مگر مقبولیت اور ہمہ گیر اثر شاعری کا نہیں، بلکہ اُن کے صدقِ محبت و جذباتِ عقیدت کا ہے۔ ؎

کوثر و تسنیم کز لبہائے من جوشد چناں ؛ اجرِ خدمتہاست کز پیرِ مغانم دادہ اند

سچ یہ ہے کہ جس نے ممدوحِ خدا کی دل سے مدح کی وہ کبھی محروم نہیں رہا، بلکہ دنیا و دین میں ایسا کچھ اُس کو ملا کہ مالا مال ہو گیا۔ حضرتِ حسان ابنِ ثابتؓ کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روبرو منبر پر کھڑا کرتے اور اُن کے لئے دعا فرماتے کہ: "اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسْ" وہ تو خیر صحابیِ جلیل القدر تھے، کعب ابنِ زہیرؓ جو اپنی شاعرانہ گستاخیوں اور بے ادبیوں کے جرم میں واجب القتل قرار دیے جا چکے تھے، جب دربارِ نبوی میں دفعتًا معذرت خواہ ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" شروع کر دیتے ہیں، اور جب یہ شعر پڑھتے ہیں:۔ ؎

اِنَّ النَّبِیَّ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ

مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

تو حضورِ انور خوش ہو کر اپنی چادرِ مبارک اُتار کر اُن کو مرحمت فرما دیتے ہیں۔

صاحبِ قصیدۂ بردہ نے جب فالج میں مبتلا ہو کر مدحیہ قصیدہ تحریر کیا، تو حضورِ انور خواب میں اُن کے پاس تشریف لائے اور اپنا دستِ مبارک اُن کے بدن پر پھیرا، اور اُسی وقت وہ اچھے ہو گئے۔

اِس طرح کے بیشمار واقعات ہیں کہاں تک بیان کئے جائیں۔ جنابِ حمید صاحب کے نعتیہ کلام کی

قبولیتِ عامہ خود اس کی دلیل ہے کہ وہ عند اللہ و عند الرسول مقبول ہے۔ "مَا رَآہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ"۔ ان پر یہی کرم کیا کم ہے کہ باوجود ظاہری بے سروسامانی کے تقریباً ہر سال بُلائے جاتے ہیں، اور حرم نبویؐ میں حاضری کا شرف پاتے ہیں۔ انکی نعتیہ نظمیں انکے جذباتِ شوق و محبت کی کھُلی ہوئی ترجمانی کرتی ہیں، اور ایک بڑی خصوصیت ان کی نظموں کی یہ ہوتی ہے کہ وہ غُلو، مُبالغہ اور دوسری بے اعتدالیوں سے پاک ہوتی ہیں۔

جناب حمید صاحب کے نعتیہ کلام کے متعلق ہم نے جن جذبات اور خیالات کا اظہار کیا ہے ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کو تملّق اور خوشامد پر محمول کریں، مگر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جیسے عالی مرتبت بُزرگ کے متعلق کیا کہیں گے، جو حمید صاحب کو اپنے خطوط میں "حامد النبیؐ" اور "مدّاح النبیؐ" کے القاب کے ساتھ یاد فرماتے تھے، اور ایک مکتوب مؤرخہ ۱۴ فروری ۴۹ء میں تحریر فرماتے ہیں:——

"آپ اس زمانہ میں بحمد اللہ ہر قصہ سے الگ رہ کر اپنے عشق کی رہنمائی میں محبت کی وادیوں کو طے فرما رہے ہیں۔ سچ فرمایا ہے مولانا معنویؒ نے:۔ ؎

شاد باش، اے عشقِ خوش سودائے ما ٭ وے طبیبِ جُملہ علّتہائے ما

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما ٭ اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

جس کی ایک زندہ مثال آپ کی ہے۔ دُنیا میں کیا ہو رہا ہے، کدھر جا رہی ہے، کچھ بحث نہیں۔ بھائی صاحب یاد رکھئے لسان الغیبؒ کی اس بشارت کو:۔ ؎

سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد ٭ کہ بر درِ کرمش کس دژم نخواہد ماند

الحمد للہ کہ آپکے عشق نے زمانہ و زمانیات سے آپ کو بلند و برتر کر دیا ہے عقل کی بات بھی یہی ہے۔ ؏

"اہلِ نظر دو عالم در یک نظر بباز ند"

ایک دوسرے مکتوب مؤرخہ ۲۳ جولائی ۵۳ء میں ان کو تحریر فرماتے ہیں کہ:——

"آپ آج نعتیہ شاعری کے امام کی حیثیت سے مُلک کے طول وعرض میں چھائے جاتے ہیں"۔

تیسرے مکتوب مؤرخہ ۲۹ اپریل ۱۹۴۷ء میں ایک عجیب لطیفہ تحریر فرمایا ہے :-

"نام میں آپ کے اُس نام کا عکس پڑ رہا ہے جن کو اہلِ زمین میں محمدؐ اور آسمان والوں میں احمدؐ کے نام سے پکارا گیا اور پکارا جا رہا ہے اور پکارا جائے گا ابد تک پکارا جائے گا، جس کے لِواء کا نام "لوائے حمد" اور جس کی اُمت کا نام "حمّادون" رکھا گیا ہے رشک آتا ہے حمید کے اس نام پر کہ اس میں کتنا بڑا حصہ ان مُقدس اسماء کا شریک ہو گیا ہے"۔

اسی طرح حضرت الحاج مولانا محمد صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی لکھنوی (بہ دورانِ قیام ڈھاکہ) اپنے ایک منظوم مکتوب محبت مؤرخہ یکم جنوری ۱۹۵۹ء میں تحریر فرماتے ہیں۔ ؎

خدا آپ کو شاد رکھے حمید ؛ نوازے ہمیشہ بہ لُطفِ مزید
صحت، عافیت اور مسرت ملے ؛ یہاں اور عُقبیٰ میں عزت ملے
حمید ایسے مشہور امامِ سخن ؛ مہکتا ہے جنکے سخن سے چمن
جو ہیں نعت گوئی میں یکتائے عصر ؛ احبّا کو ہے ذات پر جن کی فخر
وہ حاجی و زائر، وحیدِ زماں ؛ مدینے کے آقاؐ کے وہ مدح خواں
وہ وصّاف و نعماتِ خیرالانامؐ ؛ علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام
وہ شیدائے محبوبِ پروردگار ؛ وہ جامیؒ و محسنؒ کی اِک یادگار
وہ حسّانؓ کے ہمزباں ہم بیاں ؛ مدینے کے مقبول اِک میہماں

وُہی مایۂ فخر و نازش حمید
دعاؤں کا طالب ہے جن سے شہید

حقیقت یہ ہے کہ نعت گوئی اُسی کے لئے زیبا ہے جس کا دل سرکارِ دو عالمؐ کے عشق و محبت سے سرشار ہے

اور اسی کی نعت دلوں پر اثر کرتی ہے، مگر یہ دولت اللہ کے خاص بندوں ہی کو عطا ہوتی ہے ـــــ
بقول حضرت خواجہ عزیز لکھنوی۔ ؎

دہد حق عشقِ احمدؐ بندگانِ چیدۂ خود را ٭ بخاصاں شاہ می بخشد مئے نوشیدۂ خود را

اسمائے نبویہ کے انتخاب میں بھی جناب حمید صاحب نے بہت احتیاط کی ہے، اور مدینۂ طیبہ کے علمائے اعلام سے اُن کی تحقیق و تصحیح کر لی ہے۔

اسمائے نبویہ میں دو نام تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم ذات ہیں، باقی اسمائے صفات ہیں۔
اسم ذات محمدؐ اور احمدؐ ہیں اور دونوں قرآن کریم میں ہیں۔ محمدؐ وہ نام ہے جو آپؐ کے جدِ امجد سردارِ قریش عبد المطلب نے رکھا تھا اور اسی نام کے ساتھ آپؐ مشہور ہوئے۔ محمدؐ کے معنی ہیں بیحد تعریف کیا گیا، اور آپؐ اسکے صحیح مصداق تھے۔ آپؐ سے بڑھ کر کسی مخلوق کی تعریف نہیں ہوئی۔ اللہ نے آپؐ کی مدح کی، اُسکے فرشتوں نے اور اُسکے پیغمبروں نے اور اُس کی مخلوق نے آپؐ کی مدح کی، اور یہ مدح سرائی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، بلکہ قیامت میں بھی سب آپؐ کی مدح کریں گے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ عرب میں یہ نام کسی کا نہیں ہوا، البتہ ولادتِ باسعادت سے چند سال پہلے چونکہ یہ مشہور ہو گیا تھا کہ اِس نام کے ایک پیغمبر عنقریب ظاہر ہوں گے، اِسلئے بعض لوگوں نے اپنے اپنے لڑکوں کے نام محمدؐ رکھے تھے کہ شاید یہ شرف اُن کو حاصل ہو جائے۔ اُن کی تعداد چھ تھی، مگر ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ یہ نام محمود سے مشتق ہے، جو حق تعالیٰ کا نام ہے ـــــ حضرت حسانؓ فرماتے ہیں۔ ؎

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ بِاِسْمِهٖ ٭ اِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ مَا يُجِلُّهٗ ٭ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدُ

دوسرا اسم ذات حضرت کا احمدؐ ہے جس کے معنی ہیں سب سے زیادہ حمد کرنیوالے۔ اور حقیقت ہے کہ

کسی نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد نہ آپؐ سے بڑھ کر کی ہے نہ آیندہ کر سکے گا، قیامت میں آپؐ کو لوائے حمد عطا ہو گا اور شفاعتِ خلق کے لئے جب آپؐ سجدے میں جائینگے تو حق جلّ وعلا کی ایسی حمد کرینگے کہ اسکے پہلے کسی مخلوق نے اسکی ایسی حمد نہ کی ہوگی، اور جب آپؐ کی شفاعت قبول ہوگی تو سب آپؐ کی اسوقت حمد و ثنا کرینگے اور یہی "مقامِ محمود" ہے جس کے ملنے کا آپؐ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

انبیائے سابقین میں آپ کا یہی نام معروف تھا، اور کتبِ سماویہ میں بھی یہی نام مذکور ہے، اور اسی نام سے بشارتیں دی گئی ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے بنی اسرائیل کو اسی نام سے بشارت دی ہے:۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔

اور یہ بھی آپؐ کی رسالت کی ایک دلیل ہے کہ یہ نام آپؐ سے پہلے کسی کا نہیں ہوا، بہر حال محمدؐ اور احمدؐ دونوں نام آپؐ کے بمنزلہ اسم ذات ہیں، اور دونوں سے آپؐ کی کمالِ عظمت کا اظہار ہوتا ہے، اور اہلِ محبت و ایمان کے لئے دونوں حرزِ جان اور قوتِ روح ہیں۔ ؎

چو نام این است نام آور چہ باشد ✣ مکرّم تر بود از ہر چہ باشد
چہ نام است ایں کہ در دیوانِ ہستی ✣ بر و نگرفتہ نامے پیش دستی
زبانم چوں ازو حرفے بر آید ✣ دل و جانم ز لذت پر بر آید

(جامیؒ)

آپؐ کے نام نامی کا تو وہ مرتبہ تھا کہ اگر مُردے پر پڑھ کر دم کیا جاتا تو مُردہ جی اُٹھتا، مگر چونکہ مصلحت کا تقاضا نہ تھا، ایسا نہیں ہوا، صاحب قصیدۂ بردہ فرماتے ہیں۔ ؎

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَہٗ اٰیَاتُہٗ عِظَمًا ✣ اَحْیٰی اسْمُہٗ حِیْنَ یُدْعٰی دَارِسَ الرِّمَمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ

آپؐ کے اسمائے صفات کا محدود اور معین کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ مبنی ان کا آپؐ کے صفات و افعال ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کی ذاتِ قدسی کو جامع صفاتِ جمال و جلال کیا تھا، اور آپؐ کی خلقت میں محامد اخلاق و محاسن افعال اتنے اور ایسے ودیعت کر دیے تھے جو انسان کے احاطۂ علم سے باہر تھے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ تاہم قرآن کریم اور کتب سماویہ و اطلاق امت سے جو اسمائے شریفہ معین ہو سکے اُن کی تعداد بھی کم از کم تین چار سو کے قریب ہے۔ اور کمالِ عظمت آپؐ کی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بہت سے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ آپ کو متصف کیا ہے۔ مثلاً:۔ رَؤُفٌ رَحِیْمٌ، کَرِیْمٌ، حَقٌّ، مُبِیْنٌ، نُوْرٌ، عَظِیْمٌ، شَھِیْدٌ، خَبِیْرٌ، شَکُوْرٌ، عَلِیْمٌ، اَوَّلُ، اٰخِرُ، قَوِیٌّ، وَلِیٌّ، مَوْلٰی، عَفُوٌّ، مُؤْمِنٌ، مُھَیْمِنٌ، عَزِیْزٌ، بَشِیْرٌ، نَذِیْرٌ۔

قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں لکھا ہے کہ میں نے شمار کیا تو تیس نام ملے، قرآن کریم میں اور انبیاء کو بھی اپنے اسماء سے متصف کیا ہے مگر کسی کو دو سے زیادہ کے ساتھ متصف نہیں کیا۔ انکے علاوہ قرآنِ کریم میں آپؐ کے القاب و اوصاف بھی بکثرت ملتے ہیں، جیسے:۔ مُزَّمِّلٌ، مُدَّثِّرٌ، سِرَاجٌ مُّنِیْرٌ، دَاعِیَ اللہِ، دَاعِی اِلَی اللہِ، اَمِیْنٌ، خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ، صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ، نَجْمٌ ثَاقِبٌ، اَلرَّسُوْلُ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ، نِعْمَۃُ اللہِ، رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ، بُرْھَانٌ، قَدَمُ صِدْقٍ، حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ، یٰسٓ، طٰہٰ، عَبْدُ اللہِ۔

آپؐ کے اسمائے صفات جو سابق علمائے امت پوری تحقیق و نظر کے بعد مدون کر چکے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی اسماء ہوں جو معلوم نہ ہو سکے ہوں لیکن اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے یا مرضی سے آپؐ کے اسماء کا اضافہ کر سکے۔ آپؐ کے اسمائے شریفہ اسماء الٰہیہ کے بعد کل اسماء سے افضل و اشرف ہیں۔ اسماء کا شرف مسمیات سے ہوتا ہے، اور آپؐ چونکہ اللہ کے بعد اُس کی جملہ مخلوقات سے

اشرف اور افضل ہیں، اسلئے آپؐ کے اسماء بھی کُل اسماء سے اشرف اور افضل ہیں ۔۔۔۔ اسماء کو مُسمّیات سے انتساب قوی ہوتا ہے، اور وہ مُسمّیات کیلئے دلائل اور مُعرّفات ہوتے ہیں۔ اسماء کی تعظیم مُسمّیات کی تعظیم اور اسماء کی محبّت مُسمّیات کی محبّت ہے۔ لہٰذا جو حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عشق و محبّت رکھتا ہے وہ آپؐ کے ناموں سے بھی عشق و محبّت رکھے گا، اور جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت کرتا ہے وہ آپؐ کے ناموں کی عظمت کو بھی اپنا فرض سمجھے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر اُس چیز میں عظمت اور برکت ودیعت رکھی ہے جو اُسکے حبیب اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے علاقہ، انتساب رکھتی ہے۔ پس کیا ٹھکانا ہے اُس عظمت و بزرگی کا اور اُن دینی اور دُنیاوی برکتوں کا جو آپؐ کے اسمائے شریفہ کو حاصل ہیں۔ ہر اہلِ ایمان کا تو فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اِن کو حفظ کرے، اور ان کے معانی کو سمجھ لے اور ان کا وِرد رکھے، پھر اُس کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا آپؐ کی ذاتِ اقدس مع صفاتِ کمالیہ کے اُس کی نگاہ کے سامنے ہے۔ اور اس وِرد کے پہلے اور اسکے بعد خلوصِ دل سے بکثرت دُرود شریف پڑھے، خدا نے چاہا تو تجلّیاتِ اسماء کے پرتو سے اسکے قلب کو نور و سُرور حاصل ہوگا، اور برکاتِ عجیبہ ظاہر ہوں گی۔ اشعار کو حفظ کر لینا آسان ہے لہٰذا دُعائے خیر کیجئے جناب حمید صاحب کیلئے کہ ان کی سعی و توجہ سے اسمائے شریفہ منظوم ہو گئے۔ اور راقم الحروف گنہگار کے لئے بھی جس کا یہ تو مُنہ نہ تھا کہ ممدوحِ خدا کی مدح کر سکے، ان کے مدّاح کی ثناخوانی ہی کو اسنے کسبِ سعادت کا وسیلہ کر لیا۔ ؎

ملتے ہیں تیرے چاہنے والے میں تیرے رنگ ✽ جو تجھ پہ مِٹ گیا مجھے اُسنے مِٹا دیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَاحِبِ اَجَلِّ الْاَسْمَآءِ وَاَعْلَی الصِّفَاتِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
ذَوِی الْحَسَنَاتِ وَالْبَرَکَاتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
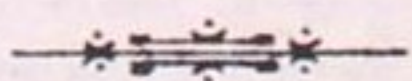
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ هُوَ فِى السَّمَآءِ مَحْمُوْدٌ وَفِى الْاَرْضِ سَيِّدِنَا

مُحَمَّدٌ اَحْمَدُ مَحْمُوْدٌ حَامِدٌ	شَهِيْدٌ اَشْهَدُ مَشْهُوْدٌ شَاهِدٌ
مُشَفَّعٌ مُصْطَفٰى مُخْتَارٌ قَاسِمٌ	مُجَابٌ مُجْتَبٰى مَامُوْنٌ عَالِمٌ
مُطَاعٌ مُّقْتَفِىْ اُمِّيٌّ شَافِىْ	مُطِيْعٌ مُكْتَفِىْ مَقْصُوْدٌ كَافِىْ
مُقَدَّسٌ مُقْتَصِدٌ مَعْلُوْمٌ نَاهِىْ	قَوِيٌّ قَيِّمٌ مِصْبَاحٌ مَاحِىْ
مُبَلِّغٌ بَالِغٌ مُصْلِحٌ مُزَكِّىْ	اَبُوالطَّيِّبِ اَبُوالطَّاهِرِ مُقَفِّىْ
عَزِيْزٌ صَاحِبُ الْبُرْهَانِ مُنْجِىْ	هُدًى وَّالْهَادِىْ مَهْدِيٌّ مُهْدِىْ
مَكِيْنٌ صَاحِبُ السُّلْطَانِ اٰمِرٌ	مُضِيٌّ مُسْتَنَارٌ نُوْرٌ بَاهِرٌ
وَصُوْلٌ صَاحِبُ الْمِعْرَاجِ كَامِلٌ	اَصِيْلٌ مُّوْصِلٌ مَّوْصُوْلٌ وَّاصِلٌ
نَصِيْرٌ اَنْصَرُ مَنْصُوْرٌ نَاصِرٌ	مَلِيْحٌ مُحْسِنٌ مَّنْظُوْرٌ نَاظِرٌ
بَشِيْرٌ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى مُبَشِّرٌ	نَذِيْرٌ مُنْذِرٌ ذَاكِرٌ مُذَكِّرٌ
وَكِيْلٌ مُنْتَقٰى مِفْتَاحٌ فَاتِحٌ	كَفِيْلٌ صَاحِبُ الْاٰيَاتِ صَالِحٌ
غِيَاثٌ غَوْثٌ مَدْعُوٌّ مُقَدَّمٌ	مُغِيْثٌ غَيْثٌ ذُوْعِزٍّ مُكَرَّمٌ
نَبِيُّ الرَّحْمَةِ اِكْلِيْلٌ مُؤْمِنٌ	رَسُوْلُ الرَّاحَةِ مُحْيِىْ مُهَيْمِنٌ
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ نَجْمٌ ثَاقِبٌ	نَبِيُّ اللهِ كَنْزُاللهِ عَاقِبٌ

صَفِيُّ اللهِ عَيْنُ الْغُرِّ سَابِقٌ	نَجِيُّ اللهِ رُوْحُ اللهِ سَائِقٌ
وَجِيْهٌ نِعْمَةُ اللهِ صَفْوَةُ اللهِ	عَفُوٌّ عِصْمَةُ اللهِ حُجَّةُ اللهِ
صِرَاطُ اللهِ ذِكْرُ اللهِ حَفِيٌّ	كَرِيْمُ اللهِ رُوْحُ اللهِ وَلِيٌّ
خَلِيْلُ اللهِ عَبْدُ اللهِ مَتِيْنٌ	مُمِدٌّ عَيْنُ الْاَعْيَانِ مُعِيْنٌ
حَبِيْبُ اللهِ نَبِيُّ اللهِ حَسِيْبٌ	اَمِيْنُ اللهِ سَعْدُ اللهِ حَبِيْبٌ
وَلِيُّ اللهِ سِرَاجُ السَّالِكِيْنَا	نَبِيُّ اللهِ اِمَامُ الْمُتَّقِيْنَا
نَبِيُّ التَّوْبَةِ طَيِّبٌ حَلِيْمٌ	عَظِيْمُ الْخُلُقِ ذُوْمَجْدٍ كَرِيْمٌ
نَبِيُّ الْخَاتَمِ نُوْرُ الظَّلَامِ	خَلِيْقٌ مُوْنِسٌ خَيْرُ الْمَقَامِ
شَفِيْعُ الْاُمَّةِ خَيْرُ الْاَنَامِ	سِرَاجُ الظُّلْمَةِ بَدْرُ التَّمَامِ
رَسُوْلُ الْخَاتَمِ قَمَرُ التَّمَامِ	سِرَاجُ الظُّلَمِ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ
نَبِيٌّ صَاحِبُ الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ	مُقِيْمُ السُّنَّةِ عَيْنُ النَّعِيْمِ
طَهِيْرٌ طَاهِرٌ اَطْهَرُ مُطَهَّرٌ	سَخِيٌّ مُعْطِيٌّ سَاقِيِّ كَوْثَرٌ
شَفِيْقٌ صَاحِبٌ سَيِّدٌ مُجِيْبٌ	فَصِيْحٌ نَاطِقٌ جَامِعٌ خَطِيْبٌ
ظَهِيْرٌ ظَاهِرٌ اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ	مُنَوَّرٌ لَامِعٌ اَنْوَرُ مِنَ الشَّمْسِ
مُفَضَّلٌ اَفْضَلُ ذُوالْفَضْلِ فَاضِلٌ	سَئُوْلٌ طَالِبٌ مَسْئُوْلٌ سَائِلٌ
نَقِيٌّ مُتَّقِيٌّ اَتْقٰى تَقِيٌّ	مَبَرٌّ بَرٌّ مَبْرُوْرٌ بَرِيٌّ

لَطِيْفُ الرُّوْحِ ذُوالْوَجْهِ الْجَمِيْلِ	ضِيَاءُ اللّٰهِ مِصْبَاحُ السَّبِيْلِ
اَحِيْدٌ صَاحِبُ السَّيْفِ شَجِيْعٌ	وَحِيْدٌ صَاحِبُ التَّاجِ رَفِيْعٌ
رَسُوْلٌ مُّرْسَلٌ عَلَمُ الْيَقِيْنِ	اَبُوالْقَاسِمِ اِمَامُ الْقِبْلَتَيْنِ
مُصَدِّقٌ صَادِقٌ صِدْقٌ اَمِيْنٌ	رَءُوْفٌ رَحْمَةٌ حَقٌّ مُّبِيْنٌ
عَقِيْلٌ حَاكِمٌ عَاقِلٌ رَئِيْسٌ	حَكِيْمٌ عَارِفٌ قَابِلٌ اَنِيْسٌ
مُصَلٍّ شَاكِرٌ مَّشْفُوْعٌ صَائِمٌ	مُوَحِّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ قَائِمٌ
حَرِيْصٌ اُذُنُ خَيْرٍ اَعْظَمُ الْخَلْقِ	رَحِيْمٌ قَدَمُ صِدْقٍ اَكْرَمُ الْخَلْقِ
مُضِيْفٌ وَاهِبٌ دَاعِيْ اَجِيْرٌ	رَسُوْلُ اللّٰهِ مَعْرُوْفٌ شَهِيْرٌ
هُوَالْمُزَّمِّلُ يٰسٓ طٰهٰ	هُوَالْمُدَّثِّرُ حٰمٓ بُشْرٰى
شَرِيْفٌ قَائِدُ الْخَيْرِ وَسِيْمٌ	حَشِيْمٌ فَاتِحُ الْبِرِّ جَسِيْمٌ

اِمَامٌ كَاشِفُ الْغُمَّةِ سَعِيْدٌ
اَمِيْرٌ صَاحِبُ الْحُجَّةِ حَمِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا اٰمَنَّا بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَرَهُ فَمَتِّعْنَا فِي الدَّارَيْنِ بِرُؤْيَتِهٖ وَثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى مَحَبَّتِهٖ وَاسْتَعْمِلْنَا عَلٰى سُنَّتِهٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهِ النَّاجِيَةِ وَحِزْبِهِ الْمُفْلِحِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

عرضِ غلامی

ابھی کچھ کچھ ہے ذوقِ غم میں خامی
فغانِ تلخ تر، اے تلخ کامی

کریما، بر دل و جانم کرم کن
دل و جانم فدائے ذوالکرامی

بحقِ ساقیِ تسنیم و کوثر
مٹا دے آرزو کی تشنہ کامی

اُڑا کر اے ہوائے شوق لے چل
حضورِ روضۂ ذاتِ گرامی

بہت دیکھی ہے تیری بیقراری
بہت سنتا ہوں تیری تیز گامی

حضوری پا کے دربارِ نبی میں
کروں با صد ادب عرضِ غلامی

زبانِ حال سے پھر پیش کردوں
بہ اندازِ دگر جذباتِ جامی
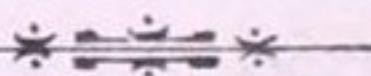
قدت را پایۂ گردوں خرامی
لبت را مایۂ یحیی العظامی

ترحم یا نبی اللہ ترحم
بشوقت جاں بلب آمد تمامی

ز راہِ لطف سوئے من نظر کن
فقم قم یا حبیبی، کم تنامی

مسیحائی ز خوابِ ناز برخیز
بدہ جاں در تن از نازک خرامی
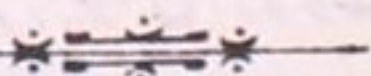
کرم اے صاحبِ اسمائے سامی
قریشی، ہاشمی، مکی، تہامی

حبیبی، سیدی، خیرالانامی — شہیدالخلق، محمود المقامی

ہمی خواہم بسوز قلب جامیؔ — ز لطفت کار من یابد تمامی

عطا ہو قلب کو نور بصیرت — بہ فیض نور اسمائے گرامی

رہے سرکارؐ کی چشم نوازش — ہمیشہ میری ناصر، میری حامی

تمنا ہے کہ وقت جاں سپاری — نسیم خلد رضواں ہو پیامی

بقیع پاک کا حاصل ہو سایہ — ملے مدفن کو وہ ارض گرامی

نکیرین آکے خود مجھ کو لحد میں — سنا جائیں نوید شاد کامی

کرم فرمائیں سرکار دو عالمؐ — طبیب دل ہے جن کا نام نامیؐ

جمال پاک حضرتؐ دیکھتے ہی — نگاہ شوق دے بڑھ کر سلامی

مبارک باد دینے آئیں حوریں — فرشتے بھی کریں قائم مقامی

قیامت میں ہو رحمت شاہ دیںؐ کی — مری دلسوز وعصیاں پوش حامی

درخشاں ہو ادھر خورشید محشر — جبیں پر اس طرف داغ غلامی

لوائے حمد میں مجھ کو چھپالیں — مرے شمس الضحیٰ، ماہ تمامیؐ

حمیدِ بینوا کی آرزو ہے
شرف پائے مری موزوں کلامی

پرپرواز

دَرپردہ چشمِ یار کا منشا کچھ اور ہے

بُلبُل اَز فیضِ گُل آموخت سُخن وَرنہ نبود
ایں ہمہ حُسنِ غزل تعبیہ در منقارش
(حضرتِ حافظؒ)

منکہ ایں گوہرِ محبوب بہ نظم آوردم

آبش از یک "نظرِ آمنہ بی" می بینم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشاکشِ غمِ دُنیا سے بے نیاز کیا
بڑا یہ تو نے کرم اے نگاہِ ناز کیا

پھر اُس کو دولتِ کونین کی ضرورت کیا
جسے جنونِ محبت نے سرفراز کیا

نہ امتیازِ خودی ہے نہ بیخودی باقی
یہ سحر تو نے عجب چشمِ نیمباز کیا

یہ سب تمہاری نگاہِ کرم کا صدقہ ہے
کہ دل سے دردِ محبت نے ساز باز کیا

کہاں یہ عنصرِ خاکی، کہاں یہ جوہرِ روح
تری نگاہِ توجہ نے سرفراز کیا

خوشا وہ اشک، جو غمازِ رازِ عشق بنے
نہ ہے وہ دل، کہ جسے آشنائے راز کیا

خدا بھلا کرے اُس نغمۂ محبت کا
حمید جس نے مجھے محوِ سوز و ساز کیا

دل میں سرور، آنکھوں میں اک نور آگیا
کیا میں قریبِ جلوہ گہِ طور آگیا

اب دیکھتا ہوں میں تو کوئی ہمسفر نہیں
اپنے خیال و فکر سے بھی دور آگیا

جلوے کچھ اس طرح نظر آتے ہیں ہر طرف
جیسے وہ خود ہی نور سے معمور آگیا

یہ جوشِ بیخودی ہے کہ کچھ سوجھتا نہیں
نزدیک آگیا ہوں کہ میں دور آگیا

اور اُس نگاہِ ناز سے کیا چاہتا ہے دل
رنجور اگر گیا تھا، تو مسرور آگیا

اب بحث ختم ہوتی ہے ذات و صفات کی
وہ بھی مقام، حضرتِ منصورؒ آگیا

کیوں ہو رہا ہے پیرہنِ ہوش چاک چاک　　شاید خیالِ نرگسِ مخمور آگیا

یہ سب اُنھیں کی بندہ نوازی ہے اے حمیدؔ
محفل میں اُن کی پھر جو بدستور آگیا

مجھ سے مرا دوست جُدا ہوگیا　　دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوگیا

اُسکی نظر پھرتے ہی کیا ہوگیا　　جیسے زمانہ ہی خفا ہوگیا

درد کو راس آئی نہ صہبائے دید　　اور بھی کمبخت سِوا ہوگیا

شدّتِ احساسِ محبّت نہ پوچھ　　جیسے یہ جذبہ ہی فنا ہوگیا

ہائے اُن آنکھوں میں بھی بھر آئے اشک　　غیرتِ دل اب تجھے کیا ہوگیا

ہوش میں آ اے دلِ بیزارِ شوق　　اب تو وہ آغوش بھی وا ہوگیا

تو مرا دمساز ہو اب یا نہ ہو　　میں تو بہر حال ترا ہوگیا

شعر سے بھی اب تو بہلتا نہیں
دل کو حمیدؔ آہ یہ کیا ہوگیا

جذبۂ جوشِ محبّت کا اثر دیکھ لیا　　گوشۂ چشم سے آج اُس نے اِدھر دیکھ لیا

متحمّل نہ ہوئے قلب و جگر دیکھ لیا　　دیکھنا سہل نہ تھا اُن کو، مگر دیکھ لیا

نہ ہوئی کم تپشِ سوزِ جگر دیکھ لیا　　تجھ کو بھی عشق میں اے دیدۂ تر دیکھ لیا

برق سی دوڑتی پھرتی ہو مری رگ رگ میں　　اُن کی دُزدیدہ نگاہوں کا اثر دیکھ لیا

دیدنی ہے یہ نگاہوں کا بہم عالمِ شوق　　اُدھر اُٹھی نگہِ شوخ، اِدھر دیکھ لیا

اب تو پڑتی ہی چلی جاتی ہیں مجھ پر نظریں — شاید اُس نے بھی مرا حُسنِ نظر دیکھ لیا

وہ بھی تھا برہمیِ حُسن کا عالم کیا خوب — اُن کی نظروں سے اُنھیں بچکے اگر دیکھ لیا

اِس قدر کیوں نگہِ ناز ہے تیری برہم — کیا ہوا تجھ کو اگر ایک نظر دیکھ لیا

صف کی صف بچھ گئی، بدمست ہوئی، لوٹ گئی — اُس نے مخمور نگاہوں سے جدھر دیکھ لیا

دیکھنا تجھ کو مبارک، مگر اے دیدۂ شوق — اور اگر اُسنے بھی اِک بار اِدھر دیکھ لیا

اَب مرے دردِ محبّت کی تمھیں کیا پروا — تم نے تو میری طرف ایک نظر دیکھ لیا

اُسنے سب دیکھ لیا حاصلِ کونین حمیدؔ
جسنے اللہ کے محبوبؐ کا گھر دیکھ لیا

غمِ عشق کا ہو جب، تو غمِ روزگار کیا — یکساں مرے لئے ہے خزاں کیا بہار کیا

دل کیا ہے، اعتبارِ دلِ بیقرار کیا — میں کیا ہوں، میری زندگیِ مستعار کیا

سُنتے ہی سب اسیرِ قفس میں تڑپ اُٹھے — لائی تھی یہ پیام، نسیمِ بہار کیا

تارے بھی ڈوبتے ہیں دلِ منتظر کے ساتھ — اب میرا ساتھ دے گی شبِ انتظار کیا

شامل ہے اُن کا درد بھی دردِ فراق میں — آئے گا اب قرار، دلِ بیقرار کیا

میں چُپ کھڑا ہوں داورِ محشر کے سامنے — کہتی ہے دیکھئے نگہِ شرمسار کیا

ڈوبی ہوئی اثر میں دعائے سحر ہے آج — اُن تک پہونچ گئی مرے دل کی پکار کیا

بیدار ہو رہی ہیں اُمیدیں بصد نیاز — ہے مائلِ کرم وہ تغافل شعار کیا

نقشِ خرامِ ناز سے گلشن بنا ہے دل — گزرا ہے اِس دیار سے وہ شہسوار کیا

اُدھر سے اگر کچھ سہارا نہ ہوگا
تو ہم کو بھی جینا گوارا نہ ہوگا

وہ دردِ محبّت کا مارا نہ ہوگا
ترا غم جسے دل سے پیارا نہ ہوگا

کوئی میری خاطر رہے دل گرفتہ
کسی حال میں یہ گوارا نہ ہوگا

بھروسے ہے کیا کیا ہمیں دل پہ لیکن
تمھارا تو ہوگا، ہمارا نہ ہوگا

کوئی منزلِ عشق شاید ہو ایسی
جہاں دل نے تجھ کو پکارا نہ ہوگا

سکونِ دلِ مضطرب، غیر ممکن
اُن آنکھوں کا جبتک اشارا نہ ہوگا

جسے عشق سے نسبتِ خاص ہو گی
کبھی ہمّتِ دل وہ ہارا نہ ہوگا

گزر جائے جو کچھ بھی جانِ حزیں پر
مگر رازِ غم آشکارا نہ ہوگا

گرا ہے زمیں پر جو اشکِ ندامت
فلک پر بھی ایسا ستارا نہ ہوگا

مجھی سے تو دل بیخبر ہو چکا ہے
یہ کیونکر کہوں میں تمھارا نہ ہوگا

انھیں، اور زحمت ہو میرے سبب سے
یہ ذوقِ طلب کو گوارا نہ ہوگا

بدلتی نہیں رسم و راہِ محبّت
ہم اُن کے ہیں وہ کیوں ہمارا نہ ہوگا

اب نکہتِ گُل یاد، نہ گلشن کی فضا یاد
مجھ کو تو فقط ہے ترے کوچے کی ہوا یاد

پامالیِ دل یاد ہے، وہ شوخیِ پا یاد
آغازِ محبّت کی ہے ایک ایک ادا یاد

تسکینِ محبّت ہے کہ یہ عالمِ حیرت
اب تیرے سوا کچھ بھی نہیں ہے، بخدا یاد

ہوتی ہے خلش جب کوئی تازہ مرے دل میں
محسوس یہ ہوتا ہے کہ پھر تو نے کیا یاد

دیکھا جو اُنھیں پھر گئیں دُنیا سے نگاہیں — سب بھول گئے، کچھ نہ رہا اُنکے سوا یاد

مُنھ پھیر کے اقرارِ محبّت جو کیا تھا — اب بھی ہے وہ تیرا کرم جورِ نما یاد

جس پر دلِ آگاہ نے لبّیک کہا تھا — کیا تجھ کو نہیں خاص وہ پیمانِ وفا یاد

اتنی تو ہوئی ترکِ تمنّا میں ترقّی — آتے ہیں بھلانے پہ وہ کچھ اور سوا یاد

منزل ہے کہاں، راہ کہاں، کسکی طلب ہے — دیوانگیِ شوق میں یہ بھی نہ رہا یاد

توفیق کی ہے بات، وہ غم ہو کہ خوشی ہو — جس وقت بھی انسان کو آجائے خدا یاد

مستی میں حمیدؔ اور تو سب بھول گیا ہوں
لیکن مجھے ساقی کی ہے وہ لغزشِ پا یاد

یوں تو رہا نہ جائے گا چشمِ کرم سے دُور دُور — رہتی ہے جیسے چاندنی خلوتِ غم سے دُور دُور

کون حریمِ ناز تک لیکے پیامِ شوق جائے — بادِ صبا بھی آجکل رہتی ہے ہم سے دُور دُور

دیر و حرم کی منزلیں ترک تو ہم نے کیں، مگر — رہ بھی سکیں گے یا نہیں دیر و حرم سے دُور دُور

عشق کا جذبۂ وفا رنگ ضرور لائے گا — دامنِ دوست تا کُجا، دیدۂ نم سے دُور دُور

عشق پہ بس نہ چل سکا شوق کی احتیاط کا — سجدے نہ ہم سے ہو سکے نقشِ قدم سے دُور دُور

کس کی سمجھ میں آئیں یہ حُسن کی سحر کاریاں — یعنی ہمیں میں رہ کے وہ رہتے ہیں ہم سے دُور دُور

دردِ فراق سے حمیدؔ چارۂ کار ہی تھا کیا
سجدے کئے ہیں مُدّتوں بابِ کرم سے دُور دُور

مُدّت سے مبتلا ہیں اسی حُسنِ ظن میں ہم — جیسے کہ ہر جگہ ہیں تری انجمن میں ہم

رہتے ہیں سر جھکائے تری انجمن میں ہم
ورنہ کسی سے کم ہیں کوئی بانکپن میں ہم

کس گُل کی جستجو ہے، کسی سے بتائیں کیا
دیوانہ وار پھرتے ہیں کیوں ہر چمن میں ہم

امّید پر بس اک نگہِ التفات کی
کس درجہ شاد شاد ہیں رنج و محن میں ہم

بیٹھے ہیں اس طرح کہ خود اپنی خبر نہیں
کوئی بتائے ہیں کہ نہیں، انجمن میں ہم

خونبار یاں قفس کی خود آئینہ دار ہیں
کیا کیا بہار لوٹ چکے ہیں چمن میں ہم

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ دیتے ہیں کیا جواب
اک بات کہہ گئے ہیں جو دیوانہ پن میں ہم

اک نظر دیکھ تو لے شوقِ فراواں کی قسم
حُسن والے تجھے اپنے رُخِ تاباں کی قسم

میری جمعیّتِ خاطر کو پریشاں کر دے
تجھ کو اپنی نگہِ حشر بداماں کی قسم

اور کچھ دردِ محبّت میں اضافہ کر دے
میری بیتابیِ شوق و غمِ حرماں کی قسم

ہر تڑپ دردِ غمِ دل کی ہے محبوب مجھے
نگہِ ناز تری پرسشِ پنہاں کی قسم

اک تری یاد ہے اب مونسِ تنہائیِ غم!
اشکِ پیہم کی قسم، دیدۂ گریاں کی قسم

"اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں"
تجھ کو اُس نکہتِ گیسوئے پریشاں کی قسم

اک غزل حضرتِ حافظؔ کی سُنا دے مجھ کو
تجھ کو مُطرب مرے افکارِ پریشاں کی قسم

دلِ پژمردہ کو پھر میرے شگفتہ کر دے
تجھ کو اے بادِ صبا کوچۂ جاناں کی قسم

اور غمِ دردِ محبّت میں تڑپنے والے
غم بڑی چیز ہے دردِ غمِ پنہاں کی قسم

اب بڑے لطف سے کٹتی ہے شبِ غم میری
آپ کی نکہتِ گیسوئے پریشاں کی قسم

میکدہ اپنی توجہ کا کھلا رہنے دے   میرے ساقی تجھے میخانۂ عرفاں کی قسم

بے غمِ عشق نہیں زیست کا کچھ لطف حمید
عشق اور عشق کے سوزِ غمِ پنہاں کی قسم

اپنی نظر میں جذب وہ پیدا کرینگے ہم   تجھ کو تری نگاہ سے دیکھا کرینگے ہم

اُن کو بھی بے قرارِ تمنّا کرینگے ہم   یہ کفرِ عاشقی بھی گوارا کرینگے ہم

چھپ چھپ کے ہر نگاہ سے دیکھا کرینگے ہم   اے ذوقِ دید اُن کو نہ رُسوا کرینگے ہم

پھر آرزوئے دید بتا، کیا کرینگے ہم   وہ آج کہہ رہے ہیں کہ پردا کرینگے ہم

سر میں جنونِ شوق وہ پیدا کرینگے ہم   تیرا خیال آتے ہی سجدا کرینگے ہم

تجھ سے معاملہ ہے خدا سے معاملہ   اب تیرے بعد کس کی تمنّا کرینگے ہم

وابستۂ نگاہِ کرم ہو چکا ہے دل   ہر حال میں تجھی کو پکارا کرینگے ہم

آمادۂ ستم تو ہو اُن کی نگاہِ ناز   اے جوشِ عشق یہ بھی گوارا کرینگے ہم

اُف بھی غمِ فراق میں نکلے، نہیں مجال   کیا حُسنِ پردہ دار کو رُسوا کرینگے ہم

جلوے تمھارے حُسن کے سچ ہے کہاں نہیں!   ہر شے اِس اعتبار سے دیکھا کرینگے ہم

کہدے نگاہِ یاس، تو وہ اور بات ہے   اِک رازِ خاص، جس کو نہ افشا کرینگے ہم

سب کچھ ہمیں ہیں، اور سبھی کچھ ہمیں میں ہے   اپنے سوا کسی کو نہ دیکھا کرینگے ہم

پہونچا دیا جنونِ طلب نے، تو اے حمید
پیہم طوافِ روضۂ طیبہ کرینگے ہم

یوں حُسن و محبّت مِل کے بہم، گزرے ہیں، گزُرتے جاتے ہیں
کچھ کام بگڑتے جاتے ہیں، کچھ کام سنورتے جاتے ہیں

کیا عشق کی ہستی ہستی ہے، کیا دل کی بستی بستی ہے
اک نقش جو مِٹتا جاتا ہے، سو نقش اُبھرتے جاتے ہیں

کچھ حُسن و جوانی کا بھی فسوں، کچھ بادِ صبا کی شوخی بھی
اُس عارضِ رنگیں پر گیسو رہ رہ کے بکھرتے جاتے ہیں

ایک ایک رَوش پر گلشن کی، اُس جانِ بہار کی آمد سے
غنچے ہیں کہ کھِلتے جاتے ہیں، گُل ہیں کہ نکھرتے جاتے ہیں

رہ رہ کے چمک سی ہوتی ہے یوں برقِ جمال کے پردے میں
آنکھوں میں سما کر وہ جلوے سب دل میں اُترتے جاتے ہیں

جس طرح مسافر کی منزل بنتی ہے، جہاں تھک جاتا ہے
آنکھوں سے جُدا ہو کر آنسو، دامن پہ ٹھہرتے جاتے ہیں

اب میری سمجھ میں آیا ہے دُزدیدہ نگاہی کا مطلب
پھر چھیڑ رہے ہیں وہ اُن کو، جو زخم کہ بھرتے جاتے ہیں

دراصل وُہی اک عالم ہے، جو دیدہ و دِل میں سما جائے
کہنے کو تو یوں صدہا عالم، نظروں سے گزُرتے جاتے ہیں

یہ موسمِ گُل، یہ جوشِ نمو، یہ مستیِ عام، یہ جام و سُبو
اربابِ چمن کیوں رہ رہ کر صیّاد سے ڈرتے جاتے ہیں
اُس دستِ نگاریں کے آگے، توبہ سے پشیماں ہو کے حمید
ساغر کو بھی لیتے جاتے ہیں، انکار بھی کرتے جاتے ہیں

کُشتۂ تیغِ نگاہِ ناز ہوں
اہلِ دل میں قابلِ اعزاز ہوں
چھیڑتے تو ہو، مگر یہ جان لو
درد میں ڈوبا ہوا اک ساز ہوں
کیوں نہ ہوں نغمے مرے وجد آفریں
ہمنوائے بُلبُلِ شیراز ہوں
اُس سے کہتا ہے ہر اک تارِ نفس
تو مرا نغمہ ہے، اور میں ساز ہوں
حاملِ بارِ امانت، اور میں؟
اللہ اللہ میں امینِ راز ہوں
بازوؤں میں دم نہیں طاقت نہیں
لیکن اب بھی مائلِ پرواز ہوں
مجھ میں پوشیدہ ہے صوتِ سرمدی
تیری محفل میں صدائے ساز ہوں
شمعِ سوزاں ہوں، پگھلنے دو مجھے
راز ہوں، اور خود ہی شرحِ راز ہوں
بُلبُلیں بھی مست ہو جائیں حمید
میں چمن میں گر نوا پرداز ہوں

شکر ہے منّت کشِ سعیِ مداوا، دل نہیں
سہل ہونا جس کو آتا ہو، مری مشکل نہیں
آپ کے جور و ستم ہیں میری نظروں کے فریب
اپنا خود قاتل ہوں میں، میرا کوئی قاتل نہیں
ہر قدم پر شوقِ منزل بڑھ رہا ہے، خیر ہو
دل یہ کہتا ہے، مگر میری کوئی منزل نہیں

شکوہ سنجی پر مرے کانوں میں آتی ہے صدا — تو ہی غافل ہو گیا، تجھ سے کوئی غافل نہیں

ایک اک ذرّے میں ہے اک ایک صحرا اے حمیدؔ
دیکھتا جا تو ابھی وحشت تری کامل نہیں

حقیقت میں وُہی قاتل ہے جس کو دل سمجھتے ہیں — غلط فہمی ہے اُن کی، جو تمھیں قاتل سمجھتے ہیں

مٹانا لوحِ دل سے نقشِ پیمانِ وفاداری — تمہارے واسطے آساں ہے، ہم مشکل سمجھتے ہیں

انا الحق کہنے والا مستحقِ دار ہو جائے — ستم ہے لوگ امرِ حق کو بھی باطل سمجھتے ہیں

سمجھ میں آگئیں دشواریاں راہِ محبت کی — کہ اب ہر ہر قدم کو ایک اک منزل سمجھتے ہیں

بظاہر صوفیِ صافی، بباطن رندِ لامشرب — ہمیں خوب آپ کو اے مرشدِ کامل سمجھتے ہیں

مٹانے والے یہ دُنیائے دل ہے، مٹ نہیں سکتی — ہم اپنی اشک کی ہر بوند کو اک دل سمجھتے ہیں

کہیں بھی ہو کوئی مجمع ہمیں اُس سے تعلق کیا — جہاں وہ جلوہ فرما ہوں اُسے محفل سمجھتے ہیں

نہ شاعر ہوں حمیدؔ اور ہوں نہ فنِ شعر سے واقف
احبّا کی محبت ہے، جو اس قابل سمجھتے ہیں

نہ دلجوئیاں ہیں، نہ دلداریاں ہیں — دل آزاریاں ہی دل آزاریاں ہیں

یہاں جان پر بن گئی ہے یہ سُن کر — وہاں دل کے لینے کی تیاریاں ہیں

ذرا جذبِ کامل تو پیدا کر اے دل — یہ سب تیری ہی سہل انکاریاں ہیں

چلا جا رہا ہوں میں نقشِ قدم پر — یہ دیوانگی میں بھی ہشیاریاں ہیں

کفن خونچکاں تن میں، خنجر کمر میں — کہاں کی حمیدؔ آج تیاریاں ہیں

لگی ہے چُپ مکمل اِلتجائیں ہوتی جاتی ہیں
نظر میں جذب سب دل کی ادائیں ہوتی جاتی ہیں

مری جانب مدینے کی فضائیں ہوتی جاتی ہیں
دُعائیں درحقیقت اب دُعائیں ہوتی جاتی ہیں

پیامِ نو بنو، تازہ بتازہ سنتا جاتا ہوں
کرم فرما مدینے کی ہوائیں ہوتی جاتی ہیں

اُدھر گھیرے ہوئے ہیں رحمتوں پر رحمتیں اُنکی
اِدھر ہم سے خطاؤں پر خطائیں ہوتی جاتی ہیں

مرا ذوقِ طلب ہر گام پر لبیک کہتا ہے
اثر انداز یوں دل کی صدائیں ہوتی جاتی ہیں

ادائے شکر کیونکر ہو ترے احسانِ بیحد کا
جفائیں بھی مرے حق میں دُعائیں ہوتی جاتی ہیں

کہاں کی تابِ گویائی کسی کے سامنے لیکن
نگاہِ شوق سے کچھ اِلتجائیں ہوتی جاتی ہیں

ملی ہیں اُن کی تعزیروں میں پیہم لذتیں ایسی
کہ دانستہ بھی اب مجھ سے خطائیں ہوتی جاتی ہیں

یہ کس نے سازِ دل پر اپنی نازک اُنگلیاں رکھ دیں
ترنّم آفریں غم کی نوائیں ہوتی جاتی ہیں

مُبارک اے حمیدِ زار، یہ دلسوزیاں اُن کی
دُعائیں کرتے جاتے ہیں، دوائیں ہوتی جاتی ہیں

حمیدؔ اب تو بس عافیت ہے اِسی میں
رہیں روز و شب عالمِ بیخودی میں

ترے در پہ گزرے تھے جو بیخودی میں
وُہی خاص لمحات تھے زندگی میں

ضرورت نہیں مجھ کو ہوش و خرد کی
مزے سے گزرتی ہے دیوانگی میں

ابھی کون محفل سے اُٹھ کر گیا ہے
کمی سی نمایاں ہوئی روشنی میں

بڑی عافیت ہے، بڑی راحتیں ہیں
محبت کی باہوش دیوانگی میں

حمیدؔ آہ! اِنعامِ سجدہ کی خواہش
یہ احساس بھی کفر ہے بندگی میں

سوز ہی دل میں نہیں، ساز کہاں سے لاؤں
نالہائے اثر انداز کہاں سے لاؤں

جی بہلتا ہی نہیں اور کسی محفل میں
آپ کی انجمنِ ناز کہاں سے لاؤں

سازِ غم سننے کو وہ گوش برآواز تو ہیں
دل میں گھر کرلے، وہ آواز کہاں سے لاؤں

زندگی بن کے جو رگ رگ میں خراماں تھی کبھی
آہ! اب وہ نگہ ناز کہاں سے لاؤں

نیمجاں کر کے مجھے چھوڑ دیا ہے جس نے
وہ نگاہِ غلط انداز کہاں سے لاؤں

ڈھونڈھتا ہوں وُہی کھویا ہوا عالم اپنا
تو بتا اے نگہ ناز کہاں سے لاؤں

جی میں ہے اُڑ کے کسی طرح مدینے پہونچوں
لیکن اب طاقتِ پرواز کہاں سے لاؤں

حسنِ انجام تو حاصل ہے، مگر آج حمیدؔ
عالمِ لغزشِ آغاز کہاں سے لاؤں

آسودۂ فراق مرا دل ہے کیا کروں
شاید کسی کی یاد سے غافل ہے کیا کروں

آساں ہر ایک عقدۂ مشکل ہے کیا کروں
بے کیف اب تو زندگیِ دل ہے کیا کروں

میں اور حسن و عشق کی رسوائیاں، مگر
تائیدِ چشمِ یار بھی شامل ہے کیا کروں

صحرا میں یادِ گل سے میسّر کہاں سکوں
برپا چمن میں شورِ عنادل ہے کیا کروں

بیتاب دردِ شوق انھیں کر تو دوں، مگر
اک راز درمیان میں حائل ہے کیا کروں

دل نے کسی کی راہ میں رکھا تو ہے قدم
ناآشنائے جادہ و منزل ہے کیا کروں

کچھ ایسی آپڑی ہیں محبت میں مشکلیں
آسانیِ فراق بھی مشکل ہے کیا کروں

وہ دل میں جلوہ گر ہیں، مگر آہ اے حمیدؔ
افسردہ پھر بھی انجمنِ دل ہے کیا کروں

جو یقینِ کاملِ عشق ہو، کوئی چیز وہم و گماں نہیں
مجھے وہ نظر بھی عزیز ہے، جو مری طرف نگراں نہیں

ترا اک تبسّمِ ناز ہے، رگ و پے میں خون رواں نہیں
ترے فیضِ حُسن کی خیر ہو، ترا دردِ عشق کہاں نہیں

کوئی اُس کا راز بتائے کیا، کوئی اُس کا حال سُنائے کیا
وہ مقامِ فکر و نظر کا بھی کوئی دخلِ خاص جہاں نہیں

یہ کہاں سے لائی کہاں مجھے، کہ حریفِ شوق ہے بیخودی
وہ زمیں نہیں، وہ زماں نہیں، وہ مکیں نہیں، وہ مکاں نہیں

وہ ہزار حُسنِ نظر سہی، وہ ہزار جوشِ اثر سہی
یہ بڑی کمی ہے خیال کی، ترا نام وِردِ زباں نہیں

مری ہر نگاہ زبان ہے، مرا ہر سُکوت بیان ہے
مرا راز پھر بھی وہ راز ہے، جو عیاں بھی ہو کے عیاں نہیں

وہ جو محوِ حُسنِ صفات ہے، اُسے کچھ سُکون سا ہو تو ہو
جو ہلاکِ جلوۂ ذات ہے، اُسے خُلد میں بھی اماں نہیں

غمِ ہجر کے بھی ہزار لُطف حمید تم نے اُٹھا لئے
چلو پھر دیارِ حبیب میں کہ سُکونِ قلب یہاں نہیں

یہ کیا سحر اے چشمِ تر دیکھتے ہیں
کہ آج اُن کو پیشِ نظر دیکھتے ہیں

وہ اِس طرح مُنھ پھیر کر دیکھتے ہیں
کہ جیسے بہت بے خبر دیکھتے ہیں

اَرے توبہ اِک اک نظر کی بلاغت
وہ جب ہر طرف دیکھ کر دیکھتے ہیں

سلامت رہے حُسنِ ظن عاشقی کا
یقیں ہے وہ جیسے اِدھر دیکھتے ہیں

دِلِ مُضطرب تجھ سے اللہ سمجھے
پشیمان اُن کی نظر دیکھتے ہیں

بس اے حُسنِ صورت خدا تیرا حافظ
طبیعت بہ رنگِ دِگر دیکھتے ہیں

سبھی اُنکی محفل میں ہیں اہلِ محفل
ہمیں کو وہ کیوں خاص کر دیکھتے ہیں

اِدھر میرا دل ہے، اُدھر شمع روشن
حمیدؔ اب وہ دیکھیں کدھر دیکھتے ہیں

اِک خاص لمحہ صرفِ دُعا کر رہا ہوں میں
اے اضطرابِ شوق یہ کیا کر رہا ہوں میں

اِک نورِ رُخ سے کسبِ ضیا کر رہا ہوں میں
پھر دل کے آئنے کی جِلا کر رہا ہوں میں

دیگر تسلّیاں دلِ ایذا پسند کو
اُن کا بھی فرض خود ہی ادا کر رہا ہوں میں

دل کو مرے نصیب نہ ہو لذّتِ خلش
تیرے فراق کا جو گلا کر رہا ہوں میں

مرغوبِ دل ہے برہمیِ حُسن کی ادا
اُن کو منا منا کے خفا کر رہا ہوں میں

جب دل ہی بجھ گیا، تو سلام آرزو کو بھی
اب کس غرض سے ترکِ وفا کر رہا ہوں میں

پنہاں خطا میں لذّتِ عُذرِ خطا بھی ہے
دانستہ یوں خطا پہ خطا کر رہا ہوں میں

کیسا نیاز، کیسی طلب، کس کی آرزو
دل چاہتا ہے، جان فدا کر رہا ہوں میں

رنگینیِ خیال بھی اب بن گئی حجاب — رنگِ خیال کو بھی فنا کر رہا ہوں میں

پھر ہو رہی ہے عشق میں توہینِ جذبِ عشق — پھر انتظارِ بادِ صبا کر رہا ہوں میں

واللہ غیرِ گُل کا تصوّر بھی ہے گناہ — دامن کو خار و خس سے جُدا کر رہا ہوں میں

اشعار کے حجاب میں دراصل اے حمیدؔ
مفہوم دردِ دل کا ادا کر رہا ہوں میں

یہ کس کا تصوّر ہے، کہ ہم جھوم رہے ہیں — ہم ہی نہیں خود دیر و حرم جھوم رہے ہیں

شمع و گُل و پروانہ و بُلبُل، مہ و انجم — پُرکیف نگاہوں کی قسم جھوم رہے ہیں

چھایا ہوا اک عالمِ مستی ہے فضا میں — ہر سمت غزالانِ حرم جھوم رہے ہیں

ہے عکس فگن کس کی نگاہِ چمن آرا — گُل جتنے ہیں با دیدۂ نم جھوم رہے ہیں

آنے کو ہے اک سروِ خراماں کی سواری — مُرغانِ چمن مل کے بہم جھوم رہے ہیں

ہر چیز درخشاں ہے، ہر اک ذرّہ ہے رقصاں — کیا خود ہی وہ سر تا بقدم جھوم رہے ہیں

اُس محفلِ عشرت میں حمیدؔ آج بصد شوق
ہم بھی لئے ”گلبانگِ حرم“ جھوم رہے ہیں

اے عشق مُبارک ہو تجھ کو، اب ہوش اُڑائے جاتے ہیں
جو ہوش کے پردے میں تھے نہاں، وہ سامنے آئے جاتے ہیں
یہ دل ہے کہ مچلا جاتا ہے، ہم ہیں کہ منائے جاتے ہیں
کمبخت محبّت کی خاطر، سب ناز اُٹھائے جاتے ہیں

نقّاشیِ فطرت کیا کہنا ، لیکن یہ معمہ حل نہ ہوا
جو نقش بنائے جاتے ہیں، پھر کیوں وہ مٹائے جاتے ہیں

جب حُسن کو ہونے لگتا ہے اندازہ عشق کی فطرت کا
کچھ راز بتائے جاتے ہیں، کچھ راز چھپائے جاتے ہیں

جو خالی جائے وہ آہ نہیں ، تاثیر کی کوئی پناہ نہیں
اُٹھ اُٹھ کے جو پچھلی راتوں میں، کچھ تیر لگائے جاتے ہیں

کچھ بزمِ جہاں سے کام نہیں، جب عشق کی فطرت عام نہیں
ہم ہیں کہ اُٹھائے جاتے ہیں، وہ ہیں کہ بٹھائے جاتے ہیں

جب چوٹ پہ چوٹ اِس طرح پڑے، حیرانیِ دل کیونکر نہ بڑھے
فطرت کی طرف سے آئینے، ہر وقت دکھائے جاتے ہیں

اے سازِ دو عالم کیا کہنا ، اے مطربِ فطرت صلِّ علیٰ
رہ رہ کے ہمارے ہی نغمے، خود ہم کو سُنائے جاتے ہیں

اللہ رے جذبِ حُسنِ طلب، یہ حُسنِ طلب ہے حُسنِ طلب
آنکھوں سے بھی جن کو پردہ تھا، وہ دل میں سمائے جاتے ہیں

آنکھیں ہیں کہ اب تک ویراں ہیں، سینہ ہے کہ اب تک سوزاں ہے
اور دل سے برابر اشکوں کے طوفان اُٹھائے جاتے ہیں

پردے تو ہزاروں حسن کے ہیں، اللہ رے کمالِ حسن، مگر
کچھ ایسے بھی جلوے خاص ہیں جو جلوؤں میں چھپائے جاتے ہیں

اک دردِ مجسّم ہم بھی ہیں، وہ بھی ہیں سراپا گوش حمیدؔ
اشعار کے پردے میں دل کے نغمات سنائے جاتے ہیں

نالۂ دل اثر انداز نہیں ہے تو نہ ہو
لب تو ہل جاتے ہیں، آواز نہیں ہے تو نہ ہو

شکر کرتا ہوں ابھی حسرتِ پرواز تو ہے
اب اگر طاقتِ پرواز نہیں ہے تو نہ ہو

حسن کی ذات سے نسبت ہے یہی کیا کم ہے
عشق خود باعثِ اعزاز نہیں ہے تو نہ ہو

ہم تو حالِ غمِ دل اپنا کہے جائیں گے
تو اگر گوش بر آواز نہیں ہے تو نہ ہو

نظر اپنی ہے فقط تیرے کرم پر ساقی
درِ توبہ بھی اگر باز نہیں ہے تو نہ ہو

آنکھوں آنکھوں میں تو ہے سلسلۂ ناز و نیاز
گفتگو ہوتی ہے آواز نہیں ہے تو نہ ہو

دل تو میرا نگہِ ناز کی جانب ہے حمیدؔ
دل کی جانب نگہِ ناز نہیں ہے تو نہ ہو

ہر تعیّن سے صورت دکھا دیجئے
یہ حجابِ تعیّن اُٹھا دیجئے

روئے انور سے پردہ اُٹھا دیجئے
اب تو دل کو مرے جگمگا دیجئے

پہلے شائستۂ غم بنا دیجئے
پھر سزا دیجئے، یا جزا دیجئے

کیوں دعا کیجئے، کیوں دوا دیجئے
درد ہی کو نہ کیوں دل بنا دیجئے

ہر تجلّی نظر سے گرا دیجئے
کوئی ایسی تجلّی دکھا دیجئے

دل دیا، دل کو جوشِ محبّت دیا
غم اُٹھانے کا بھی حوصلا دیجیے

رُس بھرے اِن لبوں سے تو پی کی بہت
مدھ بھری انکھڑیوں سے پِلا دیجیے

ہر ادا پر تری، چاہتا ہے یہ دل
دونوں عالم کی قیمت لُٹا دیجیے

کیجیے غم پہ اپنے بھی احساں کوئی
دیجیے غم، تو راحت فزا دیجیے

اپنے ہنسنے پہ گُل کو بہت ناز ہے
اِک ذرا آپ بھی مُسکرا دیجیے

آپ اپنا تو پہلے سمجھ لیجیے
دل کو جو چاہیے پھر بنا دیجیے

ڈگمگانے لگے ہیں قدم پھر مرے
دُور سے دستِ نازک بڑھا دیجیے

آپ، اور یہ محبّت کے نغمے حمید
اُن کی چشمِ کرم کو دُعا دیجیے

ہم یہ کہہ سکتے ہیں، آسودۂ محفل آئے
جب گئے ہوش میں تھے، آئے تو غافل آئے

لو نقاب اُلٹے ہوئے وہ سرِ محفل آئے
تابِ نظّارہ ہو جس کو وہ مقابل آئے

سر بکف یوں تو ہزاروں سرِ محفل آئے
اِک ہمیں تھے کہ جو ہاتھوں پہ لئے دل آئے

اِک نظر حُسنِ دل افروز اگر دیکھ لیا
ہوش میں پھر ترے دیوانے بمشکل آئے

عالمِ آغازِ محبّت کا کوئی کیا جانے
کسی بیدرد پہ جب پہلے پہل دل آئے

دل میں کچھ سوچ کے مُنھ پھیر لیا لیلےٰ نے
ذرّے جب اُڑتے ہوئے جانبِ محمل آئے

ہم صفیرانِ چمن بھول نہ جانا ہم کو
جب کہیں تذکرۂ شورِ عنادل آئے

چل کے دو چار قدم اِسلئے رُک جاتا ہوں — تاکہ کچھ لُطفِ غمِ دُوریِ منزل آئے

لذّتِ عُمر، محبّت پہ ہے موقوف حمیدؔ
زیست بیکار ہے، جبتک نہ کہیں دل آئے

قُوّتِ مشقِ تصوّر، کارگر ہونے لگی — اُن کی پرچھائیں مرے پیشِ نظر ہونے لگی

خون برسائیں گے اِک دن دیدۂ گوہر فشاں — سوزشِ دل گر شریکِ چشمِ تر ہونے لگی

اور پروانے بھی ہیں سرگرم راہِ عاشقی — کیوں ابھی سے رُخصت اے شمعِ سحر ہونے لگی

مل گئی غمہائے دُنیا سے مجھے فرصت حمیدؔ
زندگانی میکدے میں اب بسر ہونے لگی

وہ چمک جائے جو اُس شمع کا پروانہ بنے — ہو وہ خورشید، جو خاکِ درِ جانانہ بنے

آج وہ شرحِ غمِ دل کی سُناؤں تم کو — جس کا ہر لفظ اِک افسانہ در افسانہ بنے

ڈال دے اِک نگہِ مست اِدھر بھی ساقی — کچھ تو پُر کیف مری عُمر کا پیمانہ بنے

حُسنِ لیلیٰ کے لئے چاہیئے چشمِ مجنوں — ہوشیاری تو اِسی میں ہے کہ دیوانہ بنے

اُن کی مخمور نگاہوں کا اثر ہو یہ حمیدؔ
شیشۂ دل مرا ٹوٹے بھی تو پیمانہ بنے

دیکھنا تو اے نگاہِ شوق یہ کیا راز ہے — ہے بھی کچھ پردے میں، یا آوازہی آواز ہے

اِبتدا و اِنتہائے عشق بھی اِک راز ہے — درحقیقت ہے وُہی انجام، جو آغاز ہے

جلوہ ہر شے سے عیاں، اور پھر نگاہوں سے نہاں — بزم آرائی کا تیری اِک نیا انداز ہے

یاد ہے اچھّی طرح مجھ کو بھی پیمانِ الست
جو فضا میں گونجتی ہے یہ وُہی آواز ہے

راہِ اُلفت میں اُسی دل نے دیے لاکھوں فریب
جس کو ہم سمجھے تھے، یہ سرمایۂ صد ناز ہے

آ رہی ہے دیر سے غافل صدائے الرّحیل
نغمۂ مُطرب پہ تو کیوں گوش بر آواز ہے

کچھ تو ہیں مجبوریاں اے ہمصفیرانِ قفس
اُڑ نہیں سکتا ہوں میں، گو طاقتِ پرواز ہے

طالب و مطلوب میں ہے فرق اتنا اے حمیدؔ
ایک دل میں سوز ہے اور ایک دل میں ساز ہے

کیا شوخیاں ہیں جلوۂ پُر اضطراب کی
ہو جائے مُنتشر نہ تجلّی نقاب کی

کچھ اس ادا سے آج کہوں اپنی سرگذشت
تصویر کھینچ دوں دلِ پُر اضطراب کی

سوزِ دروں نے خاک کیا جب دلِ حمیدؔ
ذرّوں نے بڑھ کے کھینچ لی ضَو آفتاب کی

پھر وہ گیسو ہیں پریشان بڑی مُشکل ہے
پھر تباہی کے ہیں سامان بڑی مُشکل ہے

ابھی اُٹھّی نہیں اُنکے رُخِ روشن سے نقاب
دل ہے پہلے ہی سے حیران بڑی مُشکل ہے

جیسے پڑ جائیں کسی شوخ کی کافر نظریں
پھر سلامت رہے ایمان بڑی مُشکل ہے

راہِ اُلفت میں قدم رکھ کے رضا جو رہنا
تو ہے اے دل ابھی نادان بڑی مُشکل ہے

زُلفیں بکھرائے جو وہ جانِ تمنّا آجائے
اہلِ دل ہوں نہ پریشان بڑی مُشکل ہے

چشمِ گُستاخ تماشے کی کہاں طاقتِ دید
میں تصوّر سے ہوں حیران بڑی مُشکل ہے

کعبہ و دَیر کی ادھٹو کریں کھانیوالے　　دیدار اُس کی نہیں آسان بڑی مُشکل ہے

غیر ممکن ہے کہ جذباتِ محبّت سے حمیدؔ

مُتاثّر نہ ہو انسان، بڑی مُشکل ہے

ذرا ہُشیار رہو جانِ عشرت نالۂ دل سے　　کہ یہ وہ آتشِ سوزاں ہے جو بُجھتی ہے مُشکل سے

وفورِ شوق میں احساس بھی ہوتا ہے مُشکل سے　　کہ منزل دُور ہے ہم سے کہ ہم ہیں دُور منزل سے

دلِ بیتاب اُسکی بزم میں تجھ کو بھی لیجاتے　　مگر افسوس، تو واقف نہیں آدابِ محفل سے

ہم اپنی موت کو بھی زندگانی ہی سمجھ لیتے　　تماشا ڈوبنے کا دیکھ لیتے آپ ساحل سے

حمیدؔ انجام اِس خود رفتگی کا دیکھئے کیا ہو

خدا جانے پہنچ کر کیوں پلٹ آتا ہوں منزل سے

ہر عشوہ ترا قاتل ہی تو ہے　　جو دل ہے ترا بسمل ہی تو ہے

ہُشیار نہیں، غافل ہی تو ہے　　ہم کیا کریں آخر دل ہی تو ہے

نالوں سے مرے کیوں برہم ہو　　آوازِ شکستِ دل ہی تو ہے

کیا حاصلِ سعیِ مہر و وفا　　یہ سعیِ بے حاصل ہی تو ہے

لو آہی گیا اِک کافر پر　　کیا کیجئے آخر دل ہی تو ہے

اے جذبۂ دل، اے پائے طلب　　وہ سامنے کیا منزل ہی تو ہے

ہر موجِ محبّت کی ہے صدا　　گرداب نہیں ساحل ہی تو ہے

جس نے کہ تمھیں آزردہ کیا　　کمبخت یہ میرا دل ہی تو ہے

تم ساز بنو، جس محفل کے
دلسوز وُہی محفل ہی تو ہے
کیوں سُنئے حمیدؔ کی آپ غزل
ہر شعر پیامِ دل ہی تو ہے

خاک آنسوؤں سے شرحِ تمنّا کرے کوئی
قطرے ہیں کس طرح اِنھیں دریا کرے کوئی
دار و رسن کہیں ہے، کہیں قتل گاہ ہے
کس حوصلے پہ تیری تمنّا کرے کوئی
محتاجِ تابِ دید ہے ارمانِ دید بھی
جب تاب ہی نہ ہو، تو بھلا کیا کرے کوئی
آساں نہیں ہے مرحلۂ عشق اے حمیدؔ
کیونکر کہوں کہ اُس کی تمنّا کرے کوئی

باغ میں پیدا ہوئیں وہ صورتیں اُن کے لئے
بہرِ استقبال آئیں نکہتیں اُن کے لئے
مجھ کو ہر کُلفت گوارا، مجھ کو ہر ایذا قبول
چاہئیے ہاں راحتیں ہی راحتیں اُن کے لئے
دیکھئے پڑتی ہے کس کس پر نگاہِ التفات
جمع کر دوں ہر طرح کی نعمتیں اُن کے لئے
جان و دل کی کیا حقیقت ہے مقامِ عشق میں
ہیں گوارا شوق سے سب زحمتیں اُن کے لئے
گو سراپا درد ہوں، لیکن تمنّا ہے یہی
عشرتیں اُن کے لئے ہوں، راحتیں اُن کے لئے
ہے چمن اُن کا جہاں چاہیں وہ ہوں مستِ خرام
ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں نکہتیں اُن کے لئے
تیری خاطر جورِ عشق و وفا میں جان دیں
کیوں نہ ہوں بیتاب تیری رحمتیں اُن کے لئے
جو ادا ہے مہ جبینوں کی بہار افروز ہے
ہر جگہ ہیں جنّتیں ہی جنّتیں اُن کے لئے

جن کا یارب ہر نفس گزرا ہے تیری یاد میں
وقف کر دے دو جہاں کی دولتیں اُن کے لئے
اُن سے ملنے کی تمنّا ہے اگر تجھ کو حمیدؔ
چھوڑ دے دُنیا کی ساری راحتیں اُن کے لئے

درد وہ کیا ہے کہ جو قابلِ درماں ہو جائے
وہ بھی مُشکل کوئی مُشکل ہے جو آساں ہو جائے
میرے رونے پہ جو ہنستے ہیں یہ کہدو اُن سے
انھیں اشکوں سے نہ پیدا کوئی طوفاں ہو جائے
اور سو طرح کے آزار ہوں دل کو یارب
ہاں، مگر عشق سے مجبور نہ انساں ہو جائے
وسعتِ ذوقِ تماشا ہو جنوں میں اتنی
کہ ہر اک ذرّہ نگاہوں میں بیاباں ہو جائے
قابلِ حسرتِ اربابِ نظر ہے وہ اسیر
فصلِ گُل آتے ہی جو داخلِ زنداں ہو جائے

یوں نیاز و ناز کا آغاز ہونا چاہیئے
میرا سَر اور تیرا پائے ناز ہونا چاہیئے
سازِ دل میں چھیڑنے کے واسطے تیار ہوں
آپ کو بھی گوش بر آواز ہونا چاہیئے
خونِ دل شامل نہ ہو، خونِ جگر شامل نہ ہو
آنسوؤں کو بھی امینِ راز ہونا چاہیئے
جب ارادہ کر لیا سب منزلیں طے ہو گئیں
مثلِ پروانہ، پَر پرواز ہونا چاہیئے

اک یہی رنج نہیں ہم کو کہ رُسوا نکلے
تیری محفل سے لئے ہم غمِ دُنیا نکلے
مجھ سا وحشی بھی نہ دُنیا میں ہوا ہے ابتک
دشتِ وحشت میں بہت بادیہ پیما نکلے
خوگرِ ضبطِ محبّت ہوں میں اے سوزشِ دل
بارہا ورنہ انھیں آنکھوں سے دریا نکلے

سر بکف ہیں تو بہت دیر سے ہوں مقتل میں
قتل کرنے کی ہو اب جس کو تمنّا نکلے
شاعر اس دور میں دیکھا تو بہت کم ہیں حمید
بزم میں ہم سے بہت قافیہ پیما نکلے

طلب سے دل جو کہیں بے نیاز ہو جائے
جہاں کو ہستیِ انساں پہ ناز ہو جائے
تمام خلق سے دل بے نیاز ہو جائے
اگر تری نگہِ دلنواز ہو جائے
قصور اپنے ہی جذباتِ دل کا ہے ورنہ
قفس کا در ابھی صیّاد باز ہو جائے
جبینِ شوق کو تو سجدہ ریز رہنے دے
عجب نہیں ہے جو یہ سرفراز ہو جائے
حمید گریہ وزاری نہ کیجئے اتنی
ان آنسوؤں سے نہ افشائے راز ہو جائے

خاموشیِ فضا میں نغمے ہوں بیکسی کے
کٹ جائیں محویت میں دن میری زندگی کے
پیشِ نظر ہیں منظر، دل کی شگفتگی کے
یاد آرہے ہیں قصّے بھولے ہوئے کبھی کے
میں اُن کو ڈھونڈھتا تھا اب خود ہی کھو گیا ہوں
دراصل شعبدے ہیں یہ میری بیخودی کے
سازِ طرب کو رکھ دے اے محوِ عیش و عشرت
نغمے سُنا رہا ہوں دل کی شکستگی کے
دیکھو حمید دیکھو، قبلے سے ابر اُٹھّا
رندوں سے کوئی پوچھے اب لطف میکشی کے

گریہ آتا نہیں ہنسی کیسی
ہائے یہ دل کی بے بسی کیسی
ہم تو اک آہ کر کے پچتائے
آگ دل میں بھڑک اُٹھی کیسی

میری جانب نظر نہیں اُٹھتی　　آج یہ بے توجہی کیسی
چھیڑ، پھر چھیڑ، نغمۂ جانسوز　　اے مرے دل یہ بےحسی کیسی
جب تمھاری خوشی خوشی نہ رہی　　پھر ہماری خوشی، خوشی کیسی
پھر کسی کا خیال آتے ہی　　جل اُٹھی دل میں شمع سی کیسی
میں ہوں، اور آپ کا تصوّر ہے　　مل گئی مجھ کو زندگی کیسی

بھر دیا دل میں کیفِ تازہ حمیدؔ
یہ غزل آپ نے کہی کیسی

راز رکھے، یا نہ رکھے راز جو چاہے کرے　　ایک اشکِ دیدۂ غمّاز جو چاہے کرے
گرمیِ ہنگامۂ محفل انھیں کے دم سے ہے　　شمع و پروانہ کا سوز و ساز جو چاہے کرے
جذبۂ دل سے اپنے ہوں مجبور، گستاخی سہی　　دے رہا ہوں اب یہی آواز "جو چاہے کرے"
زندگی یا موت ہم کو عشق میں سب کچھ قبول　　اب ہماری خاطرِ ناساز جو چاہے کرے
دل کے عالم کا بدل دینا بھی کوئی بات ہے　　جانتا ہوں وہ سراپا ناز جو چاہے کرے
کر دیا اُن کو بھی آخر، آبدیدہ کر دیا　　درد میں ڈوبی ہوئی آواز جو چاہے کرے
دیکھ کر رہ جاتے ہیں اپنا نشیمن یاس سے　　ہمصفیرو! حسرتِ پرواز جو چاہے کرے
اک خلش، اک درد، اک سوزِ نہاں، اک اضطراب　　دل کا ہے ابتک وہی انداز جو چاہے کرے

شوق سے ہم نے تو دل اُنکے حوالے کر دیا
اب حمیدؔ اُن کی نگاہِ ناز جو چاہے کرے

اُٹھی وہ گھٹا جھوم کے میخانہ کہاں ہے
مُطرب ہے کدھر، بادہ وپیمانہ کہاں ہے

افسردگیِ دل کا یہ عالم ارے توبہ
دِکھلادے جھلک نرگسِ مستانہ کہاں ہے

گھبرا گیا ہنگامۂ گلشن سے مرا دل
ویرانہ کہاں ہے، مرا ویرانہ کہاں ہے

کیا چاہتا ہے وہ بھی ہوں بیتابِ محبّت
غیرت تری اب اے دلِ دیوانہ کہاں ہے

بیچین عبث رہتا ہے سجدوں کیلئے دل
ہر وقت میسّر درِ جانانہ کہاں ہے

وہ انجمنِ ناز تو برپا ہے اسی طرح
ہاں شمع پہ گرتا ہوا پروانہ کہاں ہے

ہو جیسے ترا لطف وکرم، اُس کو عطا ہو
قسمت میں ہر اک کی دلِ دیوانہ کہاں ہے

وہ سامنے منزل ہے، قدم اُٹھ نہیں سکتے
امداد کو آ، ہمّتِ مردانہ کہاں ہے

تاریک ہوا جاتا ہے غمخانۂ ہستی
لے جلد خبر، جلوۂ جانانہ کہاں ہے

محفل میں حمید آکے وہ اب پُوچھ رہے ہیں
وہ میرا فدائی، مرا دیوانہ کہاں ہے

نگاہوں سے لیکر بلائیں تمھاری
میں سب بھول بیٹھا جفائیں تمھاری

تم اور بس تمھاری محبّت، ہماری
یہ دُنیا، اور اس کی فضائیں تمھاری

پلٹ جائے خود کفرانِ زاہدوں پر
اگر اک جھلک دیکھ پائیں تمھاری

ہم اپنے کو بھی بھول جائیں یہ ممکن
مگر، یاد کیونکر بھلائیں تمھاری

بنادیں نہ میخانہ سارے جہاں کو
یہ زُلفیں، یہ کالی گھٹائیں تمھاری

تعجّب سے دیکھے گا اک دن زمانہ
تغافل مرا، اِلتجائیں تمھاری

محبت نے کیا خوب تقسیم کی ہے — وفائیں ہماری، جفائیں تمھاری

جو حقیقت ہے وہ مستور ہوئی جاتی ہے — کیا قیامت دلِ رنجور ہوئی جاتی ہے
آنکھ کو دعوتِ نظّارہ وہ اس طرح نہ دیں — گریۂ شوق پہ مجبور ہوئی جاتی ہے
واہ اے حسنِ فسونکار، ترا کیا کہنا — ایک دنیا ہے کہ مسحور ہوئی جاتی ہے
ساقیا! تیری نگاہیں ہیں کہ میخانۂ عشق — بے پیے ہستیِ دل، چور ہوئی جاتی ہے
کوئی نادیدہ تجلّی ہے مگر عکس فگن — بزمِ دل نور سے معمور ہوئی جاتی ہے
کیا ترے حسن سے نسبت ہے کہ اللہ اللہ — ہر نظر صاعقۂ طور ہوئی جاتی ہے
پھر پہونچنے کو ہے کیا تازہ غمِ عشق کوئی — کیوں طبیعت مری مسرور ہوئی جاتی ہے

بات دل کی نہ زباں پر کبھی لایا ہیں حمیدؔ
پھر یہ کیا بات، کہ مشہور ہوئی جاتی ہے

ہے پیشِ نظر کوچۂ سلمیٰ کئی دن سے — آباد ہے دل کی مرے دنیا کئی دن سے
یاد آتی ہے وہ بزمِ تماشا کئی دن سے — حیراں ہے مری چشمِ تمنّا کئی دن سے
عالم ہے مرے دل کا کچھ ایسا کئی دن سے — ہنسنا ہی نہ آتا ہے، نہ رونا کئی دن سے
پھر جوشِ جنوں کا ہے اشارا کئی دن سے — یاد آتا ہے وہ عالمِ صحرا کئی دن سے
دیکھا جو نہیں وہ رخِ زیبا کئی دن سے — ہوتا ہی نہیں دل میں اُجالا کئی دن سے
کھلتا نہیں کیا راز ہے، کیا کہیے کسی سے — کیا جانیے کیا حال ہے اپنا کئی دن سے

وہ جانِ تمنّا جو تصوّر میں نہیں ہے
خالی سا ہے آغوشِ تمنّا کئی دن سے

ہونے کو ہے برپا کوئی پھر حشرِ محبّت
پھر قلب میں پاتا ہوں سکوں سا کئی دن سے

اے بادِ صبا اُن سے بصد شوق یہ کہنا
ہے وردِ زباں نام تمھارا کئی دن سے

رہ رہ کے اُٹھا کرتی ہے اک ٹیس سی دل میں
یہ راز سمجھ میں نہیں آتا کئی دن سے

لے اے دلِ بیتاب مُبارک ہو مُبارک
ہے دردِ محبّت میں اضافہ کئی دن سے

ہر شے نظر آتی ہے حسیں اور درخشاں
آنکھوں میں ہے وہ حُسنِ سراپا کئی دن سے

وہ پیشِ نظر خود ہیں، کہ ہے حُسنِ تصوّر
اکثر یہی ہو جاتا ہے دھوکا کئی دن سے

کیا، دیکھ لیا گنبدِ خضرا کے کلس کو
رُوشن ہے بہت صُبح کا تارا کئی دن سے

شاید کہ طوافِ حرمِ طیبہ میں ہے محو
ہم نے مہِ نو کو نہیں دیکھا کئی دن سے

پھر ہوں وُہی دن رات حمید اور مدینہ
پیہم ہے یہی دل کا تقاضا کئی دن سے

یہ کیا کہہ گئی وہ نظر چُپکے چُپکے
بڑھی دل کی دھڑکن مگر چُپکے چُپکے

کیا شوقِ دل نے اثر چُپکے چُپکے
وہ ہو ہی گئے باخبر چُپکے چُپکے

بنا ہی لیا دل میں گھر چُپکے چُپکے
رگ و پے میں ڈوبی نظر چُپکے چُپکے

وہ ہونے لگے مہرباں رفتہ رفتہ
ہوا جذبِ دل کارگر چُپکے چُپکے

خدا جانے دیکھا تھا کیسی نظر سے
کہ دل بن گئی وہ نظر چُپکے چُپکے

ترے ہجر میں ہے یہ اب دل کا عالم
جلے جیسے شمعِ سحر چُپکے چُپکے

مٹا فرقِ ناز و نیازِ محبت ادھر چپکے چپکے، اُدھر چپکے چپکے
پہونچ تو گئی ہے اب آگے مقدر نظر ماورائے نظر چپکے چپکے
حمید اُن کے دامن کی تاثیر دیکھو
بنے اشک میرے گہر چپکے چپکے

تصور رفتہ رفتہ کارفرما ہوتا جاتا ہے مرے پیشِ نظر حسن سراپا ہوتا جاتا ہے
دلِ مایوس شایانِ تمنا ہوتا جاتا ہے تری چشمِ کرم کا کچھ اشارا ہوتا جاتا ہے
نیاز و ناز میں اک ربط پیدا ہوتا جاتا ہے ہم اُسکے ہو چکے ہیں، وہ ہمارا ہوتا جاتا ہے
مری دنیائے محسوسات پردہ چھائے جاتے ہیں ہجومِ عام میں دل اپنا تنہا ہوتا جاتا ہے
گئے وہ دن مرے نالوں کا شکوہ تھا زمانہ کو میں اب چپ ہوں تو خاموشی کا چرچا ہوتا جاتا ہے
مٹا دے گا یہ سارے فرقِ ربطِ باہمی اک دن کہ تیرا چاہنے والا بھی تجھ سا ہوتا جاتا ہے
زمانے کی نگاہوں سے جہاں تک گرتا جاتا ہوں اُسی نسبت سے آغوشِ کرم وا ہوتا جاتا ہے
مجھے بیخود کئے دیتی ہے جلوؤں کی فراوانی وہ جتنا سامنے آتے ہیں، پردا ہوتا جاتا ہے
مری جانب ہے جسدن سے نگاہِ التفات انکی مری ہر بات میں اک حسن پیدا ہوتا جاتا ہے
خبر بھی ہے تجھے اے حسن کا فرما جرا اس کی
سنا ہے اب حمید اللہ والا ہوتا جاتا ہے

ہوش میں آئے تیرے شرابی دیکھ کے ساغر اور گلابی

حُسن و محبّت وقفِ توجّہ — دل کو مُبارک خانہ خرابی
دل کا خون ہوا ہے شاید — اشکوں کی رنگت ہے گلابی
حُسن تلوّن دوست ہے کتنا — اُس پہ کسی کا عہدِ شبابی
اُن کے گیسو اللہ اللہ — جھوم رہے ہوں جیسے شرابی
دردِ محبّت روز فزوں ہے — ہو کے رہے گی خانہ خرابی
رنگِ حمیدؔ آج اور ہی کچھ ہے
ہونٹوں پہ خشکی، چہرہ شہابی

کیا خوب آج منظرِ راز و نیاز ہے — آنسو ہیں میرے اور وہ دامانِ ناز ہے
آج اک ادائے خاص سے وہ گرمِ ناز ہے — آلودہ جو یہاں ہے وُہی پاکباز ہے
یہ تو نہیں، کہ حُسن سے دل بے نیاز ہے — لیکن مرا نیاز، بانداز ناز ہے
جلووں میں بھی حقیقتِ جلوہ نہ دیکھنا — شاید اِسی کا نام فریبِ مجاز ہے
رعنائیِ خیال کے قُربان جائیے — میں ہوں نیازِ عشق ہے آغوشِ ناز ہے
اُس کے سرور و لُطف کا کیا کیجیے بیاں — رُوحِ نشاط جس کا غمِ جانگداز ہے
شاید وُہی شہیدِ حقیقت بھی ہو سکے — جو دل ہلاکِ جلوۂ حُسنِ مجاز ہے
جس رُخ سے دیکھیے وُہی صُورت ہے رُونما — دل کیا ہے، عکسِ جلوۂ آئینہ ساز ہے
فطرت کی گتھیاں تو بہت کچھ سُلجھ چکیں — دل کی گرہ ہنوز، مگر نیمباز ہے
دھڑکن ہے دل میں، پاؤں میں لغزش، نظر میں کیف — اب غالباً قریب تری بزمِ ناز ہے

سرمایۂ حیات سمجھتا ہوں میں اسے
دل میں مرے حمیدؔ جو سوز و گداز ہے

صبر آزما دل کو یوں بھی آزمائیں گے — خود اسے وہ چھیڑیں گے، خود ہی مسکرائیں گے

جلوہ گاہ سے نظریں اب نہ ہم ہٹائیں گے — دیکھنا ہے وہ کب تک سامنے نہ آئیں گے

جسقدر بھی وہ غم کی وسعتیں بڑھائیں گے — حوصلے مرے دل کے اور بڑھتے جائیں گے

جب کسی طرف کوئی آسرا نہ پائیں گے — پاؤں توڑ کر اپنے ہم بھی بیٹھ جائیں گے

اور تو محبت نے سب اٹھا دیے پردے — ایک پردہ باقی ہے اُس کو ہم اُٹھائیں گے

بڑھ رہا ہے پہلے سے لطفِ انتظار اُن کا — ہاں وہ آج آئیں گے، اور ضرور آئیں گے

دیکھنا ہیں جی بھر کر مست انکھڑیاں اُنکی — یہ تو جانتا ہوں مَیں پاؤں لڑکھڑائیں گے

آپ نے اگر دیکھا، آپ سے بھی کچھ بڑھ کر — اک حسین سی دُنیا آنسوؤں میں پائیں گے

اے مری نگاہِ شوق ایسی بدگمانی کیا — دعوتِ نظر دیکر سامنے نہ آئیں گے

ہر طرح محبت کا ہوگا امتحاں اے دل — جلوہ بھی دکھائیں گے، پردہ بھی گرائیں گے

حُسن و عشق کے چرچے ہونگے سارے عالم میں — تم بھی یاد آؤ گے، ہم بھی یاد آئیں گے

چل کھڑے ہوئے اب تو جادۂ محبت پر — سختیاں بھی جھیلیں گے، ٹھوکریں بھی کھائیں گے

زندگی میں آئے گا ایک وقت ایسا بھی — خود وہ زندگی بن کر زندگی پہ چھائیں گے

حشر دیکھئے کیا ہو، رازدارِ گلشن کا — چھپ کے لالہ و گل میں آپ مسکرائیں گے

جذبِ دل سلامت ہے اے حمیدؔ اگر اپنا — اُن کی بزمِ عشرت میں پھر بلائے جائیں گے

مُبتلائے شوق و حرماں کر گئے | میری دلچسپی کا ساماں کر گئے
جاتے جاتے بھی یہ احساں کر گئے | شمع سی دل میں فروزاں کر گئے
چھاؤں میں تاروں کی وہ رخصت ہوئے | صُبح کو بھی شامِ ہجراں کر گئے
اِک نگاہِ خاص مجھ پر ڈال کر | سب کی نظروں میں نُمایاں کر گئے
اب کہاں جمعیّتِ خاطر نصیب | دل کا شیرازہ پریشاں کر گئے
دل سے یوں نظریں ملا کر پھیر لیں | جیسے پیوستِ رگِ جاں کر گئے
اللہ اللہ وہ نگاہِ جلوہ ریز | دل کا ہر گوشہ درخشاں کر گئے
اب نظر میں دوسرا کوئی نہیں | اپنے جلوؤں سے وہ حیراں کر گئے
دیکھ کر دِقّت پسندی عشق کی | میری ہر مُشکل وہ آساں کر گئے
جلوۂ رُخ کی دکھا کر اک جھلک | بے نیازِ ہر گُلستاں کر گئے
ڈال کر اِک پرتوِ حُسنِ تمام | وہ مجھے آئینہ ساماں کر گئے
ایک پوشیدہ امانت سونپ کر | خود مجھے میرا نگہباں کر گئے
(ق)
اُنکے دامن تک نہ پہونچے کوئی آنچ | دل کو جو شعلہ بداماں کر گئے
وہ رہیں اُفتادِ غم سے دُور دُور | جو مجھے ہنس ہنس کے گریاں کر گئے

اب کسی سے کیا کہوں میں اے حمید
کیا نوازشہائے پنہاں کر گئے

ہر نفس ہے تری آواز خدا خیر کرے | دل ہے اور نغمۂ بے ساز خدا خیر کرے

حُسن میں عشق کے انداز خدا خیر کرے
اللہ اللہ، یہ آغاز خدا خیر کرے

اب مرے ضبطِ محبّت کا خدا حافظ ہے
ملتفت ہے نگہِ ناز خدا خیر کرے

دل سے پوچھو مرے اس حُسنِ طلب کا عالم
دے رہا ہے کوئی آواز خدا خیر کرے

کہیں افشا نہ کرے شدّتِ بیتابیِ دل
راز اب تک ہے جو اک راز خدا خیر کرے

دل دھڑکتا ہے، تری بات رہے تابِ نظر
امتحانِ نگہِ ناز خدا خیر کرے

ساز میں پردۂ دل کے جو چھڑا ہے نغمہ
کیا اُنھیں کی ہے یہ آواز خدا خیر کرے

پھر مری پیشکش شوق میں رکھّا گیا ہے
جب اُدھر ہی سے ہو آغاز خدا خیر کرے

جانِ مضطر ہے کہ رگ رگ سے کھنچی آتی ہے
کون ہے زمزمہ پرداز خدا خیر کرے

ہائے وہ چشمِ سخن گو، وہ اشاراتِ لطیف
غزلِ حافظِ شیراز خدا خیر کرے

"بادہ و مطرب و گل جملہ مہیّاست ولے"
دل کے اچھّے نہیں انداز خدا خیر کرے

آج یہ کیا ہے کہ پیہم مرے کانوں میں حمیدؔ
آ رہی ہے یہی آواز، خدا خیر کرے

بیتابیِ خیال کا ساماں کیا تو ہے
ذوقِ نظر کو سلسلہ جُنباں کیا تو ہے

دل کو دکھا دکھا کے اُمیدوں کے سبز باغ
ویراں کدے کو میں نے گلستاں کیا تو ہے

اب یہ مرا نصیب کہ غم مجھ کو راس آئے
اُن کی نگاہِ ناز نے احساں کیا تو ہے

رگ رگ میں دردِ عشق کی بیتابیاں نہ پوچھ
اُن کو نفس نفس میں خراماں کیا تو ہے

دل جلوہ گاہِ حُسن کبھی بن ہی جائے گا
ظلمتکدے کو اپنے درخشاں کیا تو ہے

لینا ہے تجھ سے اے نگہِ یاس انتقام　　تو نے کسی کو آج پشیماں کیا تو ہے

کیوں عشق بار یاب کی اُٹھتی نہیں نظر　　جلوؤں نے رازِ حُسن نمایاں کیا تو ہے

یہ کہہ کے اُسنے دل کی طرف اِک نگاہ کی　　مانوسِ لذّتِ غمِ ہجراں کیا تو ہے

اے عشقِ نامُراد بچائے ہوئے اُنھیں　　اِک نیشتر قریبِ رگِ جاں کیا تو ہے

دینا پڑے جواب نہ توہینِ عشق کا　　اظہارِ شوق اے دلِ ناداں کیا تو ہے

پُروانہ بَنکے اب تمھیں رہنا ہی اے حمیدؔ
شمعِ حرم کو دل میں فروزاں کیا تو ہے

اُس لب پہ تبسُّم کی موجیں، موجوں کا تبسُّم کیا کہیے
بے لفظ و بیاں، بے ساز و صدا، اندازِ ترنُّم کیا کہیے

اللہ رے یہ گلگشتِ چمن، جس سمت نظر اُٹھ جاتی ہے
کلیاں سی چٹکنے لگتی ہیں، اِعجازِ تکلُّم کیا کہیے

اُف جوش و خروش کا وہ عالم، کونین لرزنے لگتے ہیں
جب حُسن و عشق میں ہوتا ہے ناگاہ تصادم کیا کہیے

خود جذبۂ عشق نے پہونچایا، اِک حُسن کی ایسی منزل تک
کچھ نغمے تھے جن میں خود اپنی آواز ہوئی گُم کیا کہیے

بیگانۂ شوق ہوئی اکثر، ہر چیز سے اپنی فکر و نظر
یوں دیدہ و دل پر چھائے ہو جیسے ہو تمھیں تم کیا کہیے

وہ اُٹھتے ہی پردہ پہلے پہل، اک عالمِ حیرت دونوں طرف
نظروں میں تصادم ہوتے ہی، جلووں کا تلاطم کیا کہیے

مستِ مئے عرفاں کہیے اُسے، یا رندِ خراب و خستہ حمیدؔ
جو خاکِ درِ میخانہ سے کرتا ہو تیمّم کیا کہیے

عالم کچھ اور ہے، وہ تماشا کچھ اور ہے
میری نظر جہاں ہے وہ دُنیا کچھ اور ہے

پیشِ نگاہ صورتِ زیبا کچھ اور ہے
دل میں جو ہے وہ جلوۂ رعنا کچھ اور ہے

یہ کیف، یہ سُرور، مئے ناب میں کہاں
سرشار ہوں میں جس سے، وہ صہبا کچھ اور ہے

میرا مذاقِ عشق ہے ہر رند سے جُدا
میری نظر میں حاصلِ مینا کچھ اور ہے

ظاہر میں ہوشِ عشق کی ہیں دعوتیں مگر
در پردہ چشمِ یار کا منشا کچھ اور ہے

ہر چند بزمِ شوق ہے لبریز سوز و ساز
پھر بھی نگاہ و دل کا تقاضا کچھ اور ہے

کیوں ہو مناظرِ مہ و خورشید پر نظر
کھُل جائے جس سے آنکھ وہ جلوا کچھ اور ہے

آج اک نگاہِ شوق نے یہ بھی دکھا دیا..
دُنیائے رنگ و بُو کے علاوا کچھ اور ہے

اس جلوہ زارِ حُسن سے دل مطمئن نہیں
اب جستجو کچھ اور، تمنّا کچھ اور ہے

جلوے اگرچہ دیر و حرم میں بھی ہیں وہی
لیکن جمالِ منزلِ سلمیٰ کچھ اور ہے

کس کے فراق و وصل، کہاں کے حجاب و دید
اک خاص بات انکے علاوا کچھ اور ہے

شاعر تو اور بھی ہیں زمانہ میں اے حمیدؔ
کیوں رنگِ خاص تیری غزل کا کچھ اور ہے

رُوئے انور سے نظر کسبِ ضیا کرتی ہے
صُحبتِ اہلِ صفا دل کی جِلا کرتی ہے

نازِ پیہم نگہ ہوش رُبا کرتی ہے
دل کو رہ رہ کے مرے چھیڑ دیا کرتی ہے

برملا دل کی کوئی بات ہوا کرتی ہے
راز میں گفتگوئے راز رہا کرتی ہے

ہم تری چشمِ فسونکار کو پہچان گئے
لُطف کا کام تغافل سے لیا کرتی ہے

عالمِ یاس میں بھی اب تو تجلّی اُن کی
ایک اِک نقش میں سو رنگ بھرا کرتی ہے

میرے سر عشق کا اِلزام، اِلٰہی توبہ
اِبتدا پہلے اُدھر ہی سے ہوا کرتی ہے

ہم جہاں بھی ہوں خوشا تیرا تصوّر، تری یاد
شکل اِک خلوت و جلوت میں رہا کرتی ہے

یاد آتی ہے تری جلوہ گہِ ناز مجھے
برق جب ابر کے دامن میں چھُپا کرتی ہے

سچ یہ ہے بیخودیٔ کیف تمام اور کہاں
وہ تو بس خدمتِ ساقی میں مِلا کرتی ہے

دل کو اُس راہ سے گزرے ہوئے مدّت گزری
اِک خلش پھر بھی بدستور رہا کرتی ہے

کیوں سب اربابِ چمن سہمے ہوئے رہتے ہیں
ہر نشیمن پہ کہیں برق گرا کرتی ہے

تجھ سے پروانوں کا جلنا نہیں دیکھا جاتا
شمع کو دیکھ، کہ تا صُبح جلا کرتی ہے

آپ آزردہ نہ ہوں، آپ پشیمان نہ ہوں
دل کی حالت تو اِسی طرح رہا کرتی ہے

وہ غزل کہنے کا اگلا سا کہاں شوق حمیدؔ
اب فقط خاطرِ احباب ہوا کرتی ہے

جب وہ تصوّر میں کبھی آ گئے
میری ہی صورت مجھے دِکھلا گئے

آنکھ سے یوں اشک وہ برسا گئے
آتشِ غم اور بھی بھڑکا گئے

ایسے بھی لمحاتِ فراق آ گئے
جیسے کچھ اِرشاد وہ فرما گئے

اُٹھ کے مرے پاس سے وہ کیا گئے
اور بھی کچھ میرے قریب آ گئے

دیدہ و دل کی مرے تسکین سہی
آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ فرما گئے

پڑ گئی اُن پر جو اچانک نگاہ
خود ہی نظر جھک گئی، شرما گئے

درد کا اب خاک مُداوا کریں
درد کے پردے میں اُنھیں پا گئے

جن کو غرض مجھ سے نہ تھی کچھ وہی
حال مرا دیکھ کے گھبرا گئے

ہائے یہ پھولوں کی جواں مرگیاں
غنچے تو غنچے ہی تھے، مُرجھا گئے

دل ہی نہ سمجھے تو کوئی کیا کرے
آپ تو ہر طور سے سمجھا گئے

خود مجھے ملتا نہیں میرا سُراغ
آج کہاں مجھ کو وہ پہونچا گئے

آج کس شان سے بے پردہ ہوا ہے کوئی
جس طرف دیکھئے خود جلوہ نُما ہے کوئی

اللہ اللہ یہ معراجِ تصوّر میری
جیسے ہر لحظہ مجھے دیکھ رہا ہے کوئی

خامُشی سے بھی غمِ عشق کا چلتا ہے پتہ
رازداروں سے کہیں راز چھُپا ہے کوئی

زُلف بکھری ہوئی عارض پہ، گریبان کھُلا
لیکے انگڑائیاں بستر سے اُٹھا ہے کوئی

"بند بُرقع بکشا، اے مہ خورشید لقا"
کب سے قدموں پہ ترے ناصیہ سا ہے کوئی

اپنے اس حُسنِ تصوّر کی رسائی معلوم
یعنی خود اپنے ہی جلوؤں میں چھُپا ہے کوئی

ہو چکیں سوزِ محبت سے فضائیں معمور
سازِ دل اب مرا کیوں چھیڑ رہا ہے کوئی

دردِ دل ایک طرف، وہم و گماں ایک طرف — نہ کوئی بھول گیا ہے، نہ خفا ہے کوئی

دلِ پُرسوز کی ڈوبی ہوئی آواز ہے یہ — پردۂ ساز ہیں یا نغمہ سرا ہے کوئی

یارب اس جذبِ محبت کا ہو انجام بخیر — ہر ادا اسے مری اب جلوہ نما ہے کوئی

کس کو اب ہوش ہے باقی کہ یہ عالم دیکھے — بزم سے جھاڑ کے دامن کو اٹھا ہے کوئی

جسقدر شعر پڑھے جائیں، پڑھے جاؤ حمید

سنتے ہیں گوش بر آواز ہوا ہے کوئی

بظاہر تو ہیں درد و غم کے بہانے — مگر کیا ہے مقصود اللہ جانے

ہم آہنگِ غم کر دیا سازِ دل کو — خدا جانے کس مطرب خوشنوا نے

تجلی کی موجوں میں گم ہو نہ جائے — بڑھی ہے نظر رُخ سے پردہ اٹھانے

مرے ساتھ اُن کو بھی تڑپا کے چھوڑا — دھڑکتے ہوئے دل کی نازک صدا نے

خدا جانے کیا بن گئی اُن کے دل پر — چلے تھے مرا دردِ دل آزمانے

سرِ بزم لوٹی مرے دل کی دنیا — نظر کے علاوہ بھی خاص اک ادا نے

دبے پاؤں خلوت کدے میں کسی کے — نسیمِ سحر آ رہی ہے جگانے

نہیں منحصر کچھ غم و درد ہی پر — تجھے یاد کرنے کے ہیں سو بہانے

کیا اور مانوسِ غم دل کو میرے — تمھاری نگاہِ کرم آشنا نے

مجھے ناز ہے تم کو میں جانتا ہوں — تمھیں اب کوئی اور جانے نہ جانے

حمید اُس نگاہِ توجہ کے قرباں — غزلخواں کیا جسکی اک اک ادا نے

کسی کی یاد یہ ہر لحظہ آئی جاتی ہے — یہ آج کس لئے زحمت اُٹھائی جاتی ہے

یہ شوقِ دید کی بیتابیاں معاذاللہ — ابھی سے میری نظر تھرتھرائی جاتی ہے

کہیں تو کیا کہیں اربابِ جلوۂ معنی — لبوں پہ مُہرِ خموشی لگائی جاتی ہے

جو رازدارِ محبّت ہیں وہ سمجھتے ہیں — مجاز ہی میں حقیقت بھی پائی جاتی ہے

یہ چاندنی نہیں قسمت میں تیرہ بختوں کے — شبِ فراق کی زینت بڑھائی جاتی ہے

ابھی یہ صحنِ گلستاں سے کون گزرا ہے — کلی کلی ہے کہ بس مُسکرائی جاتی ہے

نگاہ و دل پہ تحیّر کے ڈال کر پردے — ہماری بات ہمیں سے چھپائی جاتی ہے

کہیں جفا کا تمھاری بھرم نہ کھل جائے — مری وفا تو بہت آزمائی جاتی ہے

جہاں پہونچ کے خود اپنی خبر نہیں رہتی — وہیں یہ منزلِ مقصود پائی جاتی ہے

جگر کے حُسنِ توجُّہ کا فیض ہے یہ حمید
ترے کلام میں نُدرت جو پائی جاتی ہے

ہر گُل میں وُہی رنگِ وفا ڈھونڈھ رہی ہے — میں اُس کو مجھے یادِ صبا ڈھونڈھ رہی ہے

رُک جاتے ہیں ہر گام پہ رہ رہ کے قدم کیوں — کیا چیز مری لغزشِ پا ڈھونڈھ رہی ہے

پڑتی ہی نہیں اب نگہِ شوق کسی پر — ہر سمت تجھی کو بخدا ڈھونڈھ رہی ہے

اللہ رے مرے ضبطِ غمِ عشق کی ہمّت — اب جادۂ تسلیم و رضا ڈھونڈھ رہی ہے

لائی یہ کہاں اے مری دیوانگیِ شوق — مجھ کو نگہِ راہنما ڈھونڈھ رہی ہے

جلوے ترے کچھ ایسے سمائے ہیں نظر میں — "تاریکیِ غم" بن کے ضیا ڈھونڈھ رہی ہے

کس شوق میں، کس جوش میں آئی ہے اُمنڈ کر
کیا خانۂ کعبہ میں گھٹا ڈھونڈھ رہی ہے

بیہوش نظر آتا ہے ہر ایک سرِ بزم
کس کو نگہِ ہوش رُبا ڈھونڈھ رہی ہے

گُم ہو کے فراوانیِ جلوہ میں کسی کی
میری نگہِ شوق یہ کیا ڈھونڈھ رہی ہے

دل اپنا کھنچا آتا ہے سینے سے حمیدؔ آج
شاید کہ مجھے شانِ عطا ڈھونڈھ رہی ہے

ڈوب رہے ہیں چاند ستارے
پُر معنی سے کر کے اِشارے

حُسن کا منظر، غم کے نظارے
نیند تمھاری، خواب ہمارے

ایک حسیں دامن کے سہارے
بن گئے آنسو عرش کے تارے

خرمنِ دل کی خیر ہو یارب
پھُونک نہ ڈالیں غم کے شرارے

غازۂ رُخ ہے، صبحِ تجلّی
بادِ صبا نے بال سنوارے

نقش ہوئے جاتے ہیں دل پر
اُن کی نظر کے خاص اشارے

چاندنی راتیں، اُن کا تصوُّر
اللہ اللہ اپنے نظارے

اے غمِ جاناں تجھ کو خبر ہے
ہم جیتے ہیں تیرے سہارے

بیٹھ نہیں سکتے دم بھر بھی
ایک جگہ ہم درد کے مارے

سُنتا ہوں آواز انھیں کی
کوئی صدا دے، کوئی پکارے

سارے عالم کی نگاہوں میں سماتے چلئے
یہ جو اک تفرقہ برپا ہے مٹاتے چلئے

ہاں نگاہِ غلط انداز اِدھر بھی کوئی
واعظوں کے بھی ذرا ہوش اُڑاتے چلئے

پھر یہ وقت آئے نہ آئے پئے تکمیلِ جُنوں
اور کچھ وسعتِ کونین بڑھاتے چلئے

ماہ و انجم تو ہیں خود نقشِ قدم کے ذرّے
ماہ و انجم سے بھی دامن کو بچاتے چلئے

آپ نے دی تھی صدا حضرتِ دل خیر ہوئی
اور جو پردے سے وہ باہر نکل آتے، چلئے

آپ رہبر ہیں کسی اور سے میں کیوں پوچھوں
اپنی منزل کا پتہ آپ بتاتے چلئے

تا کُجا قیدِ نگاہ و دلِ دیدار طلب
رہ گئے ہیں جو حجابات اُٹھاتے چلئے

صاف سُنتا نہیں ہیں آپ کی آواز ابھی
دل کی دھڑکن کو ذرا اور بڑھاتے چلئے

میں جہاں سجدہ کروں، پھر کوئی سجدہ نہ کرے
اپنا ہر نقشِ قدم آپ مٹاتے چلئے

رہبرِ راہِ محبّت ہیں اگر آپ حمیدؔ
غزلِ حافظِؔ شیراز سُناتے چلئے

جلوۂ حُسنِ دوست کا لیکے اثر چلی گئی
جیسے اُنھیں کے ساتھ ساتھ اپنی نظر چلی گئی

کیسی بہار کیا چمن، سُونی پڑی ہے انجمن
جب سے گئے وہ زینتِ قلب و جگر چلی گئی

اشک نہ ساتھ دے سکے، اشکوں کا غم نہیں مگر
رنج یہ ہے کہ رونقِ دیدۂ تر چلی گئی

یہ بھی مجھے بتائے جا، جی کے میں پھر کروں گا کیا
یاد بھی تیری رُوٹھ کر مجھ سے اگر چلی گئی

کُھل نہ سکی زبانِ شوق، ہو نہ سکا بیانِ غم
چھیڑ کے آج دل کو پھر، بادِ سحر چلی گئی

دیکھے فریبِ رنگ و بو، جلوہ دکھا کے چار سو
مجھ کو مری ہی جستجو، لیکے کدھر چلی گئی

حُسن ہے مائلِ نیاز، کُھل گیا ہچکیوں کا راز
یاد کسی کی آئی تھی، دیکے خبر چلی گئی

اُنکی نگاہِ التفات، پرسشِ غم کو آئی تھی
ہم رہے محوِ غم اِدھر، اور وہ اُدھر چلی گئی

درد نے گدگدا دیا، شوق نے چٹکیاں سی لیں　　بابِ قبول تک دعا، آج مگر چلی گئی

اُن کی حریمِ ناز میں، آہِ رسا مری حمیدؔ
دیکھئے بس ایک جنبشِ پردۂ در چلی گئی

پردہ رُخِ عالم سے اُٹھاتے ہوئے آئے　　تنہا وُہی تنہا نظر آتے ہوئے آئے

سرتا قدم، آئینہ بناتے ہوئے آئے　　آئے، مری رگ رگ میں سماتے ہوئے آئے

زُلفیں رُخِ روشن سے ہٹاتے ہوئے آئے　　یا شب کو شبِ قدر بناتے ہوئے آئے

ہر جلوۂ صد رنگ کو کرتے ہوئے پنہاں　　اک جلوۂ بے رنگ دکھاتے ہوئے آئے

اللہ رے اعجازِ فروغِ رُخِ تاباں　　اک شمع سی رگ رگ میں جلاتے ہوئے آئے

پُر شوق نگاہوں کے وہ جھرمٹ سے گزر کر　　گھبرائے ہوئے، بچتے، بچاتے ہوئے آئے

سرتا بقدم غرقِ مئے حُسن و جوانی　　پیتے ہوئے آئے، وہ پلاتے ہوئے آئے

اک حشرِ تمنا تھا ہر اک گام پہ، لیکن　　کانٹوں سے وہ دامن کو بچاتے ہوئے آئے

کس شان سے آئے ہیں مرے خانۂ دل میں　　جو پردے اُٹھانا تھے، گراتے ہوئے آئے

ڈالی گئی اس طرح نگاہِ متبسم　　غنچے سے رگ و پے میں کھلاتے ہوئے آئے

کچھ ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں　　جیسے وہ کوئی راز چھپاتے ہوئے آئے

ہر لحظہ نیا رنگ، نئی آن، نئی شان　　ہر بار نیا جلوہ دکھاتے ہوئے آئے

تمیزِ دل و دیدہ و منظور و نظر کیا　　تفریقِ من و تو بھی مٹاتے ہوئے آئے

وہ بزم میں تھے گوش بر آواز ہی جیسے　　اشعار، حمیدؔ اپنے سناتے ہوئے آئے

گُم ہو کے ترے نظّارے میں، کچھ اور تمنّا کون کرے
پا کر تجھے پھر جنّت کی طلب، اے حُسنِ سراپا کون کرے

خاموش ہیں ہم اے اہلِ نظر، اب ہو بھی تو شکوا کون کرے
جب حُسن کی بھی رُسوائی ہو، پھر عشق کو رُسوا کون کرے

جو دل پہ گزُرتی ہے گزُرے، لیکن یہ گوارا کون کرے
اپنی ہی طرح خود اُن کو بھی بیتابِ تمنّا کون کرے

بے وَجہ نہیں ہم مُہر بلب، اِس پاسِ ادب کا بھی ہے سبب
جس راز کو وہ اپنا کہدیں، اُس راز کو افشا کون کرے

ہر جام کے بعد بھی اے ساقی، رہتی ہیں تمنّائیں باقی
توبہ کی حقیقت ظاہر ہے، ترکِ مے و مینا کون کرے

پہلی ہی تجلّی سے اُن کی، ہم ہوش و خرد سب کھو بیٹھے
نظّارۂ حُسنِ کامل کا، اب اور تقاضا کون کرے

جلووں کا کسی کے یہ عالم ہے، کچھ وجد میں ہیں، کچھ حیرت میں
دُنیا ہے تماشائی اُن کی، اِحساسِ تماشا کون کرے

ہوتی ہے خلش تو ہونے دو، بہتے ہیں جو آنسو بہنے دو
جس غم کو خود اُن سے نسبت ہو، اُس غم کا مُداوا کون کرے

چہرے سے مرے دل کا مقصد، دیکھے تو سمجھ جائے شاید
مشکل ہے نظر اُٹھنا اپنی، ساقی کو اِشارا کون کرے

مانا غم و رنج کی شدّت ہے، لیکن یہ حمیدؔ حقیقت ہے
جب عشق نے پردہ ڈالا ہو، پھر حُسن کو رُسوا کون کرے

شوق در پردہ اِک افسانہ ہوا جاتا ہے
دل غمِ دوست سے بیگانہ ہوا جاتا ہے

مضطرب کیوں دل دیوانہ ہوا جاتا ہے
کیا کسی شمع کا پروانہ ہوا جاتا ہے

سچ یہ ہے جب سے ہوئی دل کو حقیقت کی تلاش
محرمِ کعبہ و بُتخانہ ہوا جاتا ہے

بادہ کش کس لئے توبہ کا سہارا ڈھونڈیں
بند ابھی کیا درِ میخانہ ہوا جاتا ہے

دیدہ و دل میں سمانے کا وہ انداز نہیں
جانے کیا جلوۂ جانانہ ہوا جاتا ہے

قابلِ رحم ہے اُس دل کی تباہی اے دوست
ہو کے آباد جو ویرانہ ہوا جاتا ہے

محفلِ ناز میں جب زینتِ محفل ہیں تُمہی
کیوں ہر انداز، حریفانہ ہوا جاتا ہے

دل کو اے کشمکشِ جوشِ جنوں کیا کہئے
اپنی منزل سے بھی بیگانہ ہوا جاتا ہے

مسکراتا ہوا آئے تو تصوّر میں کوئی
رشکِ جنّت ابھی غمخانہ ہوا جاتا ہے

تھی فقط رند کو ساقی کی توجّہ درکار
آشنا شیشے سے پیمانہ ہوا جاتا ہے

عام ہے آج یہاں فیضِ نگاہِ ساقی
مست میخانے کا میخانہ ہوا جاتا ہے

ڈال دی تو نے کچھ ایسی غلط اندازِ نظر
اور ہی کچھ، ترا دیوانہ ہوا جاتا ہے

نسبتِ خاص نے وہ رنگ بھرے ہیں کہ حمیدؔ
اک مرقّع مرا افسانہ ہوا جاتا ہے

جلوے کسی کے آئینۂ دل میں آ گئے
اب حسن و عشق ایک ہی منزل میں آ گئے

یوں بے نقاب آج وہ محفل میں آ گئے
جیسے سمٹ کے کون و مکاں دل میں آ گئے

خوش ہیں شناورانِ محبت، مگر یہ کیا
طوفاں سے بچ کے دامنِ ساحل میں آ گئے

اٹھتی نہیں ہے کیوں رخِ لیلیٰ سے اب نقاب
ذرّے یہ کس کے گوشۂ محمل میں آ گئے

اے رہروانِ منزلِ بے نام الوداع
ہم تو حدودِ کوچۂ قاتل میں آ گئے

وہ ننگِ زندگی جو زمیں پر بھی بار تھے
کیا جانے کیونکر آپ کی محفل میں آ گئے

آمادۂ ستیز زمانے سے عشق تھا
یہ کیا کیا، کہ آپ مقابل میں آ گئے

اللہ رے پردہ داریِ کامل کا اہتمام
آنکھوں سے جب وہ چھپ نہ سکے، دل میں آ گئے

کچھ امتیازِ شوق، نہ حسرت کی انتہا
ہم اے حمیدؔ کون سی منزل میں آ گئے

نگارِ زیبا

هوشم رُبود آں سفّاک یارے ‌ ‌ ‌ کافر نگاھے، زیبا نگارے

بَرقِ مُجسّم، حُسنِ سَراپا ‌ ‌ ‌ فِتنہ طرازے، آشوب کارے

دَر صحنِ گلشن دیدم خراماں ‌ ‌ ‌ طُرفہ بہارے، اَندر بہارے

رَحمے بہ جانم فرمود، لیکن ‌ ‌ ‌ کافر دِلم را، ناید قرارے

عُمرے گزشت و شوقِ خرامم ‌ ‌ ‌ محمل بہ بیند، در ہر غبارے

اَز مَن چہ پُرسی حالِ دل و جاں ‌ ‌ ‌ ایں ہم شکارے آں ہم شکارے

شادم حمیدؔ ایں فیضِ جگر ہست

نازم بہ طبعِ جادو نگارے

محرمِ دل

فحبک کاظمہ فی کل حین ٭ وذکرک مونسی فی کل حالی
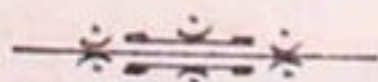
کاظمہ[1] اے محرمِ دل کاظمہ ٭ میری اُمیدوں کا حاصل کاظمہ

خوش ادا، رنگیں شمائل کاظمہ ٭ مہرِ خلوت، ماہِ محفل کاظمہ

تیری خلوت گاہ، چشمِ منتظر ٭ قلبِ مضطر، تیری محمل کاظمہ

اک تری نسبت سے جانِ آرزو ٭ میرا دل بھی بن گیا دل کاظمہ

زندگی میں حسن پیدا کیوں نہ ہو ٭ زندگی میں تو ہے شامل کاظمہ

تو ہم آغوشِ تصور جب ہوئی ٭ بن گئی خلوت بھی محفل کاظمہ

ہو گئی تیری بدولت زندگی ٭ زندگی کہنے کے قابل کاظمہ

آنکھوں آنکھوں میں بتا دیتی ہے تو ٭ کس طرح ملتے ہیں دو دل کاظمہ

حسنِ صورت، حسنِ سیرت میں ترا ٭ کون ہے مدِ مقابل کاظمہ

ہاں وہی پھر اک نگاہِ نیم باز ٭ دل ہوا ہے جس سے بسمل کاظمہ

اعتبارِ ہستی بے اعتبار ٭ ہے تری اُلفت میں حاصل کاظمہ

شاہراہِ زندگی میں ساتھ ساتھ ٭ تو رہے منزل بہ منزل کاظمہ

چوں بنی عامر بسے مجنوں شوند
گر بروں آید یکے لیلیٰ زحے (حضرت حافظؒ)

---

[1] تلمیح ... ... "عشق کی نمائش ہے حسن کے بہانے سے" ... ... (اصغر گونڈوی)

گلگشتِ چمن

بادِ صبحی بہوایش ز گلستاں برخاست
یارِ من چوں بہ خرامد بہ تماشائے چمن

رشکِ گُل کون یہ آیا ہے پئے سیرِ چمن
خیر مقدم کیلئے جھک گئے کیوں سرو وسمن

رُخِ رنگیں پہ تصدّق ہے بہارِ گلشن
نکہتِ زُلفِ معنبر پہ فدا مشکِ ختن

چشمِ میگوں پہ وہ مژگانِ سیہ کی چلمن
رُخ پہ ڈالے ہوئے آنچل ہو کوئی جیسے دُلہن

اُف وہ سر تا بقدم پیکرِ ریعانِ شباب
جیسے رعنائی و رنگینی ہے خود جُزوِ بدن

نرگسِ مست پہ لہرائے ہوئے سے گیسُو
جیسے میخانے پہ ہے ابرِ سیہ سایہ فگن

دلستاں، آفتِ جاں، دشمنِ دیں، سحر طراز
شمع رُو، زہرہ جبیں، شوخ نظر، غنچہ دہن

جلوہ ہائے سحر و شام ہوں جیسے یکجا
ہائے وہ زُلفِ سیہ تاب، وہ رُوئے روشن

اُف وہ رفتار، کہ ہر گام پہ فتنے اُٹھیں
بجلیاں جس میں ہوں آسُودہ، وہ چشمِ پُرفن

گفتگو میں ہے لطافت، تو حیا میں شوخی
مُتبسّم ہیں نگاہیں تو جبیں پر ہے شکن

جس کا ہر عشوہ ہے غارتگرِ صد ہوش و خرد
جس کی ایک ایک ادا صبر و سکوں کی دشمن

اللہ اللہ وہ نسیمِ سحری کی چھیڑیں
پھر وہ اُس شاہدِ رنگیں کا گُل افشاں دامن

گنگناتا ہے جو رہ رہ کے وہ سرمستِ شباب
تیز تیز اور ہوئی جاتی ہے دل کی دھڑکن

چوں توئی نرگسِ باغِ نظر اے چشم و چراغ
حیفم آید کہ خرامی بہ تماشائے چمن
(حضرت حافظؒ)

نالۂ دلفگار

مانا کہ اور سب تو ہے آپ کے اقتدار میں
مدحِ صحابہؓ بند ہو، یہ نہیں اختیار میں

دین کے سرفروش کو جیل تو صرف کھیل ہے
دار پہ بھی چڑھیں گے ہم اُلفتِ چاریارؓ میں

اُن کے خلوص و درد کا جوش و خروش دیکھنا
آئیں گے جب مجاہدین عرصۂ کارزار میں

جس نے کیا تھا بیقرار، آج وہ بیقرار ہے
رنگِ اثر بھی آ چلا نالۂ دلفگار میں

ناز و نیازِ عشق کا وقت تو آنے دیجئے
کھنچ کے سب آہی جائینگے دین کی اک پکار میں

خرمنِ ظلم و جور کو پھونک کے چین لیں گے ہم
آتشِ غم بھڑک اُٹھی ہر دلِ بیقرار میں

پیشرؤوں کی اپنے ہم مدح نہ کس طرح کریں
یہ نہیں اختیار میں، یہ نہیں اختیار میں

جھوٹی تسلّیوں سے اب کام نہ چل سکے گا کچھ
تین برس گزر گئے عالمِ انتظار میں

کاش کہ اس طرح سے ہم داخلِ قید و بند ہوں
گننے پہ بھی اسیرِ غم آ نہ سکیں شمار میں

رنگِ جہاں بدل نہ دیں جوشِ جنوں میں تو سہی
اہلِ جنوں کو چھیڑنا ٹھیک نہیں بہار میں

کرلیں حمید جسقدر ظلم و ستم وہ کر سکیں
پیش نہ ہوگا ماجرا، کیا یہ حضورِ یار میں

سہرا

سہرا بتقریبِ شادی محبّی و مخلصی حاجی محمد اکبر علی خاں صاحب پسر جناب حاجی محمد محمد مصطفٰی خاں صاحب

شکرِ خالق کہ ہے تحریرِ مقدّر سہرا
جب تو ہے زینتِ پیشانیٔ انور سہرا

نکہتِ حُسن سے ہے آج معطّر سہرا
کیوں نہ ہو گلشنِ فردوس سے بہتر سہرا

ہر لڑی حُسن کی گرمی سے ہوئی غرقِ عرق
بَن گیا بزم میں ہنگامۂ محشر سہرا

جتنی کلیاں ہیں مسرّت سے کھلی جاتی ہیں
جب مچلتا ہے ترے پاؤں پہ گر کر سہرا

ہر رگِ گُل میں ہے پیغامِ محبّت رُوپوش
جادۂ عشقِ حقیقی کا ہے رہبر سہرا

دیکھا نوشاہ کو ہمشکلِ مہِ کامل جب
بن گیا بزمِ ستاروں کی چمک کر سہرا

کہکشاں اس سے خجل، عقدِ ثریّا ہے ماند
نور کی موج ہے واللہ سراسر سہرا

ہر لڑی حُسن کے پرتو سے بنی آیتِ نور
کیوں نہ ہو زیب دہِ روئے منوّر سہرا

ہر گُلِ تازہ میں ہے بُوئے محبّت کی مہک
عطرِ اُلفت سے نہ پھر کیوں ہو معطّر سہرا

بزمِ شادی میں ہے ابرِ مسرّت ہر سو
پیش کرتا ہے نئے حُسن کا منظر سہرا

جب کلی کوئی چٹکتی ہے تو آتی ہے صدا
ہو مبارک تجھے اے خالقِ اکبر سہرا

"مصطفٰی خاں" کو مبارک ہو یہ سامانِ سُرور
کہہ رہا ہے یہ سرِ بزم مہک کر سہرا

سالِ تاریخ کی ہے فکر اگر تجھ کو حمید
لکھ "دل افروز مبارک ترے سر پر سہرا"
١٩ ٦ ٢٩

سہرا بتقریب عقدِ نکاح حبیبی و مُحبّی حاجی محمد اعظم علی خاں صاحب خلف جناب حاجی محمد مصطفٰی خاں صاحب

کیوں نہ ہو کیوں نہ ہو روشن گرِ عالم سہرا
کثرتِ نور سے ہے نیّرِ اعظم سہرا

تابِ نظارہ نہیں، طاقتِ دیدار نہیں
کہو چہرے سے اُٹھائیں ابھی کم کم سہرا

باغِ عالم کی ہر اک چیز میں ہے جوشِ نشاط
کیوں نہ ہو فرطِ خوشی سے خوش و خُرّم سہرا

آج وہ دن ہے کہ دیتا ہے مرے نوشہ کو
خبرِ طالعِ اسکندرِ اعظم سہرا

کلیاں کہتی ہیں چٹک کر رُخِ روشن کے قریب
جوش میں سورۂ اخلاص کرے دم سہرا

ہے جو مشہور زمانے میں دُلھن کی آمد
جوشِ عشرت میں صدا دیتا ہے "وکلم" سہرا

ڈھل گیا حُسن کے سانچے میں کچھ اس طرح حمیدؔ
رُخِ نوشاہ پہ ہے نورِ مجسّم سہرا

سہرا بتقریب جشن شادی مخلصم سید حامد حسین صاحب رضوی عرف اسلم میاں

اللہ اللہ کس غضب کی دلکشی سہرے میں ہے
بات جو "اسلم میاں" میں ہے وہی سہرے میں ہے

گلشنِ طیبہ کے پھولوں کی لڑی سہرے میں ہے
یا کہ تخئیلِ "حمیدِ لکھنوی" سہرے میں ہے

اہلِ محفل کی نگاہیں جس ادا پر لوٹ ہیں
وہ ادا مخصوص ایسی کون سی سہرے میں ہے

اضطرابِ شوق کا عالم ہے لڑیوں سے عیاں
جذبۂ خاموش کی تصویر بھی سہرے میں ہے

دید کے قابل ہے کیسا منظرِ راز و نیاز
کیا کوئی تارِ نظر کی بھی لڑی سہرے میں ہے

دیدۂ پُر شوق کہیئے، یا دلِ پُر آرزو
ہر گلِ شاداب کی جو پنکھڑی سہرے میں ہے

اِشتیاقِ دید میں ہر اک لڑی بیتاب ہے
دیکھئے کس درجہ شانِ دلبری سہرے میں ہے

حُسن ہی اس راز سے دراصل ہو گا آشنا
وہ جو اک پوشیدہ رازِ عاشقی سہرے میں ہے

عشق کے جذبات کا آئینۂ روشن ہے یہ
یا نگاہِ حُسن کی تابندگی سہرے میں ہے

اس کو آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں سب اہلِ نظر
رشتۂ حُسن و محبّت کی لڑی سہرے میں ہے

پھُول کھل کر کہہ رہے ہیں یہ زبانِ حال سے
غُنچۂ دل ہے کسی کا، جو کلی سہرے میں ہے

اُس کے دل سے پُوچھئے اُسکی نظر سے دیکھئے
جس کی اک مَوجِ نشاطِ زندگی سہرے میں ہے

محوِ نظّارہ ہوئی جاتی ہے ساری انجمن
کوئی نسبت خاص حُسن و عشق کی سہرے میں ہے

دید کی طاقت کہاں، پھر تابِ نظّارہ کسے
یہ غنیمت ہے رُخِ نوشہ ابھی سہرے میں ہے

شرح جس کی معنی و الفاظ سے ممکن نہیں
ایک ایسی بھی تجلّی حُسن کی سہرے میں ہے

یوں تو سہرے اور بھی دیکھے ہیں میں نے اے حمیدؔ
جاذبیّت اور کشش لیکن اِسی سہرے میں ہے

بتقریب جشنِ شادی عزیز گرامی قدر میاں محمد ہارون سلّمہٗ، ابن حضرت الحاج محمد یوسف صاحب نقشبندی مہاجر مکّی، مدیر ” بُستان “

مرے دیدہ و دِل کا ارمان سہرا
بنا ہے بہاروں کا عُنوان سہرا

نگاہوں کی بیتابیاں بڑھ رہی ہیں
کہاں تک رہے گا نگہبان سہرا

تجلّیِ آئینۂ رُخ کے آگے
ہوا جا رہا ہے پشیمان سہرا

گُل افشانیوں سے پریشاں ہیں گیسو — پریشانیوں سے ہے حیران سہرا
نگاہیں تماشا بنی جا رہی ہیں — دکھاتا ہے ہر آن اِک آن سہرا
کہیں یہ نہ پڑ جائے خود اُلجھنوں میں — اُلجھتا ہے زُلفوں سے نادان سہرا
نگاہِ حسد کا گزر اب کہاں ہے — کہ ہے چشمِ بد کا نگہبان سہرا
مُرادوں کے پھولوں سے لڑیاں گُندھی ہیں — یہ حُسن و محبت کی ہے جان سہرا
جو ماں کی ہے پُرشوق آنکھوں کا تارا — تو ہے باپ کے دِل کا ارمان سہرا
جوانی نئی ہے، اُمیدیں نئی ہیں — نئی زندگی کا ہے سامان سہرا
نئی زندگی کی نئی روشنی میں — محبت کا گویا ہے پیمان سہرا
نئی آرزوئیں گلے مل رہی ہیں — نئی آرزوؤں پہ قربان سہرا
یہ بختِ رسا، یہ عروجِ مقدّر — کہ "ہارون" ہیں دولھا "سلیمان" سہرا
نگاہیں یہ "بلقیس" کی کہہ رہی ہیں — ذرا دیکھنا، "عبدِ رحمان" سہرا
کریں "حاجی یوسف" ولیمہ کا ساماں — کہ ہے جشنِ شادی میں مہمان سہرا
یہ تقریبِ شادی کچھ ایسی رچی ہے — رہے گا نگاہوں میں ہر آن سہرا

حمید اِس طرف شورِ صلِّ علیٰ ہے
اُدھر تہنیت کا ہے سامان سہرا

سہرا بتقریب عقدِ نکاح سید حیدر حسین سلمہٗ پسر سید فضل حسین صاحب

صبا یہ کس کی نویدِ شادی، چمن چمن کو سُنا رہی ہے
جدھر نگاہیں اُٹھا کے دیکھو، کلی کلی مُسکرا رہی ہے

جُھکی ہی پڑتی ہے ڈالی ڈالی، چُنے گا سہرے کے پھول مالی
بھرے ہوئے ساغروں سے شبنم، گلوں کے مُنھ کو دُھلا رہی ہے

ہر ایک گلشن میں ہے یہ چرچا، بنے ہیں "حیدر حسین" دُولھا
بہار سہرے کی نکہتوں کے بھرے خزانے لُٹا رہی ہے

وہ رسم و راہِ وفا بنادی، سُرور کی اک جھلک دکھادی
بہت مُبارک ہے بزمِ شادی کہ دو دِلوں کو ملا رہی ہے

گلے ملے ہیں شباب و طفلی، حدِ شریعت میں راہ نکلی
پڑے گی بُنیادِ زندگی کی جہاں سے، منزل وہ آ رہی ہے

کچھ ایسی ہے اس میں دلربائی، چُھپا نہیں سکتے "فضلو بھائی"
نظر میں مستی سی آ رہی ہے، خوشی جو چہرے پہ چھا رہی ہے

ہماری "باجی" کا ساغرِ دل، مسرتوں سے چھلک رہا ہے
خوشی کی تمہید ہے یہ سہرا، مُرادِ دِل کی بر آ رہی ہے

نہ کیوں ہوں مسرور "صالحہ بی" بنا ہے نوشاہ چھوٹا بھائی
نفس نفس ہے سُرورِ تازہ، نظر نظر مسکرا رہی ہے

جمالِ نوشاہ کے مقابل، نظر کی وابستگی ہے مشکل
ضیائے رُخ سے تمام محفل، کچھ اس طرح جگمگا رہی ہے

مری نگاہیں تو چار جانب انھیں بہاروں کو ڈھونڈھتی ہیں
ہر اک لڑی گلشنِ مدینہ کی یاد مجھ کو دلا رہی ہے

حمیدؔ اک وجد کا ہے عالم، ہیں شاد و خرم انیس و ہمدم
ادھر چھڑے نغمہائے پیہم، فضا ادھر گنگنا رہی ہے

سہرا بتقریبِ شادی محب العزیز شہاب مرزا سلمۂ ابنِ جناب نواب مرزا صاحب مہاجر مکی

وہ برقِ سرِ طور سہرے کی لڑیاں — وہ نور "علیٰ نور" سہرے کی لڑیاں
نگاہوں میں سب کی سمائی ہوئی ہیں — تری چشمِ بد دور سہرے کی لڑیاں
برابر اس انداز سے جھومتی ہیں — کہ ہیں نشہ میں چور سہرے کی لڑیاں
کسی کی نگاہوں کا عالم بنی ہیں — یہ پُر کیف و مخمور سہرے کی لڑیاں
بزرگوں نے نوشہ کی جب لیں بلائیں — جھکیں ہو کے مجبور سہرے کی لڑیاں
عروسی کا وقتِ مبارک جو آیا — اٹھیں حسبِ دستور سہرے کی لڑیاں
ادھر بزم میں تہنیت کے ترانے — ادھر شاد و مسرور سہرے کی لڑیاں
دکھاتی ہیں گلزارِ طیبہ کا منظر — تجلی سے معمور سہرے کی لڑیاں

سہرا بہ رنگِ غزل

بتقریب شادی مخلصی خواجہ سعدالدین صاحب سعید (مصوّر) خلف جناب خواجہ حمیدالدین صاحب

سہرے میں عجب جذب و اثر دیکھ رہے ہیں
رُخ کو ترے فردوسِ نظر دیکھ رہے ہیں

سہرے کی پھبن، رونقِ محفل کے نقاضے
ہم تو رُخِ نوشاہ، مگر دیکھ رہے ہیں

سب دیکھنے والوں کا یہ عالم ہے کہ جیسے
آغوش میں پھولوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

مسرور نظر آتے ہیں اربابِ تماشا
کلیوں کے تبسّم کا اثر دیکھ رہے ہیں

لڑیاں رُخِ نوشاہ کا بن جاتی ہیں پردہ
یہ دیکھ کے سب لوگ اُدھر دیکھ رہے ہیں

کیا حُسنِ تخیّل کا کوئی شعر ہے دل میں
سہرے کو بصد شوق جگر[1] دیکھ رہے ہیں

تصویر بنے بیٹھے ہیں محفل میں سعید آپ
اور آپ کو اربابِ نظر دیکھ رہے ہیں

ملنے کو ہیں دو دل جو اِدھر شوق سے باہم
حیرت سے اُدھر شمس و قمر دیکھ رہے ہیں

یا صُبح سے کس شوق میں تھے منتظرِ شام
یا شام سے آثارِ سحر دیکھ رہے ہیں

جو یاد دلاتا ہے مدینے کے چمن کی
سہرے میں اک ایسا گُلِ تر دیکھ رہے ہیں

خوش خوش نظر آتے ہیں بہت خواجہ حمید آج
ہنس ہنس کے رُخِ نورِ نظر دیکھ رہے ہیں

---

[1] رئیس المتغزلین حضرت جگر مرادآبادی مدظلہ العالی - ۱۲

سہرا

(بطرزِ نو)

بتقریبِ شادی نورِ نظر میاں محمد مظہر علی خاں سلمہٗ پسر الحاج محمد اکبر علی خاں صاحب

سہرے کی آب و تاب برابر لئے ہوئے
اِک جلوہ زار ہے رُخِ انور لئے ہوئے

اللہ رے اہلِ بزم کی حیرانیِ جمال
آئینہ رُو برو ہے سکندر لئے ہوئے

سب جگمگا اُٹھے رُخِ تاباں کی چھوٹ سے
جلوہ ہے ہر لڑی کا گُلِ تر لئے ہوئے

سہرے کے سب یہ مُنتخب و زرنگار پھول
دامن میں ہیں بہار کا منظر لئے ہوئے

نوشاہ کی نگاہِ محبت پناہ بھی
اُٹھتی ہے ایک شوق کا دفتر لئے ہوئے

سہرے سے کیوں نہ زینتِ آغوشِ شوق ہو
ہر گُل ہے بُوئے زُلفِ مُعنبر لئے ہوئے

کیونکر رہے گا آرسیِ مُصحف کا راز، راز
آتا ہے کوئی شیشہ و ساغر لئے ہوئے

کچھ اپنے حُسنِ شوق کی تم کو خبر بھی ہے
اِک رنگِ خاص رُخ پہ "نو مظہر" لئے ہوئے

کیا ذہن میں ہیں عرضِ تمنا کی شوخیاں
کس کا خیال ہے دلِ مُضطر لئے ہوئے

گُلہائے باغِ طیبہ کی نسبت سے اے حمیدؔ
لڑیاں ہیں موجِ نور سراسر لئے ہوئے

تحفۂ عروس

در تہنیتِ عروسی نورِ دیدہ آمنہ خاتون بنتِ حاجی محمد مصطفٰے خاں صاحب

"آمنہ" نیک صفت، عاقل و فرزانہ بنو　　مرکزِ علم و ادب کیلئے میخانہ بنو
مئے عصمت سے چھلکتا ہوا پیمانہ بنو

عمر بھر سر پہ تمھارے رہے ظلِّ رحمت　　نام کو پاس نہ آئے کبھی رنج و کلفت
دیدہ و دل کیلئے جلوۂ جانانہ بنو

حق کی طاعت میں رہے خم سرِ تسلیم و رضا　　کبھی آئے نہ زباں پر گلۂ نازیبا
شمعِ ملّت کیلئے صورتِ پروانہ بنو

مطمئن ذکرِ خدا ہی سے رہیں قلب و جگر　　سیرتِ عائشہؓ ہر وقت رہے پیشِ نظر
عشق میں سیّدِ کونینؐ کے دیوانہ بنو

دیکھنا فرضِ محبّت سے نہ غافل ہونا　　بار جو سر پہ ہوں اُن کی متحمّل ہونا
ضبطِ احکامِ شریعت سے نہ بیگانہ بنو

نورِ اخلاق سے گھر بھر میں اُجالا کردو　　حسنِ تہذیب و تمدّن کو دوبالا کردو
زینتِ بزمِ ادب۔ علم کی پروانہ بنو

ہاں خدا ہی کیلئے چاہیئے جینا مرنا　　اپنے سرتاج کا ہر حال میں کہنا کرنا
کاشکہ تم دلِ نوشاہ کی سلطانہ بنو

گھر کو گلہائے محبت سے بناؤ تو چمن ۔۔۔ رہتی دنیا پہ رہے نام تمہارا روشن

شمعِ اخلاص بنو، رونقِ کاشانہ بنو

غیرت و شرم میں بنجاؤ تم اپنی ہی مثال ۔۔۔ اپنے شوہر کی اطاعت کا رہے دل سے خیال

آبرو بنکے رہو، گوہرِ یکدانہ بنو

کام جتنے بھی ہوں سب حکمت و دانائی سے ۔۔۔ زندگانی ہو بسر، صبر و شکیبائی سے

خندہ زن کوئی ہو، دیکھو کہیں ایسا نہ بنو

اور بہنوں کو بھی خود راہِ عمل دکھلاؤ ۔۔۔ صبر و ایثار و تحمل کا سبق سکھلا دو

نازشِ شمع بنو، یا غمِ پروانہ بنو

یہ تمہارے لئے کرتا ہے دعا دل سے حمیدؔ ۔۔۔ کہ ہمیشہ ہو مبارک یہ تمھیں دورِ جدید

شاہزادی دُرِ شہوار ہو، دُردانہ بنو

نغمۂ عید

شیریں ہو جو زبان یہ بستہ دہن کی عید
دامن میں گل بھرے ہوں یہ اہلِ چمن کی عید

وہ جوشِ انبساط کہاں دل میں اے حمیدؔ
پیشِ نظر ہے ایک غریب الوطن کی عید

گلہائے تمنّا

بتقریبِ رخصتی کتخدائی عزیزہ عابدہ خاتون بنت حکیم سعید الرحمٰن خاں صاحب بیلی بھیتی

شریکِ زیست کے دل کا قرار بنکے رہو ۔ خلوص و شوق کے پھولوں کا ہار بنکے رہو
بہار بنکے چلی ہو ، بہار بنکے رہو

خلوص و شوق و محبّت بہم رہے قائم ۔ گلِ مراد سے دامن بھرا رہے دائم
حیا و شرم کی تم پردہ دار بنکے رہو

پھرے نہ منھ کبھی سرتاج کی اطاعت سے ۔ قدم ہٹے نہ کبھی جادۂ محبّت سے
وفا شعار رہو ، کامگار بنکے رہو

بنا دو رشکِ چمن گھر کو اس سلیقے سے ۔ کہ لوگ رشک کریں تم پہ ہر طریقے سے
تم ایسی شان سے عفّت شعار بنکے رہو

نہ دائرے سے اطاعت کے ہو کبھی باہر ۔ سمجھ لو اپنے فرائض میں خدمتِ شوہر
ہمیشہ پیکرِ صد انکسار بنکے رہو

تمھارے خُلق کے دل معترف ہوں نادیدہ ۔ تمھارے لطف سے چھوٹے بڑے ہوں گرویدہ
صفائے قلب کی آئینہ دار بنکے رہو

ہو دائرے میں شریعت کے ساری عمر بسر ۔ ہر ایک رگ میں ہو اخلاقِ فاطمہؓ کا اثر
ردائے عفّت و عصمت کا تار بنکے رہو

حمید کی ہے تمنّا ، کہ شاد کام رہو ۔ جہانِ حُسن و محبّت میں نیکنام رہو
جہاں رہو ابدی یادگار بنکے رہو

دُعائے عروس

بموقع عقدِ نکاح عزیزۂ قلبی صالحہ خاتون سلّمہا بنتِ سیّد فضل حسین صاحب

چمن چمن میں گُلِ آفتاب ہو کے رہو
روِش روِش پہ بہارِ شباب ہو کے رہو

حجاب ہو کے رہو، بے حجاب ہو کے رہو
کسی کی چشمِ تمنّا کا خواب ہو کے رہو

فضائے حُسن میں ہمجولیوں کے جھُرمٹ میں
سپہرِ ناز پہ تم، ماہتاب ہو کے رہو

نگارِ حُسن بنو اپنی ہمنشینوں میں
جس انجمن میں رہو، کامیاب ہو کے رہو

نصیب ہوں تمھیں، دن عیش و کامرانی کے
تم اپنے حُسنِ عمل کا جواب ہو کے رہو

صفات و ذات میں پیدا وہ امتیاز کرو
ہر اک نگاہ میں تم انتخاب ہو کے رہو

نہ کر سکے کوئی پہلو تہی شریکِ حیات
کتابِ دل میں محبّت کا باب ہو کے رہو

نہ اُٹھ سکے کبھی تم پر نگاہِ نامحرم
خود اپنے مُصحفِ رُخ کی نقاب ہو کے رہو

خُدا بچائے ہمیشہ تمھیں جُدائی سے
غمِ فراق کا تم سدِّ باب ہو کے رہو

مظاہرے ہوں رِوایاتِ خاندانی کے
مثالِ سلسلۂ بوترابؑ ہو کے رہو

بناؤ ذکرِ خُدا کو انیسِ تنہائی
فدائے لذّتِ اُمُّ الکتاب ہو کے رہو

خُدائے پاک کی رحمت سے وہ بھی دن آئیں
حریمِ قُدس میں بھی باریاب ہو کے رہو

حمید کی تو دُعا ہے خلوصِ دل سے یہی
نثارِ ذاتِ رسالتمآبؐ ہو کے رہو

نذرِ عروس

بتقریبِ رخصتی کتخدائی عزیزہ قلبی نفیسہ قریشی سلمہا بنتِ مخلص محترم جناب جلیل احمد صاحب قریشی

قرار بخشِ دلِ ناصبور ہو جاؤ
نشاطِ روح، نگاہوں کا نور ہو جاؤ

ضیا پذیر ہوں انجم تمھارے جلوے سے
سپہرِ حسن پہ بدرُ البدور ہو جاؤ

تم اپنی خوبیِ قسمت سے موہ لو دل کو
تم اپنی پاکیِ طینت سے حور ہو جاؤ

قدم قدم پہ تمھارے بچھائیں سب آنکھیں
تم اس طرح سے سراپا شعور ہو جاؤ

کچھ ایسی حکمتِ حسنِ عمل ہو برسرِ کار
قصور کر کے بھی تم بے قصور ہو جاؤ

ہمیشہ سادہ مزاجی رکھو شعار اپنا
تکلفات کی دنیا سے دور ہو جاؤ

تم اپنے حسنِ عمل کا جماؤ یوں سکہ
کہ سب کے واسطے وجہِ غرور ہو جاؤ

"ولائے ساقیِ کوثر" نصیب ہو تم کو
شرابِ لطف و محبت سے چور ہو جاؤ

خُمِ حجاز سے صہبائے بیخودی پی کر
خرابِ بادۂ جامِ طہور ہو جاؤ

"ردائے فاطمہ زہرا" ہو سر پہ سایہ فگن
عروس بن کے سراپائے نور ہو جاؤ

دیارِ پاکِ مدینے کے حسنِ نسبت سے
کرو وہ عیش، کہ "دارالسرور" ہو جاؤ

یہی دعا ہے "نفیسہ" حمید کے دل کی
دلوں کا چین، نگاہوں کا نور ہو جاؤ

"مژدۂ دلخواہ"

بموقع غسلِ صحت محبِ گرامی الحاج سید حامد حسین صاحب رضوی عرف اسلم میاں

مرحبا مژدۂ دلخواہ صبا لائی ہے — باغِ رضوی میں دلھن بن کے بہار آئی ہے

شاہدِ فکر کو شوقِ سخن آرائی ہے — آج ہر شعر میں تخئیل کی رعنائی ہے

صحنِ میخانہ پہ گھنگھور گھٹا چھائی ہے — برق سی ساغرِ لبریز میں لہرائی ہے

مستیِ موجِ نسیمِ سحری کیا کہیے — نکہتِ گیسوئے محبوب اڑا لائی ہے

خود نما حسن کے جلوؤں سے فضا ہے معمور — عشق کا دیدۂ پُرشوق تماشائی ہے

عنبر افشاں نہ ہو کیوں آج فضائے گلشن — عطر میں ڈوبی ہوئی بادِ سحر آئی ہے

دیدہ و دل پہ ہے چھایا ہوا اک کیفِ سرور — جس طرف دیکھیے سرمستی و رعنائی ہے

اللہ اللہ مری چشمِ تصور کا فروغ — خلوتِ ناز ہے اور انجمن آرائی ہے

میکدے کی ہو ترے خیر، کہ ہم نے ساقی — مدھ بھری آنکھ سے پینے کی قسم کھائی ہے

دلِ پُرشوق کا واللہ عجب عالم ہے — گوشِ مشتاق میں جب سے یہ خبر آئی ہے

کہ "مرے مخلص و محبوب میاں اسلم نے — حق تعالیٰ کی عنایت سے شفا پائی ہے"

قابلِ دید ہے احباب و اعزّہ کی خوشی
ہر بہن شاد ہے، مسرور ہر اک بھائی ہے

صبر آمیز دعاؤں کا اثر دیکھ لیا
آج "امّی"[1] کو بجا نازِ شکیبائی ہے

درِ معبود ہے، اور شکر کے پیہم سجدے
دل مسرور ہے اور ذوقِ جبیں سائی ہے

اپنے مخلص کیلئے آج بصد شوق و نیاز
دل سے بیساختہ لب پر یہ دعا آئی ہے

انکے صدقے میں ہو اللہ کرے عمر دراز
جن بزرگوں نے حیاتِ ابدی پائی ہے

اس دیارِ طرب افزا میں خدا پہونچائے
درد والوں نے جہاں جاکے دوا پائی ہے

طیبہ، وہ طیبہ کہ ہے رشکِ گلستانِ ارم
جس کی توصیف احادیث میں بھی آئی ہے

نور و نکہت سے ہیں رنگین فضائیں معمور
جس طرف دیکھئے رحمت کی گھٹا چھائی ہے

پردے پردے میں جہاں جلوۂ امین کی نمود
ذرّے ذرّے میں جہاں انجمن آرائی ہے

روضۂ پاک وہ آرامگہِ شاہِ رسلؐ
جس کا سو جان سے رضواں بھی تمنّائی ہے

اس طبیبِ دل و جاں کے درِ اقدس پہ چلو
جس کی رحمت کے تصدّق میں شفا پائی ہے

حرمِ پاکِ مدینہ ہو **حمید**، اسلم ہوں
دلِ اسی خاص نظارے کا تمنّائی ہے

---

[1] والدۂ محترمہ اسلم میاں ۔۱۲

سوزِ جُدائی

مُخلصِ محترم جناب الحاج قاری محمد عبدالمالک صاحب خلش کو خیرباد کہتے ہوئے۔

خوب دیکھی رسم و راہِ ابتدائی آپ کی
دیکھ لی بس انتہائے بیوفائی آپ کی

دوستانِ باوفا سے کج ادائی آپ کی
بندہ پرور دیکھ لی بس بیوفائی آپ کی

اے خلش پیدا ہوئے ہیں دل میں سامانِ خلش
ناوکِ دلدوز ہے گویا جُدائی آپ کی

دردمندوں کے دلوں کو یوں دُکھانا ہی نہ تھی
اس قدر اچھّی نہ تھی بے اعتنائی آپ کی

یوں کوئی محفل سے جاتا ہے بھلا بیگانہ وار
یاد رکھیں گے احبّا کج ادائی آپ کی

جذبِ صادق ہے تو اک دن ہم بھی پہونچیں گے ضرور
"ٹونک" تک کیا ہے فقط حضرت رسائی آپ کی

اب لبوں تک آ گئی آخر کو فریادِ حمید
ضبط کے قابل نہیں صبر آزمائی آپ کی

سبدِ گُل

بیساختہ وہ دیکھتے ہی مُسکرا دیے — دیوانگی پہ دل کی اُنھیں پیار آگیا
خالی پھرا نہ کوئی بھی اُس بزمِ ناز سے — بیہوش آگیا، کوئی ہُشیار آگیا

کسی کا ہنسنا حمید یاد آیا — تیرا رونا جو کم نہیں ہوتا

فروغِ رُخ نے پردے میں بھی اپنی شان دکھلائی — شعاعِ مہرِ عالمتاب کا عالم ہے چلمن پر

وفورِ بیخودیِ شوق دیدنی ہے حمید — پہونچ کے منزلِ مقصد پہ کھو گیا ہوں میں

ترے نظّارے سے گورِ غریباں — گذشتہ واقعے یاد آرہے ہیں

رنگِ ہُشیاری خلافِ بزمِ نوشانوش ہے — نقص ہے اُتنا ہی اُسمیں جسمیں جتنا ہوش ہے

غیرت یہ کہہ رہی ہے کہ مر جایئے حمید — لیکن کسی سے عرضِ تمنّا نہ کیجیے

بزمِ عشرت کا سماں صُبح کو تھا عبرت خیز — کچھ بجھی شمعیں تھیں، کچھ خاک تھی پروانوں کی

دل تھا مرے پاس، دل میں اُمّید — یاد آتے ہیں مجھ کو وہ زمانے

نگاہوں سے جہانتک دُور ساحل ہوتا جاتا ہے — دلِ مضطر کو اطمینان حاصل ہوتا جاتا ہے

بڑھ کے رُخ سے نقاب اُلٹ ہی نہ دے — نگہِ شوق دیکھتی کیا ہے

بیخودی جلوۂ مقصود کا آئینہ ہے — تجھ کو گُم ہو کے ترا ڈھونڈھنے والا دیکھے